شیعہ مذہب

المعروف

تحفہ جعفریہ

جلد اول

محققِ اسلام شیخ الحدیث الحاج علامہ

محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بانی: جامعہ رسولیہ شیرازیہ

مکتبہ نوریہ حسنیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

قال امیر المؤمنین من لم یقل لی رابع الخلفاء فعلیہ لعنۃ اللہ

[illegible]

حضرت علی نے فرمایا جس نے مجھے
چوتھا خلیفہ نہ کہا اس پر اللہ کی لعنت

المعروف

شیعہ مذہب

تحفہ جعفریہ

جلد اوّل

اس حصہ میں خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو قرآن مجید اور شیعہ کتب کے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا گیا ہے اور اس پر وارد اعتراضات کے قرآن اور کتب شیعہ سے دندان شکن جوابات دیے گئے ہیں نیز جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کامل الایمان اور جنتی ہونے خصوصاً خلفائے ثلاثہ کے بے مثل فضائل و مناقب مستند شیعہ کتب سے اس تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں جس کی نظیر قبل ازیں نہیں لکھی گئی۔

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ ہیر روڈ بلال گنج لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت علامہ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ (جلد اول)

کاتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

سن طباعت۔۔۔۔۔۔۔۔مئی 2011ء

زیر اہتمام۔۔۔۔۔۔۔۔میاں محمد رضا

پروف ریڈر۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا حافظ محمد صابر علی صابر (ایم۔اے) خطیب جامع مسجد شالامار ٹاؤن

ناشر

مکتبہ نوریہ حسنیہ

جامعہ رسولیہ شیرازیہ، بلال گنج لاہور

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین
پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدارِ ناموسِ اصحابِ رسول
محبِ اولادِ بتول پیرِ طریقت راہبرِ شریعت حضرت قبلہ
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف
کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین!

حقر العباد

محمد علی

الاهداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان
مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب
ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت
قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
(مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں
ھدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس
کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع ۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی غفرلہ

تقریظ

محقق ابن محقق، شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل درسِ نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔ مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتبِ فکر کے عقائد و نظریات اور ان کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفۂ جعفریہ ایک نہایت وقیع علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو "حضرت علی اور خلفاء ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات" کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و براہین کی رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و موعظت کا سبب بنے۔

سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ۔ لاہور - ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین :

امابعد :

میں نے شیعہ مذہب "تحفہ جعفریہ" کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا فاضل مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل سے کتب کے مقتضٰی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور ان کو بیتِ عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اوّل سے آخر تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادی ہیں مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا دے کہ انہوں نے نہایت ہی عرق ریزی سے اہلسنت وجماعت کی اہم ضرورت کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا۔ آمین

غلام رسول رضوی

تقریظ ۳

مفسرِ قرآن، علامۃ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب سُنّی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی محفل میں قمر الاسلام والملت حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے سُنا کہ کاش کوئی مردِ میداں ہوتا جو شیعہ مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھولتا، اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب ورسائل اس موضوع پر منظرِ عام پر آئے مگر ...... افسوس: کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور پر کامیاب نہ ہوسکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا بر آئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی قلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم کو "تحفہ جعفریہ" کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے، اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔ آمین:

محمد فیض احمد الاویسی الرضوی غفرلہ (بہاولپور) ۔۔۔ ۱۴ / شعبان ۱۴۰۴ھ

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالتواب صدیقی اچھروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے علمِ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے مکروفریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمتِ صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کمی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے تین کتابیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۱ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں طلباء سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبدالتواب صدیقی
خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تاثرات مشائخ عظام

شیخ العرب والعجم علامہ فضل الرحمان صاحب (مدینہ منورہ)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لأن يهدي الله بك رجلا واحدا خير لك من حمر النعم
الحمد لله الذي خص هذه الأمة المحمدية بالعلماء العاملين
وجعلها مرجعا للعباد وحافظة للشريعة المطهرة من أهل
الزيغ والعناد وتوجههم إلى حفظه ونقاد والصلاة والسلام
على عبده ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم
اصطفاه من بين سائر خلقه ورسله عليهم الصلاة والسلام فقال
صلى الله عليه وسلم إني تارك فيكم الثقلين كتاب الله ثم قال
وعترتي أهل بيتي - أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا - واصطفى له
قرابته وصحابته كالنجوم - بل كالشموس - ومنهم من شرفه الله
بزيادة الفضل والكرامة كالخلفاء الراشدين - وباقي العشرة
المبشرة وغيرهم - رضوان الله تعالى عليهم أجمعين - وبعد أقدم
شكري الجزيل لفضيلة الأستاذ الكبير قدوة السالكين زبدة المحققين
والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على إهدائه الكتب التي ألفها
وصنفها لمحرر هذه الأسطر - جزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين
خير الجزاء - إني قد طالعت في مؤلفاته التي ذكرها من عدة أماكن
وأسمعني قراءة بعض المحبين من أجزاء متفرقة من كتابه [سبعة
مجلدات المعروف بعقائد الجعفرية] وكذا التحفة الجعفرية من المجلد
الأول والمجلد الثاني وغيرهما من عقائدهم الفاسدة

بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]

فضل الرحمن بن الشيخ ضياء الدين أحمد القادري المدني

المملكة العربية السعودية ص. ب ٩٢ المدينة المنورة

والحقيقة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير في بذل مجهوداته
القيمة الثمينة في سبيل إخراج هذه المجموعة الكبرى السالف ذكرها
والحق يقال — إنها دائرة معارف دينية — في مؤلفاته الثمينة المتوالية
والتي جعلها سهلة التناول — لكل من يسر له الله لمعرفة ربه الحنيف
وسنة نبيه الهادي إلى أقوم سبيل — وقد أكبرت في شخصه الجليل
هذه الهمة العظيمة — والإخلاص العميق — بما تلمسته من سهر وتوكل
وسعي حثيث في تحقيق مشروعه الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة
الذهبية — وبما بوبه ورتبه في كل كتاب منها من فصول وأصول — وبما
زينه من آيات قرآنية كريمة — أدرجها في عبارة لطيفة مستفيضة من
أكابر العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وما يجب في حقهم من حسن الاعتقاد — ولزوم سبيل السداد —
ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
وأزواجه وذرياته — فقد برئ من النفاق — ومن ذكرهم بسوء
فهو على غير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
سارية في فضل أصحابه — الذي هو متفرع عن فضله. فكذلك
الذرية الطاهرة فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
وبهذا يتضح أن أصل الفضلين — فضل الذرية — وفضل الصحابة
هو رسول الله صلى الله عليه وسلم — وهما فرعان عن أصل واحد

بسم الله الرحمن الرحيم

فضل الرحمن بن ضياء الدين القادري المدني

خيرٌ مما حصل لأحدهما من مدح أو ذم - لا بد أن يتعدى على الآخر
فلعنة الله على من فرّق بين أولاد بعضهم - ومعاداة البعض
وإن عادى أحدهما ثم يبغضه ولد الآخر وكان عدو الله
ورسوله... وأعود وأقول لقد حظيت مؤلفات فضيلته -
من تنسيق جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظي به
من نشاط حضارته العلم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء
العاملين وقد بيّن فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة
أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق
ثم عثمان ابن عفان ثم أسد الله علي ابن أبي طالب ثم من بعد
الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين
هذا ما خطر على قلبي وجرى به لساني - حررته وقت السحر
وأنا مشتغل [illegible] المسلسلة إلى النبي المختار
المجيد - وهكذا يكون الختم بالعمل إن شاء الله [illegible]
أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في عمره و
أن يجزله المثوبة - بمحض فضله وكرمه ومنّه إني أرجو من الجميع الدعاء
وصلى الله على سيدنا محمد خاتم النبيين وعلى آله وأصحابه أجمعين

حرر في ١٢-١٣-١٤٠٦ هـ
الموافق ١٧-١-١٩٨٦ م

الفقير إلى الله تعالى
فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
ضياء الدين القادري المدني
فضل الرحمن
عفا الله عنه [illegible]

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عمدۃ الاتقیاء میزبان مہمانان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

علامہ محمد فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولینا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادھا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)"۔

تمام تر خوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اُمتِ محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدسہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعتِ پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپیں۔

اور بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا جیب

اور شفاعت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

" بیشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت ۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالی کا خوف یاد دلاتا ہوں "

یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالی نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابتوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے نہیں نہیں بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالی نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطاء فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالے کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازیں میں فاضل کبیر، استاذ معظم، قدوۃ السالکین، زبدۃ المحققین والمدققین جناب مولانا محمد علی صاحب (اللہ ان کی حفاظت فرمائے) کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم الحروف کو اپنی تالیف کردہ کتابیں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالے میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔

میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تحفہ جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی بیخ کنی کی گئی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل ، پر کی گئی ان تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہا

جاسکے کہ ان کی کتابیں دینی علوم کا خزانہ ہیں اور ان سے مقصد کا حاصل کرنا ہر اس شخص کے لیے بہت آسان کر دیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کی معرفت آسان کر دی ہو اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی سنتِ پاک کا سمجھنا سہل کر دیا ہو۔

میں نے مصنف موصوف کی شخصیت میں عظیم ہمت اور گہرا اخلاص پایا۔ جس کا ثبوت ان کی اس تصنیف کے بارے میں لگا تار شب بیداری اور ان تھک محنت سے ملتا ہے اور پھر مزید یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اور تقسیم ابواب اور مسئلہ کی علیحدہ فصل سے ملتا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے قرآنی آیات کو ہر مناسب مقام کی زینت بنایا۔ صحابہ کرام کے فضائل کے سلسلہ میں اکابر علماء کی گراں قدر اور نفیس، رساں عبارات اس کتاب میں درج کی اور ان حضرات کے ساتھ حسن اعتقاد کے سلسلہ میں جو تحریرات لازم تھیں انہیں کتاب کی رونق بنایا اور حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے متعلق جو عقائد کا راستہ مستقیم تھا اُسے مضبوطی سے تھامنے کے لیے ضروری حوالہ جات سے کتاب و مزین کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، ازواج اور آپ کی آل پاک کے بارے میں اچھی گفتگو کا انداز اختیار کیا وہ شخص نفاق سے بچ گیا۔ اور جس شخص نے ان حضرات کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں وہ سیدھے راستے سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کی فضیلت اور بزرگی ہی صحابہ کرام کی فضیلت اور بزرگی میں موجزن ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت آپ ہی کے شجرہ فضیلت کی شاخ ہے۔ اور یہی معاملہ آپ کی آل پاک میں موجود ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوا کہ صحابہ کرام اور آپ کی آل پاک کی فضیلت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ہی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ لہٰذا ان دونوں میں سے جس کی بھی تعریف یا مذمت کی گئی یقیناً وہ

دوسرے کو بھی شامل ہوگی سو اللہ کی لعنت اس شخص پر کہ جس نے ان میں سے بعض کے ساتھ دوستی اور دوسرے بعض کے ساتھ عداوت کر کے تفریق کی۔ تو اگر کسی نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا تو اسے دوسرے کی محبت ہرگز نفع نہ دے گی۔ اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہوگا۔

میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ مصنف مذکور نے اپنی اس عظیم الشان تصنیف میں عبارت سلیس اور فن فصاحت اور بلاغت کے معیار کے مطابق رکھی علاوہ ازیں اس کتاب کی عظمت ان تقاریظ سے بھی عیاں ہے۔ جو علم و دین میں ممتاز علماء ہیں اور حضرت مشائخ کرام اور باعمل علماء کی تعریفی تحریرات سے اس کتاب کی عظمت عیاں ہے اور اس تالیف کی فضیلت اس واضح دلیل سے بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی امت میں سب سے بہتر ابوبکر صدیق پھر عمر الفاروق پھر عثمان ابن عفان پھر شیر خدا علی ابن طالب پھر اصحاب شوریٰ ہیں۔

یہ چند کلمات جو میرے دل میں آئے اور میری زبان سے ادا ہوئے میں نے انہیں سحری کے وقت قلم بند کیا اور میں اس سنہری تالیفات پر مطلع ہو کر انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح علم و عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کی تلاش کے لیے ہونا چاہیے۔ عرش عظیم کے مالک اللہ کریم سے میں مصنف کی عمر میں برکت کا طلب گار ہوں اور درخواست گزار ہوں کہ وہ اپنے محض فضل و کرم اور احسان سے انہیں ثواب جزیل عطا فرمائے یقیناً میرا رب دعا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے اور ہمارے آقا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

الفقیر الی اللہ تعالیٰ
فضل الرحمٰن بن فضیلۃ الشیخ
(ضیاء الدین القادری المدنی)

تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت

قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین

آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادم اہل بیت وصحابہ (راقم الحروف سید محمد باقر علی) کی دیرینہ تمنا تھی جھوٹے محبان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی تردید میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ، فقہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر گیارہ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی شک نہیں کہ یہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہے۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق اس قدر تشکر آمیز ہیں کہ لفظوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب ارادتمندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
حضرت کیلیانوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
تعارف مصنف	۱
وجہ تصنیف	۸
بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا کا تعارف	۱۱
مذہب تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی شیعہ مؤرخین کا اعتراف	۲۰
اہل تشیع اور ابن سبا کے ایک ہی عقائد ہیں	۲۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان عقائد کہ میں اہل سنت و جماعت ہوں	۳۲
محب اہل بیت سنی ہی ہیں اور انہیں قبر و حشر کا عذاب نہ ہوگا	۳۴
باب اول: مسئلہ خلافت	
مسئلہ خلافت میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ	۳۶
مسئلہ خلافت میں اہل تشیع کا عقیدہ	۳۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل پر شیعہ حضرات کے دلائل	
دلیل اول: حدیث غدیر اور اس کے دس عدد دندان شکن جوابات	۳۸
آیت یا ایھا الرسل بلغ الخ حجۃ الوداع سے بہت پہلے نازل ہوئی؟	۴۴
خطبۂ خم غدیر کا صحیح پس منظر	۴۷
لفظ مولی کے معنی کی تحقیق	۵۰
اگر خطبہ خم غدیر اعلان خلافت علی ہے تو طعن حدیث قرطاس کیوں؟	۵۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے سے اللہ تعالی اور اس کے رسول علیہ السلام کا انکار	۵۴
تفسیر آیت اذا امر النبی الخ کے تحت اعلان کہ میرے بعد خلیفہ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے	۶۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی دھن میں گستاخی رسول ﷺ	۶۱
امت محمدی کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی (حجیت اجماع اور حقانیت خلافت صدیق)	۶۴
خلیفہ بلا فصل ہونے سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انکار	۶۹
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کے خلیفہ بننے کو علی رضی اللہ عنہ نے مسترد کر دیا	۷۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننے کے لئے خود پر دوسروں کو ترجیح دینا	۷۲
اپنی خلافتِ بلا فصل سے انکار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین واضح ارشادات	۷۴
اعتراض: یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك ان علیاً مولی المؤمنین (درمنثور)	۷۶
اس سوال کے چند دندان شکن جوابات	۷۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی دلیل ثانی نبی علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا هذا خلیفتی فیکم (تفسیر خازن وغیرہ)	۸۰
جواب: مذکورہ روایت کا راوی بڑا شیعہ اور وضاع ہے	۸۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلا فصل پر شیعہ حضرات کی دلیل ثالث (آیہ استخلاف)	۸۵
شیعہ مذہب کے مطابق خلیفہ برحق کی بے اصل شرط	۸۶
بیس ہزار روپے کا نقد انعام	۸۸
مہاجرین وانصار کی مجلس شوریٰ نے جسے خلیفہ بنالیا وہ اللہ کا پسندیدہ ہے	۸۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی دلیل رابع	
اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انبیاء کی اولاد اور بھائیوں کو ہی ان کی خلافت دی	۹۲
جواب اول: اگر خلافت علی اصولِ دین ہے تو مذکورہ آیت میں علی کا نام تک کیوں نہیں؟	۹۴
جواب دوم: علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اولاد رسول میں سے نہیں	۹۵
انت منی بمنزلة هارون الخ کا صحیح مفہوم در آئینہ سیاق حدیث	۹۶
اس حدیث سے علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلا فصل ثابت کرنا بڑی حماقت ہے	۹۸

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ حقہ پر شیعہ حضرات کی دلیل خامس اور اس کا جواب	۱۰۰
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل	
آیت استخلاف اپنی شرائط کے ساتھ خلفاء ثلاثہ کی خلافت حقہ پر واضح دلیل ہے	۱۰۸
دلیل اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھتے ہوئے قرآنی پیش گوئی کو ان کے حق میں ثابت کیا	۱۱۴
دورِ فاروقی آیت استخلاف کا مصداق ہے	۱۱۵
ایران و عراق اور روم کی فتح سے آیت استخلاف کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا	۱۱۷
خندق کی کھدائی کے دوران نبی علیہ السلام نے بلادِ شام، مدائن اور یمن کی فتح کی بشارت دی جو دورِ فاروقی میں پوری ہوئی	۱۱۷
لیستخلفنهم ای لیجعلنهم خلفاء بعد نبیکم (تفسیر صافی)	۱۲۴
ادوارِ خلفاء ثلاثہ کو نکال کر آیت استخلاف کا صحیح مصداق کوئی نہیں بنتا	۱۲۶
دورِ خلافت علی رضی اللہ عنہ جنگوں اور فتنوں کی نذر ہو گیا	۱۲۷
امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنے شیعوں کی جانی و مالی حفاظت کی خاطر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی	۱۲۸
امام قائم کو آیت استخلاف کا مصداق نہیں بنایا جا سکتا	۱۳۰
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل دوم فسوف یأتی الله بقوم یحبهم مرتدین کی سرکوبی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور نبی کے خلیفہ برحق ثابت ہوئے	۱۳۳
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سوم	۱۴۵
امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلبہ روم کی پیش گوئی عہد فاروقی میں پوری ہوئی	۱۴۵
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل چہارم	۱۵۴
نبی پاک ﷺ نے فرمانِ الٰہی کے مطابق اپنے بعد خلافت شیخین کی پیش گوئی فرمائی	۱۵۴
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل پنجم	۱۶۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کو اپنے پر لازم قرار دیا	۱۶۰
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ششم	۱۶۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آیت استخلاف کا مصداق اور خلیفہ برحق سمجھا	۱۶۴
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ہفتم	۱۶۸
ارشاد علی رضی اللہ عنہ "سب سے زیادہ کامل الایمان رسول اللہ کے خلیفہ شیخین ہیں"	۱۶۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کے مقام کو عظیم سمجھتے ہوئے ان کے لئے دعائے خیر کی	۱۶۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شیخین عادل اور برحق خلیفہ تھے اور ان کے وصال سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا	۱۷۰
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ہشتم	۱۷۳
فرمان علی رضی اللہ عنہ "مجھے ان لوگوں نے خلیفہ منتخب کیا جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کا انتخاب کیا"	۱۷۳
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل نہم	۱۷۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت رضامندی سے کی	۱۷۷
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل دہم	۱۸۴
فرمان علی رضی اللہ عنہ "اللہ تعالی نے نبی پاک ﷺ کے بعد بہترین شخص کا انتخاب فرمایا"	
خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ پر دلیل یازدہم	۱۸۵
نبی پاک ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے بعد خلیفہ اور جنتی ہونے کی پیش گوئی فرمائی	۱۸۵
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل دوازدہم	۱۹۱
خلافت حقہ کا زمانہ حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ تک پورا ہوا	۱۹۱
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سیزدہم	۱۹۲
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل چہاردہم	۱۹۴

خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو برحق نہ سمجھنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک لعنتی ہے	۱۹۴
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل پانزدہم	۱۹۹
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل شش دہم	۲۰۴
بقول حضرت علی، نبی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خود خلیفہ بنایا	۲۰۴
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد	۲۰۹
خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ہژدہم	۲۱۰
خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل نہ دہم	۲۱۵
ارشاد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	
خلافت صحابہ ثلاثہ کے دور تک میری خلافت کا وقت نہ آیا تھا	۲۱۵
دلیل بستم برخلفائے راشدین	۲۱۹
حضور ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو الوداعی خطبہ میں خلفاء راشدین کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی	۲۱۹
خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل یک و بستم	۲۲۲
خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر دلیل دو و بستم	۲۲۳
اگر صحابہ ثلاثہ کی خلافت غاصبانہ تھی تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا (شیعوں کے مضحکہ خیز بہانوں کی حقیقت)	۲۲۳
باب دوم: فصل اول: بیعت مکرہ (جبراً بیعت) کی حقیقت	۲۴۳
فصل دوم: قوت علی رضی اللہ عنہ اور شان علی رضی اللہ عنہ بزبان اہل تشیع	۲۵۸
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو بے ہوش ہو جاتے	۲۵۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دو انگلیوں سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا	۲۶۲
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے گلے میں لوہے کا کڑا ڈالا جو کسی سے کھل نہ سکا	۲۶۳

جنگ خیبر کے روز حضرت علی رضی اللہ کی تلوار کو اگر جبرائیل و میکائیل نہ روکتے تو زمین زیروزبر ہو جاتی (شان علی رضی اللہ عنہ)	۲۶۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لاٹھی کو اژدھا بنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مسلط کر دیا	۲۶۹
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے بول و براز بند کر کے ان سے اپنی خلافت منوائی	۲۷۰
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت عمرو معاویہ رضی اللہ عنہما اور یزید کو آپ کے روبرو پیش کیا	۲۷۱
بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر پر سوار ہو کر مکہ پہنچے تو قریب تھا کہ شہر تباہ ہو جاتا	۲۷۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کے گلے میں چکی کا پاٹ ڈال دیا جسے کوئی توڑ نہ سکا	۲۷۸
باب سوم: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کے دلائل از قرآن مجید و کتب شیعہ	۲۸۵
صحابہ کرام کے متعلق اہل سنت اور اہل تشیع کے عقائد	۲۸۵
شیعہ عقائد میں سوائے تین صحابہ کے معاذ اللہ سب مرتد تھے	۲۸۶
صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کی دلیل اول	۲۸۸
اللہ تعالیٰ نے تمام مہاجرین وانصار سے اپنی رضا کا اعلان کیا اور انہیں جنتی ہونے کی بشارت دی	۲۸۸
صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے کی دلیل دوم	۳۰۱
بیعت رضوان میں شامل ہونے والے تمام صحابہ کرام سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور انہیں اطمینان قلبی عطا فرمایا	۳۰۱
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل سوم	۳۰۶
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل چہارم	۳۰۹
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل پنجم	۳۱۷
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل ششم	۳۲۹
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل ہفتم	۳۳۴

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل ہشتم	۳۳۸
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل نہم	۳۴۵
باب چهارم: فضائل صحابہ کرام علیہم الرضوان، قرآن مجید اور کتب شیعہ کی روشنی میں	۳۴۵
فصل اول: جملہ صحابہ کرام کے فضائل میں کتب شیعہ سے حوالہ جات	۳۶۷
نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان تمام انبیاء علیہم السلام کے صحابہ سے افضل ہیں	۳۶۷
نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان انتہا درجہ کے پرہیزگار تھے	۳۶۸
صحابہ کرام علیہم الرضوان خوف خدا کے پیکر تھے	۳۶۹
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یادِ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اکثر داڑھی مبارک پکڑ کر رویا کرتے تھے	۳۷۱
نبی پاک ﷺ کا غسالہ حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان جان دینے پر تیار ہو جایا کرتے تھے	۳۷۳
نبی پاک ﷺ کی تمام مہاجرین وانصار کے حق میں دعائے مستجاب	۳۷۵
فصل ثانی: خلفائے ثلاثہ کے مشترک فضائل	۳۷۶
غزوۂ احد میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سرفہرست ہیں	۳۷۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ لقب صدیق وفاروق کے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو یاد کرتے تھے	۳۷۹
بقول علی رضی اللہ عنہ جب شیخین نے خلافت کا حق ادا کر دیا تو ہم نے ان سے ناراضگی چھوڑ دی	۳۸۱
حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے	۳۸۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک شیخین خلیفہ عادل تھے وہ حق پر رہے اور حق پر ہی وصال فرمایا	۳۸۵
امام حسن رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے	۳۵۸
خلفائے ثلاثہ کی گستاخی کرنے والوں کے حق میں امام زین العابدین نے بددعا فرمائی	۳۸۸

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر خلفائے ثلاثہ کی جاں نثاری کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی	۳۹۲
ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی جنت بھی مشتاق ہے	۳۹۴
خلفائے ثلاثہ حضور علیہ السلام کے لئے بمنزلہ کان، آنکھ اور دل کے ہیں	۳۹۶
قیامت میں خلفائے ثلاثہ کی نسبت ونسبیت نبی پاک ﷺ سے منقطع نہ ہوگی	۴۰۱
خلفائے ثلاثہ کو قیامت میں امام حسین رضی اللہ عنہ پانی پلائیں گے	۴۰۳
فصل ثالث خلفائے ثلاثہ کے انفرادی فضائل	۴۱۷
فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن مجید اور کتب شیعہ کی روشنی میں	۴۱۷
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غار ثور میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حجابات کو اٹھا کر لقب صدیق عطا فرمایا	۴۱۷
غار ثور میں گھرانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بے مثال خدمات اور قربانیاں	۴۱۸
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہنے والے کے حق میں امام باقر کی بددعا	۴۲۸
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہنے والے کے حق میں امام باقر کی بددعا	۴۲۸
سب سے پہلے نبی پاک علیہ السلام کی تصدیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کی	۴۲۹
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلوص دل کی وجہ سے تمام صحابہ کرام سے سبقت لے گئے	۴۳۰
امام تقی فضیلت شیخین کے منکر نہیں تھے	۴۳۲
اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عزت اور فضل والے تھے	۴۳۳
اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پرہیزگار اور صدیق تھے	۴۳۴
گستاخان خدا اور رسول کی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکوبی کی	۴۳۸
عشق رسول میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نمائندہ کفار کی سخت مذمت کی	۴۴۰
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے کفار کو بے حد صدمہ پہنچا	۴۴۱

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے تھے	۴۴۲
حضور علیہ السلام نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا امام بنایا	۴۴۷
امام جعفر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول قابل حجت سمجھتے تھے	۴۴۸
امام جعفر رضی اللہ عنہ کی نظر میں مقام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۴۵۱
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوب رسول تھے	۴۵۷
گستاخانِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر خدا کی لعنت ہے	۴۵۹
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا نصب العین اتباع رسول ﷺ تھا	۴۶۱
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خوف خدا اور اطاعت رسول ﷺ میں مستغرق تھے	۴۶۲
فرمان علی: ''حضور علیہ السلام نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فتح کی بشارت دی''	۴۶۳
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لشکر بمدد الٰہی پیدل دریا عبور کر گیا	۴۶۵
فضائل فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قرآن مجید اور کتب شیعہ کی روشنی میں	۴۶۸
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاروق اعظم اسلام کے لئے مرکزی حیثیت رکھتے تھے	۴۶۸
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی فتوحاتِ اسلامیہ کا روشن باب تھی	۴۷۰
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے اسلام مضبوط ہو گیا اور کفر کی جڑیں ہل گئیں	۴۷۳
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شاہِ ایران کی لختِ جگر کیلئے امام حسین کو منتخب فرمایا	۴۸۱
ادب رسول ﷺ سکھانے کیلئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی کو سزا دی	۴۸۴
فرمان خداوندی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں دنیاوی غرض نہ تھی	۴۸۶
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حسنین کریمین کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے	۴۸۹
حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی فاروق اعظم کے حق میں پوری ہوئی	۴۹۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خدا فاروق اعظم پر راضی تھے''	۴۹۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گستاخانِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی	۴۹۹
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سادگی اور انکساری میں بے مثال تھے	۵۰۰
محبوبانِ رسول فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز تھے	۵۰۲
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغیر اپنی زندگی گزارنا نہیں چاہتے تھے	۵۰۳
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ احکام اسلام سے خاصی دلچسپی رکھتے تھے	۵۰۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک گستاخ علی رضی اللہ عنہ گستاخ رسول ﷺ ہے	۵۰۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نامۂ اعمال کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں ہونے کی تمنا کی	۵۰۸
زمانہ فاروقی میں اسلام تمام فتنوں سے محفوظ ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو گیا	۵۱۰
حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو سنہری کنگن پہنائے	۵۱۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہایت متقی تھے اور بقول علی ان کی فتوحات منجانب اللہ تھیں	۵۱۲
فاروقی لشکر کی خدا تعالیٰ نے امداد فرمائی	۵۱۵
فاروقی لشکر طغیانی میں آیا ہوا دریا پیدل عبور کر گیا	۵۱۶
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخموں سے تڑپتے رہے مگر لوگوں کو نماز مکمل کرنے کا حکم دیا	۵۱۸
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس پہنچے تو عجز و انکساری کی وجہ سے گھوڑے سے نیچے اتر آئے	۵۲۰
فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ کتب شیعہ کی روشنی میں	۵۲۲
حضور علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا	۵۲۲
حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم عثمان کے بدلہ میں کفار سے جنگ کریں گے	۵۲۳
حضرت علی عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو داماد رسول ہونے کی وجہ سے افضل جانتے تھے	۵۲۷
آسمان سے ہر روز ندا آتی ہے کہ حضرت عثمان اور ان کے پیروکار جنتی ہیں	۵۲۹

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی	۵۳۱
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق مہر اور جہیز کا انتظام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا	۵۳۳
غزوۂ بدر میں عدم شرکت کے باوجود حضور نے حضرت عثمان کو مال غنیمت اور ثواب میں غازیوں کے ساتھ شریک فرمایا	۵۳۷
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شاہ فارس کی دو لڑکیاں حسنین کریمین کو عطا کیں	۵۳۸
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والا خود ابدی ملعونِ خدا ہے	۵۴۰
تکملہ بحث سیدی و مرشدی محمد باقر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ایک نورانی اور قرآنی بیان	۵۴۴

تعارفِ مصنف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

تخلیقِ کائنات کے ساتھ ہی خالقِ کائنات نے جب بنی آدمؑ کو عزت و شرافت کا تاج بخشا تو اسے پردۂ عدم سے منصۂ شہود میں لاکر سطحِ زمین پر آباد فرمایا پھر ہر دور و ہر عہد میں دینی امور کی رشد و ہدایت اور دنیوی ضروریات کی فلاح و بہبود کا راستہ دکھانے کے لیے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام، عظیم المرتبت اولیاء کرام علیہم الرحمۃ اور متبحر علمائے دین مبعوث و مقرر فرماتا رہا۔ ان عظیم ہستیوں نے نوعِ انسانی کو صراطِ مستقیم کی تلقین و تبلیغ فرمائی اور انہیں شرک و کفر اور گمراہی کی بھیانک تاریکیوں سے نکال کر ان کے سینوں کو نورٌ علی نور اور معرفت کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوئے۔

چودہ سو سال ہوئے، خلاقِ عالم نے سلسلۂ نبوت تو اپنے محبوب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمادیا۔ جب سیدِ کائنات ختمی مرتبت نے بظاہر دنیا سے پردہ فرمالیا تو اس وقت سے آج تک اولیاء اور علماء ہی ہیں جو پیامِ حق بندگانِ حق تک پہنچاتے رہے ہیں اور تاقیامت پہنچاتے رہیں گے۔ ان ہی عظیم محسنینِ اُمت میں سے ایک استاذ العلماء استاذی المکرم حضرت الحاج الحافظ علامہ مولانا محمد علی صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث وناظمِ اعلیٰ دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ بلال گنج امیر روڈ لاہور ہیں۔ آپ بیک وقت اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک متبحر عالمِ دین، حق گو مجاھد، شیریں لسان خطیب ایک مہربان و مشفق استاد اور اعلیٰ درجہ کے مدرس ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سیکڑوں

سے متجاوز ہے جو ملک کے طول و عرض میں عرصہ سے مسلک اہل السنت و الجماعت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ راقم الحروف بھی ان کے گلشن کے خوشہ چینوں میں سے ایک ادنیٰ سا غلام ہے۔

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ، مذہباً سُنی، حنفی، بریلوی مشرباً نقشبندی ہیں، ساکناً لاہوری و مولداً گجراتی ہیں۔

قبلہ استاذی الکرم نے کم و بیش اٹھارہ سال تک نارووال ضلع سیالکوٹ کی مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت میں فرائض خطابت انجام دیے۔ اس مسجد کی بنیاد حضرت امیر ملت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ اس مسجد میں خطابت کے دوران عوام کے اجتماع کا یہ حال ہوتا تھا کہ جامع مسجد کے وسیع ہال اور صحن کے علاوہ گلیوں، بازاروں، دکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ جب آپ اپنی تقریر میں قرآن مجید کی آیات اپنے مخصوص لہجہ میں تلاوت فرماتے تو مجمع جھوم جھوم اٹھتا تھا۔

پیدائش

استاذی الکرم مولانا الحاج محمد علی صاحب مدظلہ العالی ۱۹۳۳ء میں موضع حاجی محمد مضافات شہر لالہ موسیٰ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے والدین کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ خود فرماتے ہیں:

"جب میری عمر سات برس کی ہوئی اور ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت تنگدستی کا دور دورہ تھا۔" آپ کی والدہ محترمہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں اور روزانہ ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتی تھیں، نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنی کفالت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا فیصلہ فرمایا کہ اپنے بیٹے محمد علی کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرایا جائے تاکہ علم دین حاصل کریں اور اسی سبب سے اللہ تعالیٰ ہمارے دن پھیر دے۔ فلہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چکوڑی شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا مگر صحیح سرپرستی

نہ ہونے کی وجہ سے آپ چار پانچ سال تک مختلف مدارس میں گھومتے رہے اور اس عرصہ میں صرف قرآن مجید ناظرہ ہی ختم ہوا۔

بعد ازیں جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو خیال کیا کہ اب کسی طرح والدین کی خدمت کرنی چاہیے گھر سے نکلے اور لاہور پہنچ کر ہربنس پورہ کے قریب ہوائی جہاز چھاؤنی میں ملازم ہو گئے اور اس طرح بذریعہ ملازمت کچھ عرصہ تک والدین کی خدمت کرتے رہے ۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند ہوئی تو آپ واپس اپنے گاؤں حاجی محمد ضلع گجرات چلے آئے۔

تعلیم و تربیت

چوں کہ والدہ محترمہ کا دلی ارادہ علم دین پڑھانے کا تھا اور آپ اکثر اوقات اس کی دعا بھی فرماتی رہتی تھیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دل میں علم دین کے حصول کی تڑپ اس شدت سے پیدا ہوئی کہ جب آپ خیال فرماتے کہ ساری عمر یونہی گزر جائے گی ؟ تو آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ ایک دن والدہ صاحبہ سے اجازت چاہی تو انھوں نے خاموش رہنے کی تلقین فرمائی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھیں کہ ان کے والد اور بھائی اجازت نہیں دیں گے۔

اور پھر ایک دن آپ بلا کسی اطلاع کے گھر سے نکلے اور میانہ گوندل ضلع گجرات پہنچ گئے۔ وہاں ایک مسجد میں حافظ قاضی غلام مصطفےٰ صاحب تمن وال ضلع جہلم قرآن مجید حفظ کراتے تھے آپ بھی ان کے حلقۂ درس میں داخل ہو گئے اور ایک سال میں پندرہ پارے حفظ فرمائے۔ دفعتہً ایک دن خیال آیا کہ غدر کا زمانہ ہے اور حالات مخدوش ہیں والدین کہیں یہ نہ سمجھے بیٹھے ہوں کہ ان کا بیٹا کہیں شہید ہو گیا ہے جس کی آج تک کوئی اطلاع نہیں آئی۔ لہٰذا آپ نے والدین کو ایک خط اپنی خیر و عافیت کے متعلق لکھا مگر اس میں اپنا پتہ درج نہ فرمایا۔ صرف یہ تحریر کیا کہ میں زندہ و سلامت ہوں اور بخیر و عافیت ہوں تلاش کی زحمت گوارہ نہ فرمائیں۔ قرآن پاک مکمل حفظ کر کے خود گھر واپس آ جاؤں گا۔

یہ خط جب پہنچا تو حقیقتاً والدین آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ والدین آخر والدین ہوتے ہیں برداشت نہ کر سکے۔ خط پر موہناڈپو کی مہر دیکھ کر والد صاحب وہاں پہنچ گئے اور تلاش کرتے کرتے میانہ گوندل تشریف لے آئے اور ملاقات ہوئی تو گلے لگا کر بہت روئے لہٰذا واپس گھر لے آئے۔

چند دن گھر پر گزارنے کے بعد پھر وہی اشتیاقِ حصولِ علم موجزن ہوا۔ آپ پھر بھاگ گئے اور موضع گوہر مضافاتِ منڈی بہاؤ الدین پہنچے۔ وہاں آپ کو ایک نہایت ہی مہربان اور تجربہ کار استاد مل گئے جن کا اسمِ گرامی حافظ فتح محمد صاحب تھا۔ وہ آپ کو اپنے مدرسا جو وال لے گئے اور بڑی محنت و جانفشانی سے قرآن مجید مکمل کرایا۔ قرآن حکیم مکمل حفظ کرنے کے بعد آپ گھر تشریف لے آئے۔

میلانِ طبع کو دیکھتے ہوئے گھر والوں نے مزید علومِ دینیہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی اور آپ دار العلوم جامعہ محمدیہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں داخل ہو گئے۔ دار العلوم کے شیخ الحدیث اور ناظمِ اعلیٰ علامۃ الدھر جامع المعقول و المنقول حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور آپ کو حضرت مولانا علامہ بشیر احمد سرگودھوی مرحوم کے سپرد فرما دیا۔ انہوں نے آپ کو قانونچہ کیسوانی، نحو میر اور شرح مائۃ عامل وغیرہ ابتدائی کتب پڑھائیں۔

تلاشِ مُرشدِ کامل

دورانِ تعلیم مرشدِ کامل کی تلاش ذہن میں آئی تو اپنے استاذِ مکرم حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سید احمد صاحب خطیب اعظم علی پور چٹھہ کی معیت میں آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ سراج السالکین قدوۃ العارفین قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز کے اکمل و اعظم خلیفہ مجاز، سلطان العارفین، قطبِ زماں اعلیحضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمہ اللہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "آپ حافظِ قرآن ہیں" پھر جواب سے پہلے خود ہی

فرمادیا : "ہاں آپ حافظِ قرآن تو ہیں" پھر فرمانے لگے "آپ کس لیے آئے ہیں؟"
آپ نے عرض کیا حضور ! اللہ اللہ سیکھنے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت خواجہ پیر سید نورالحسن شاہ صاحب
بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ پہلے بھی ایک دفعہ یہاں آئے تھے۔ آپ نے عرض کیا
ہاں حضور ! حاضر ہوا تھا۔ حضرت صاحبؒ کے اس عارفانہ کلام کا دل پر نہایت گہرا اثر ہوا
دراصل واقعہ یہ تھا کہ جب آپ اَجو وال میں قرآن مجید حفظ کر رہے تھے تو اس گاؤں کا
ایک چوہدری شیر محمد راجہ آپ کو ساتھ لے کر حضرت کیلیانوالہ شریف حاضر ہوا تھا راستہ
میں دورانِ گفتگو چوہدری صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حافظ صاحب ! بھلا مرشد کیسا
ہونا چاہیے ؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا جسے کم از کم اتنی خبر تو ہو کہ کوئی آنے والا عقیدت
لیے آ رہا ہے۔ جب یہ دونوں صاحب حاضر بارگاہ ہوئے تو جمعہ شریف کا دن تھا۔
حضرت صاحبؒ خطبہ کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ آیت قرآنی ، ھوالذی
ارسل رسولہ بالھدی الخ تلاوت فرمائی۔ دورانِ تقریر آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ
یہ کہتے ہیں کہ پیر وہ ہوتا ہے جسے خبر ہو کہ مرید آ رہا ہے۔ مگر دوستو ! آزمائش اچھی بات
نہیں ہوتی۔ ظنوا المؤمنین خیرا (مومنوں کے متعلق حسنِ ظن رکھو) حدیث پاک
پڑھی اور وعظ ختم فرمایا۔ خطبہ کے اختتام پر اشارہ فرمایا کہ اسے یعنی آپ کے ساتھی کو
پیچھے کر دو کیوں کہ چوہدری صاحب داڑھی مُنڈے تھے۔

اگلی صبح اجازتیں ملنے لگیں۔ سب لوگ اجازتیں لے لے کر جا رہے تھے جب
آخر میں آپ کی باری آئی تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو لوگ رہ گئے ہیں ان کو کہہ دو،
چلے جائیں۔ میری طبیعت خراب ہے۔ پھر کبھی آ جائیں۔ اس طرح قبلہ استاذی المکرم
کے دل میں یہ بات راسخ ہو گئی۔ شیخِ کامل یہی ہیں اور بہرصورت ان سے اکتساب
فیض کرنا چاہیے لیکن حضرت قبلۂ عالم نے بڑی کوشش کے بعد قبول فرمایا اور اپنے
حلقۂ ارادت میں داخل کیا۔ پھر فرمانے لگے کہ حافظ صاحب ! کوں کوں نہ کیا کرو۔ تہجد

پڑھا کرو، پھر سبق یاد کیا کرو، برکت ہوگی۔ اصل بات یہ تھی کہ جن دنوں حضرت استاذی المکرم قاذ پنچ کیسوالی پڑھتے تھے تورات کو اُٹھ کر صَرف کی گردانیں منہ بند کرکے ناک کے راستے دہرایا کرتے تھے جس کو حضرت شیخؒ نے "کوں کوں" سے تعبیر فرمایا۔ یہ آپؒ کا کشفِ باطنی تھا۔ اس کے بعد حضرت قبلہؒ نے فرمایا۔ "حافظ صاحب! جلدی "گھتی" مارنا" یعنی جلدی آنا۔ آپ اگلے جمعہ تیس میل پیدل چل کر درگاہ شیخ پر پہنچے تو حضرت شیخ نے آپ کا وظیفہ مکمل فرمادیا اور ساتھ ہی فرمایا "حافظ صاحب! اب کی بار بہت جلدی گھتی" مارنا" یعنی بہت جلدی آنا۔

استاذی المکرم نے اگلے جمعہ کو حاضر ہونے کا ارادہ کیا مگر اس سے پہلے ہی حضرتِ شیخ کیلانی اس دارِ فانی سے پردہ فرما گئے۔ یہ سارا واقعہ حرف بحرف قبلہ استاذی المکرم نے خود بیان فرمایا۔

تکمیلِ علم بعد ازاں استاذِ گرامی حضرت مولانا علامہ محمد علی صاحب مدظلہ العالی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخل ہوئے اور بحر العلوم استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول علامۂ زمان حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی فیصل آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت مولانا قبلہ رضوی صاحب نے نہایت جانفشانی بکمال محنت و شفقت سے پڑھایا اور آپ نے انہیں سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ استاذی المکرم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جتنی محنت اور محبت میرے ساتھ قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب نے فرمائی ہے اس کی شاید ہی کہیں مثال مل سکتی ہو۔

علومِ درسیہ سے فراغت کے بعد آپ نے اورنٹیل کالج لاہور سے نمایاں حیثیت سے فاضلِ عربی کا امتحان پاس فرمایا پھر حضرت مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی کی وساطت سے محدثِ اعظم پاکستان حضرت قبلہ مولانا علامہ سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے اکتسابِ حدیث کے بعد سندِ حدیث حاصل کی۔

دار العلوم کا قیام

۱۹۶۳ء میں بلال گنج امیر روڈ لاہور میں ایک قطعۂ زمین خرید کر ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مکرم و محترم استاد قبلہ مولانا علامہ غلام رسول صاحب رضوی دام ظلہ العالی کے نام نامی کی نسبت سے اس ادارہ کا نام دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ تجویز فرمایا۔ اس وقت اس دار العلوم میں شعبہ حفظ القرآن تجوید و قراءت، درس نظامی، دورۂ حدیث اور دورۂ تفسیر القرآن نہایت محنت اور جانفشانی سے پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا ہی نتیجہ ہے کہ وہ دار العلوم جس کا اجراء ایک چھوٹی سی کٹیا سے ہوا تھا۔ آج ایک عظیم الشان بلند و بالا عمارت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دینی طلباء کے لیے ہر قسم کے قیام و طعام کا تسلی بخش انتظام کیا گیا ہے اور سینکڑوں اندرونی و بیرونی طالبانِ دینِ متین اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

ادارہ ہنوز تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ دُعا ہے خدائے ذوالجلال اپنے حبیب باکمال کے طفیل اس دار العلوم کو دن دُگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور تشنگانِ حق کے لیے چشمۂ علم و عرفان بنائے رکھے آمین۔

اولاد

حضرت استاذی المکرم شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ کے چار صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے مولانا قاری محمد طیب صاحب ہیں جو حافظ قرآن فاضل قراءات سبعہ عشرہ، فاضل درسِ نظامی اور فاضل السنۂ شرقیہ ہیں۔ دار العلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رضویہ میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جامعہ ہذا میں نظامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں ——— دوسرے دو صاحبزادے حافظ رضائے مصطفےٰ اور حافظ احمد رضا بھی حافظِ قرآن ہیں اور دینی تعلیم کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔ چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحبزادے محمد رضا صاحب ہیں جو قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔ خدا اس گلشن کی بہار کو ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین بحرمت سید المرسلین۔

الراقم: بندۂ ناچیز حافظ محمد صابر علی صابر۔ محلہ گنج حسین آباد نارووال ضلع سیالکوٹ

وجہِ تصنیف

از قلم مُصنّف

۱۹۵۴ء میں جامع مسجد تکیہ سادھواں نزد چوک رنگ محل لاہور میں راقم کا بطورِ خطیب تقرر ہوا۔ قریب چوک نواب صاحب اندرون موچی گیٹ لاہور میں اہلِ تشیع کا عرصہ سے بہت بڑا گڑھ ہے۔ اس وجہ سے کافی عرصہ تک اس فرقہ کے لوگوں سے مڈبھیڑ رہی اور اکثر اوقات ان سے بحث و مباحثہ بھی ہوا۔ ۱۹۵۷ء میں خدائے کریم نے حرمین شریفین کی زیارت نصیب فرمائی۔ سفر چوں کہ خشکی کا تھا اس لیے واپسی براستہ ایران تھی۔ واپس آتے ہوئے ایران سے مذہب شیعہ کی معتبر کتب کثیر تعداد میں خریدیں۔ کافی عرصہ تک ان کتب کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا۔ شانِ صحابہ اور مقاماتِ اہلِ بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے آپس میں تعلقات اور دیگر بہت سے مسائل کے بارے میں بڑا گراں مایہ مواد حاصل ہوا۔ اب تو اس بحث و مباحثہ میں مزید اضافہ ہو گیا اور ایک دفعہ تو اہلِ تشیع کے نامور مقرر و مناظر مولوی محمد اسمٰعیل شیعہ سے کرسٹہ ولی شاہ میں صورتِ مناظرہ پیش آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح عطا فرمائی۔

اس کے بعد میرے ساتھی علماء نے مجھے مذہب شیعہ کے بارے میں ایک مفصل کتاب تحریر کرنے کی طرف توجہ دلائی اور پر زور مطالبہ کیا کہ میں اس عظیم بوجھ کو اُٹھاؤں۔ ان کا کہنا تھا کہ شیعہ مذہب کی حقیقت و واقفیت سے بہت کم علماء واقفیت رکھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا یہ ذہنی اور کتابی سرمایہ و ذخیرہ تمہارے تک ہی محدود رہے اور مخلوقِ خدا اس کے فائدۂ عظمیٰ سے محروم رہے مگر چوں کہ درس و تدریس کی ذمہ داریوں اور

دارالعلوم کے انتظامی امور کی وجہ سے لمحہ بھر کی بھی فرصت نہ تھی۔ فلہٰذا اس بارِ گراں کو اٹھانے کی ہمت نہ کر سکا۔

اسی دوران پھر زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عاشقِ رسول پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، شیخ العرب والعجم حضرت علامہ ضیاء الدین صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدم بوسی سے مستفید و مستفیض ہوا۔ آپ نے میرے لیے بہت سی خصوصی دُعائیں فرمائیں۔ پھر آپ کے لختِ جگر نورِ نظر، عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل حضرت مولانا قبلہ فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی سے تعارف ہوا۔ تقریباً دو ماہ آپ کی رفاقت و معیت میں مدینہ پاک گزارنے اور کوچہائے محبوب کو آنکھوں میں بسانے کا موقع ملا۔ واپسی کے وقت حبیب الہیٰ کی وساطت سے حضرت مولانا علامہ ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا تو باوجودیکہ آپ پر مرض کی شدت تھی پھر بھی میرے لیے آپ نے بہت سی دعائیں فرمائیں اور سب سے خصوصی دُعا تھی کہ اللہ تعالےٰ مجھے (راقم کو) مفید کتب تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخر میں اٹھتے وقت بڑی شفقت و عنایت کے ساتھ کچھ کتابیں اور اپنی دستارِ مبارک بطورِ یادگار عطا فرمائی پاکستان پہنچنے پر راقم نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب ضرور ایک کتاب لکھوں گا۔ کیوں کہ بڑے بڑے اولیاء اور علماء کی دُعائیں میرے ساتھ ہیں۔ جب کتاب کی دو جلدیں لکھ چکا تو ان کا مسودہ لے کر آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف پیری و مرشدی جناب قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیبِ سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کی خدمت پاک میں حاضر ہوا۔ آپ نے دربارِ پاک کے سامنے بیٹھے بیٹھے ان کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمایا اور خوشی سے جھوم اُٹھے۔ فرمایا مولوی صاحب! دعائیں تو پہلے بھی آپ کے لیے کرتے رہے ہیں مگر اب تو ہمیشہ آپ کے لیے خصوصی دعائیں کرتے رہیں گے اور اور حضرتِ قبلۂ عالم کیلانی رحمہ اللہ کا عرس پاک جو آپ اپنے مدرسہ میں سالانہ منعقد کرتے

ہیں، اس میں ہمیشہ شریک ہوتے رہیں گے اور ان شاء اللہ کبھی ناغہ نہیں ہوگا۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ آپ نے عظمتِ صحابہ، مقاماتِ اہلِ بیت، شانِ خلفائے راشدین اور ان حضرات کے آپس میں خوشگوار تعلقات کو بادلائل واضح اور نمایاں کرنے کی کوشش وسعی فرمائی ہے اور معاندین کے اعتراضات کے منہ توڑ جوابات دیے ہیں اور یہ میری پرانی دلی تمنا تھی جس کو تم نے پورا کر دیا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ہمارا ایمان ہے کہ مومن کو جو کچھ بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ سب صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے واسطہ و وسیلہ سے ہوتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی کو بھی صحابہ کرام کے وسیلہ کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا۔

تو جب میں نے قبلۂ عالم کے ان الفاظ کو سنا جو آپ نے اپنی مقبول دعاؤں اور یقینی وعدوں سے مجھ پر انعامات فرمائے تو میرا ایک عقدہ حل ہو گیا وہ یہ تھا کہ میرے دل میں بسا اوقات خیال پیدا ہوتا کہ اتنا مدلل اور مضبوط علمی ذخیرہ مجھ ایسے ناتجربہ کار آدمی کے ہاتھوں کیسے جمع ہو گیا لیکن آج مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ پیری و مرشدی حضرت صاحب قبلہ کی پرانی دلی تمناؤں اور آپ کے روحانی تصرفات کا نتیجہ ہے۔

آخر میں فقیر بارگاہِ ایزد متعال میں دست بدعا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ کا روحانی سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رہے اور آپ کے آستانہ عالیہ کی روح افزا بہاریں ہمیشہ پائندہ و تابندہ رہیں اور طالبانِ حق اس چشمۂ معرفت سے سیراب ہوتے رہیں۔ آمین

محمد علی عفا اللہ عنہ

خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف و ناظم و مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ رجسٹرڈ

بلال گنج لاہور

بانئ مذہب شیعہ

عبداللہ بن سباء کا تعارف

عبداللہ بن سبا علماء یہود میں سے ایک سربرآوردہ عالم تھا اور جب سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال کر فلسطین کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس وقت سے اس کے دل میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی آگ سلگ رہی تھی اور وہ اندر ہی اندر ایسی تراکیب سوچتا رہتا تھا جن کے ذریعہ مسلمانوں سے بغض و عداوت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کر سکے۔ انہی تراکیب میں سے ایک ترکیب اسے یہ سوجھی کہ مسلمان ہو کر پھر ان کے راز و نیاز سے واقفیت حاصل کی جائے اور کچھ ساتھی ڈھونڈھے جائیں تاکہ مستقل گروہ بن جانے پر اسلام کے خلاف آواز بلند کی جائے۔ چنانچہ وہ یمن سے مدینہ آیا اور مدینہ آکر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے۔ آپ کی نرم دلی اور خوش خلقی سے اس نے یہ ناجائز فائدہ اٹھایا کہ مختلف حیلوں بہانوں سے حضرت عثمان کا اعتماد حاصل کر لیا اور اس اعتماد سے اب وہ اپنی مخفی دشمنی کے لیے راستہ ہموار کرنے کے درپے رہنے لگا اور اپنے ہم خیال لوگوں کی تلاش میں مصروف ہوا۔

"جوئندہ یابندہ" کے مطابق اسے ایسے ہمنوا مل گئے جو بظاہر مسلمان تھے لیکن دل سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے۔ ان سے میل جول صلاح و مشورہ شروع ہوا اور خفیہ خفیہ ایک منظم گروہ تیار کر لیا۔ اسی منظم گروہ کے ذریعہ اس نے اولین کامیابی یہ حاصل کی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرا دیا۔ اس یہودی عالم (عبداللہ بن سبا)

کی ان خفیہ سرگرمیوں اور اسلام و مسلمانوں کے ساتھ بغض و عداوت کی تفصیلات شیعہ سُنّی دونوں مکتبۂ فکر کے مورخین کے ہاں صراحۃً ملتی ہیں۔

۱ کامل ابن اثیر :

وَكَانَ ذٰلِكَ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا وَاَسْلَمَ اَيَّامَ عُثْمَانَ ثُمَّ تَنَقَّلَ فِي الْحِجَازِ ثُمَّ بِالْبَصْرَةِ ثُمَّ بِالْكُوفَةِ ثُمَّ بِالشَّامِ يُرِيْدُ اِضْلَالَ النَّاسِ فَلَمْ يَقْدِرْ مِنْهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَاَخْرَجَهُ اَهْلُ الشَّامِ فَاَتٰى مِصْرًا فَاَقَامَ فِيهِمْ وَقَالَ لَهُمْ اَلْعَجَبُ مِمَّنْ يُصَدِّقُ اَنَّ عِيْسٰى يَرْجِعُ وَيُكَذِّبُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَرْجِعُ فَوَضَعَ لَهُمُ الرَّجْعَةَ فَقُبِلَتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنَّهُ كَانَ لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيٌّ وَعَلِيٌّ وَصِيُّ مُحَمَّدٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ لَمْ يُجِزْ وَصِيَّةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَثَبَ عَلٰى وَصِيِّهِ وَاَنَّ عُثْمَانَ اَخَذَهَا بِغَيْرِ حَقٍّ فَانْهَضُوْا فِي هٰذَا الْاَمْرِ وَابْدِءُوْا بِالطَّعْنِ عَلٰى اُمَرَائِكُمْ۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر جلد سوم صفحہ ۱۵۴ دخلت سنۃ خمس وثلاثین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ : بات یہ تھی کہ عبداللہ بن سبا راصل یہودی تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام قبول کر کے حجاز آگیا۔ پھر بصرہ پھر کوفہ اور اس کے بعد شام گیا اور ہر مقام پر اس نے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی اور شامیوں نے اسے شام سے باہر نکال دیا۔ وہاں سے یہ مصر پہنچا اور وہاں آکر قیام پذیر ہوا۔ وہاں اس نے مصریوں کو کہا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ اگر کوئی

یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ آئیں گے تو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد واپسی کا کہا جائے تو اسے جھٹلاتے ہیں۔ اس طرح "رجعت" کا عقیدہ اس نے گھڑا۔ کچھ لوگوں نے اس کی یہ بات قبول کرلی۔ اس کے بعد دوسرے عقیدہ کو پھیلایا اور کہا کہ ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی "وصی" ہوا ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے "وصی" حضرت علی ہیں۔ تو جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو جاری نہیں کرتا۔ اس سے بڑھ کر اور ظالم کون ہوگا حضرت عثمان نے ناحق خلافت پر قبضہ کر رکھا ہے۔

لہذا اس لیے کمر بستہ ہو جاؤ، اور اپنے حاکموں پر طعن کا سلسلہ شروع کر دو۔

۲ البدایہ والنّہایہ :

وَذَكَرَ سَيْفُ بْنُ عُمَرَ اَنَّ سَبَبَ تَاَلُّبِ الْاَحْزَابِ عَلٰى عُثْمَانَ اَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَبَا كَانَ يَهُوْدِيًّا فَاَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَصَارَ اِلٰى مِصْرِ فَاَوْحٰى اِلٰى طَائِفَةٍ مِّنَ النَّاسِ كَلَامًا اِخْتَرَعَهٗ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ مَضْمُوْنُهٗ اَنَّهٗ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ اَلَيْسَ قَدْ ثَبَتَ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ سَيَعُوْدُ اِلٰى هٰذِهِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْهُ فَمَا تُنْكِرُ اَنْ يَّعُوْدَ اِلٰى هٰذِهِ الدُّنْيَا وَهُوَ اَشْرَفُ مِنْ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ثُمَّ يَقُوْلُ وَقَدْ كَانَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَمُحَمَّدٌ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَعَلِيٌّ خَاتَمُ الْاَوْصِيَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ مِنْ عُثْمَانَ وَعُثْمَانُ مُعْتَدٍ فِىْ

وِلَايَتِهِ مَا لَيْسَ لَهُ فَانْكَرُوْا عَلَيْهِ وَ اَظْهَرُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَافْتَتَنَ بِهِ بَشَرٌ كَثِيْرٌ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ وَ كَتَبُوْا اِلٰى جَمَاعَاتٍ مِّنْ عَوَامِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَ الْبَصْرَةِ فَتَمَالُوْا عَلٰى ذٰلِكَ وَ تَكَاتَبُوْا فِيْهِ وَ تَوَاعَدُوْا اَنْ يَجْتَمِعُوْا فِي الْاِنْكَارِ عَلٰى عُثْمَانَ وَ اَرْسَلُوْا اِلَيْهِ مَنْ يُنَاظِرُهُ وَ يَذْكُرُ لَهُ مَا يَنْقِمُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ تَوْلِيَتِهِ اَقْرِبَائَهُ وَ ذَوِيْ رَحِمِهِ وَ عَزْلِهِ كِبَارَ الصَّحَابَةِ فَدَخَلَ هٰذَا فِيْ قُلُوْبِ كَثِيْرٍ مِّنَ النَّاسِ ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ فی تذکرہ سنۃ اربع و ثلاثین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: سیف بن عمر نے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لشکر کشی کا سبب یہ تھا کہ ایک شخص عبد اللہ بن سبا نامی یہودی تھا اس نے اسلام لانا ظاہر کیا اور مصر جا کر لوگوں کو ایک من گھڑت "وحی" سنائی جس کا مضمون یہ تھا کہ ایک آدمی کو وہ کہتا ہے کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے؟ وہ آدمی جواباً کہتا ہے یہ درست ہے۔ پھر اسی شخص کو وہ کہتا کہ اگر یہی بات کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہے (یعنی آپ بھی دوبارہ تشریف لائیں گے) تو تم اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ بن مریم سے افضل ہیں۔ (لہٰذا انہیں ضرور دوبارہ آنا ہے)

پھر وہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا "وصی" مقرر فرمایا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاوصیاء ہوئے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ امر خلافت کے حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ سے زیادہ حق دار ہیں۔ عثمان نے امرِ خلافت میں زیادتی کی اور خود امیر بن بیٹھے۔ یہ سن کر لوگوں نے حضرت عثمان پر بہت سے اعتراضات کرنے شروع کر دیے اور اپنے مذموم عزائم کو "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کے رنگ میں پھیلانا شروع کیا اس سے اہلِ مصر کی ایک کثیر تعداد فتنہ کی زد میں آگئی۔ انہوں نے کوفہ اور بصرہ کے عوام کو رقعہ جات لکھے جس کے بعد کوفی اور بصری لوگ ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انکار پر سب متفق ہو گئے۔ انہوں نے کئی ایک آدمی حضرت عثمان کے ساتھ مناظرہ کے لیے بھیجے اور کچھ ایسے پیغامات بھیجے کہ ہم آپ کے اس رویہ پر احتجاج کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو مختلف عہدوں پر کیوں فائز کیا؟ اور بڑے بڑے صحابہ کرام کو کوئی اہمیت نہ دی تو یہ باتیں بہت سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں۔

بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی کے عقائد کے بیان میں اہل سنت کی مذکورہ کتب کی تائید شیعہ تواریخ سے بھی ہوتی ہے۔ یہاں چند ایک شیعی کتب کی عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

۳ روضۃ الصفا:

شیعہ عقائد کی مشہور تاریخ روضۃ الصفا میں موجد اہل تشیع عبداللہ بن سبا کے عقائد کی تشریح ان الفاظ میں موجود ہے۔

ابن السوادکہ در کتب مورخانِ عجم بعبداللہ ابن سبا اشتہار یافتہ حبری بود از احبارِ یہود صنعا بسودای آنکہ عثمان اورا معزز و محترم دارد بمدینہ آمدہ ایمان آوردہ در سلکِ اربابِ اسلام انتظام یافت چوں جمال مطلوب او از حجاب نقاب منکشف نگشت با طائفہ از اصحاب کہ از عثمان نفاری

دردل داشتند اختلاط وانبساط آغاز نهاده قواعدِ محبت والفت استحکام دادند وبہ بدگوئی وعیب جوئی عثمان با ایشاں ہمداستاں شدہ باب فتنہ وفساد بکشاد چوں عثمان از اینحال آگاہ گشت گفت ایں جہود بارے کیست کہ از وی ایں ہمہ تحمل باید کرد وباخراج او آخر از مدینہ فرمانداد عبداللہ چوں میدانست کہ مخالفانِ عثمان در مصر بسیار اند روی توجہ بداں دیار نہاد بمصریاں ملحق گشتہ باظہارِ تقوٰی وعلمِ خویش بسیاری از اہلِ مصر رابفریفت بعد از رسوخ عقیدہ از طائفہ بایشیاں درمیان نہاد کہ نصاری میگویند کہ عیسٰی مراجعت نمودہ از آسمان بزمین نازل خواہد شد وہمگناں را مسلم است کہ حضرت خاتم الانبیاء افضل از عیسٰی است پس او برجعت اولی باشد وخدائے عزّ وعلا وے را نیز بایں وعدہ فرمود چنانکہ میفرمائد کہ "ان الذین فرض علیك القرآن لرادّك الی معاد" وبعد از آنکہ سفہائے مصر برایں معنی عبداللہ را مصدق داشتند با ایشاں گفت کہ ہر پیغمبر را خلیفہ ووصی ے بودہ است وخلیفۂ رسول علی است کہ بحلیہ زہد و تقوٰی وعلم وفتوٰی آراستہ است وبشمۂ کرم وشجاعت وشیوہ امانت ودیانت وتقوٰی وعلم وفتوٰی آراستہ وامت بخلاف نص محمد صلی اللہ علیہ وسلم برعلی ظلم روا داشتند وخلافت حق وے بود باو نگذاشتند اکنوں نصرت ومعاونت آنحضرت برجہانیاں واجب ولازم است و اتباع اقوال وافعال او برذمت ہمت عالمیان امرِ محتم وبسیار از مردم مصر کلمات ابن السوداء را در خاطر جائے دادہ پائے از دائرۂ متابعت مطاوعت عثمان بروں نہادند۔

(روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۷۰ہ ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:

ابن السواد جو کہ غیر عرب مؤرخین میں عبداللہ بن سبا کے نام سے مشہور ہے صنعا کے یہودیوں میں سے ایک بڑا عالم تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چوں کہ اسے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ ان کے اس رویہ کی بنا پر مدینہ میں آکر جماعت مسلمین میں شامل ہوگیا۔ جب اس کا مقصد ناکامیابی کے پردوں سے باہر نہ نکل سکا یعنی اس کا دلی مقصد پورا نہ ہوا تو اس نے ان لوگوں کے ساتھ میل جول بڑھانا شروع کردیا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دلی کدورت رکھتے تھے۔ باہمی محبت و پیار کے عہد و پیمان باندھے۔ حضرت عثمان کی عیب جوئی اور بدگوئی میں ان کا ساتھ دینا شروع کردیا۔ اس طرح فتنہ و فساد کا دروازہ کھولا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حالات سے آگاہ ہوئے تو خیال فرمایا کہ یہ شخص کون ہے جو اتنے بڑے فتنہ کا باعث بن رہا ہے۔ اسے کیوں برداشت کیا جا رہا ہے۔ آپ نے اسے مدینہ سے نکالنے کا فیصلہ فرمالیا۔ جب عبداللہ بن سبا کو یہ معلوم ہوا کہ مصر میں حضرت عثمان کے مخالفین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے تو جانب مصر روانہ ہوگیا۔ وہاں جا کر اپنے تقویٰ اور علم کی باتوں سے لوگوں کو اپنا فریفتہ کرلیا۔ جب بہت سے لوگوں نے اس کے خیالات و عقائد کو قبول کرلیا تو فوراً ایک نیا عقیدہ ان کے سامنے پیش کردیا۔ وہ یہ کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اُتر کر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہٰذا آپ کو دوبارہ تشریف لانے کا زیادہ حق ہے۔ خود اللہ تعالیٰ

نے بھی آپ کے دوبارہ واپسی کا وعدہ فرمایا ہے ۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے :
اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ۔ جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا وہ یقیناً آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف لوٹائے گا ۔

جب عبداللہ بن سبا کی اس کوشش اور عقیدہ کو مصریوں نے قبول کر لیا تو اس نے ان سے کہا کہ دیکھو ہر پیغمبر کا ایک نہ ایک خلیفہ اور وصی ہوتا رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور وصی حضرت علی ہیں جو زہد و تقویٰ اور علم و فتویٰ سے مزین ہیں اور کرم و سخاوت ، شجاعت و امانت اور تقویٰ و دیانت سے آراستہ ہیں ۔ لیکن امت (لوگوں) نے آپ کی واضح ہدایات کے خلاف چل کر حضرت علی کو خلافت نہ دے کر ظلم کیا ہے ۔ اب تمام لوگوں پر یہ لازم و واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے اجراء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاونت و نصرت کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال و افعال کی تعمیل سب لوگوں پر واجب ہے ۔

ان کلمات کو سن کر بہت سے مصری لوگ اس کے شیدائی ہو گئے اور اس کی باتوں کو دل سے قبول کر لیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی متابعت و اطاعت سے روگرداں ہو گئے ۔

۴ فرقِ شیعہ :

وَحَكٰی جَمَاعَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا كَانَ یَهُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ وَ وَالٰی عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ وَكَانَ یَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰی یَهُوْدِیَّتِهٖ فِیْ یُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ بَعْدَ مُوْسٰی

عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْمَقَالَةِ فَقَالَ فِيْ إِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَشْهَرَ الْقَوْلَ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَكَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ فَمِنْ هُنَاكَ قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ الرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْيَهُوْدِيَّةِ

(کتاب فِرَقُ الشیعۃ لابی محمد بن موسی

النوبختی ص ۴۴ مطبوعہ حیدریہ نجفِ اشرف من علماء

قرن الثالث تحت فرقہ "السبائیۃ")

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ علم ساتھیوں نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویدار ہوا یہودیت کے دوران وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت یوشع بن نون کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا تھا (یعنی حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے خلیفہ اور وصی تھے) مسلمان ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہی باتیں کہیں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کو مشہور کیا اور حضرت علی کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور آپ کے مخالفین کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین کہتے ہیں کہ رفض (شیعیت) کی جڑ یہودیت ہے (یعنی یہودیت نے ہی ظہورِ اسلام کے بعد شیعیت کا روپ دھار لیا ہے۔)

مذہب تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی، شیعہ مورخین کا اعتراف

۵۔ ناسخ التواریخ:

عبداللہ بن سبا مرد جہود بود در زمان عثمان بن عفان مسلمانی گرفت واو از کتب پیشین و مصاحف سابقین نیک دانا بود چوں مسلمان شد خلافتِ عثمان در خاطر او پسندیدہ نیفتاد، پس در مجالس ومحافل اصحاب بنشستے و قبائح اعمال و مثالب عثمان را ہر چہ توانستے باز گفتے، ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں جہود کیست و فرمان کرد تا اورا از مدینہ اخراج نمودند۔

عبداللہ بمصر آمد وچوں مرد عالم و دانا بود مردم برو گرد آمدند و کلمات اورا باور داشتند، گفت ہاں اے مردم مگر نشنیدہ اید کہ نصاریٰ گویند عیسیٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند و باز آید چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است چوں عیسیٰ رجعت تواں کرد محمد کہ بگیاں فاضلتر ازوست چگونہ رجعت نکند وخداوند نیز در قرآن کریم میفرماید ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔

چوں ایں سخن در خاطر ہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد و بیست و چہار ہزار پیغمبر بدیں زمین فرو فرستاد وہر پیغمبرے را وزیرے و خلیفتے بود چگونہ میشود پیغمبرے از جہاں بردو خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد وزیرے و خلیفتے بخلق نگمارد و کار امت را مہمل بگذارد؟ ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصی وخلیفہ بود چنانکہ خود فرمود انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ ازیں میتواں دانست کہ علی علیہ

السلام خلیفۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است وعثمان ایں منصب را غصب کردہ و باخود بستہ عمر نیز بناحق ایں کار بشوریٰ افگند وعبدالرحمٰن بن عوف بہوائے نفس دست بردست عثمان زد ودست علی را کہ گرفتہ بود با او بیعت کند رہا داد

اکنوں بر ماکہ در شریعت محمدیم واجب میکند کہ از امر بالمعروف ونہی از منکر خویشتن داری نکنیم، چنانکہ خدا فرماید۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر پس با مردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد واجب میکند کہ چندانکہ بتوانیم عمالِ عثمان را کہ آتش جور وستم را دامن ہمیز نند ضعیف داریم وقبائح اعمالِ ایشاں را بر عالیاں روشن سازیم و دلہائے مردم را از عثمان وعمال او بگردانیم، پس نامہ ہا نوشتند واز عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند ومردم را یکدل ویکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند و بر عثمان امر بالمعروف کنند واو را از خلیفتی خلع فرمایند۔

عثمان ایں معنیٰ را تفرس ہمیکرد ومروان بن الحکم جاسوسا بشہرہا فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگانِ ہر بلد در خلع عثمان ہمداستان اند لاجرم عثمان ضعیف دور کارِ خود فرو ماند۔ ۱۲

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم صفحہ ۲۳۷ و ۲۳۸
طبع جدید مطبوعہ تہران دورانِ خلافت عثمان بن عفان،
مصنفہ مرزا محمد تقی)

ترجمہ: عبداللہ بن سبا ایک یہودی آدمی تھا۔ عہد عثمانی میں اسلام لایا اور کتبِ سابقہ

و مصاحبِ گزشتہ سے خوب واقف تھا۔ جب مسلمان ہوا تو عثمان کی خلافت
اس کو اچھی نہ لگی چنانچہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ محافل میں بیٹھتا اور عثمان کے
متعلق جتنا کچھ قبیح افعال کا ذکر کر سکتا کرتا رہتا تھا۔ عثمان (رضی اللہ عنہ) کو یہ خبر ملی
تو کہا الٰہی یہ یہودی کون ہے؟ چنانچہ حکم دیا کہ اسے مدینہ شریف سے نکال دیا
جائے۔ عبداللہ بن سبا مصر آ پہنچا چوں کہ عالم دوانا آدمی تھا اس لیے لوگ
اس کے گرد جمع ہونے شروع ہوگئے اور اس کی باتیں قبول کرنے لگے، تب
اس نے کہا: اے لوگو! تم نے سنا نہیں کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے عیسیٰ علیہ السلام
دنیا میں واپس آئیں گے اور ہماری شریعت کے مطابق بھی یہ بات درست
ہے۔ اگر عیسیٰ واپس آ سکتے ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ان سے افضل ہیں کیوں
واپس نہیں آ سکتے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں فرماتا ہے: (ترجمہ) جس خدا نے
تجھے قرآن دیا وہ تجھے لوٹنے کے وقت پر لوٹائے گا۔

جب یہ بات لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوگئی (رجعت کا عقیدہ پختہ ہو
گیا) تو اب ابن سبا نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس
زمین پر بھیجے اور ہر پیغمبر کا ایک وزیر اور خلیفہ ہوا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے
کہ ایک پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے جائے جب کہ وہ صاحب
شریعت نبی ہو مگر اپنا خلیفہ و نائب لوگوں میں نہ چھوڑ جائے۔ اپنی امت
کا معاملہ (مسئلہ خلافت) مہمل چھوڑ جائے؛

لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علی علیہ السلام وصی ہیں اور خلیفہ ہیں،
جیسا کہ آپ نے علی کو خود فرمایا تو میرے لیے یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام
کے لیے ہارون علیہ السلام۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ علی علیہ السلام ہی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور عثمان نے یہ منصب (خلافت) غصب کر کے

اپنے اوپر چپاں کر رکھا ہے۔ عمر نے بھی کسی حق کے بغیر یہ شوری پر ڈال دیا اور عبدالرحمٰن بن عوف نے نفسانی ہوس سے عثمان کی بیعت کر لی اور علی کا ہاتھ بھی اس نے پکڑ رکھا تھا جب علی نے بیعت کر لی تو اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

اب جو ہم شریعتِ محمدی میں ہیں ہم پر واجب آتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سستی نہ کریں جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے (ترجمہ) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے لائی گئی تاکہ انہیں نیکی کا حکم کرے، برائی سے روکے۔

پھر ابن سبا نے لوگوں سے کہا ابھی ہم میں یہ طاقت نہیں کہ عثمان کو خلافت سے اتار سکیں۔ البتہ یہ ہم پر ضروری ہے کہ جتنا ہو سکے عثمان کے عمال (گورنروں) کو جو ظلم وستم روا رکھے ہیں کمزور کر ڈالیں ان کے قبیح اعمال اہلِ دنیا پر واضح کریں اور لوگوں کے دل عثمان اور اس کے عمال سے متنفر کر ڈالیں چنانچہ انہوں نے کئی خطوط لکھے اور والیٔ مصر عبداللہ بن سعد (کے ظلم) کی شکایت کرتے ہوئے جہان میں ہر طرف ارسال کر دیے اس طرح انہوں نے لوگوں کو اس بات پر یکدل بنایا کہ وہ مدینہ میں جمع ہو کر عثمان کو امر بالمعروف کریں اور اسے خلافت سے اتار دیں۔

عثمان یہ معاملہ سمجھتے تھے اور مروان بن حکم نے ہر شہر میں جاسوس بھیجے چنانچہ وہ یہ خبر لے کر واپس آئے کہ ہر شہر کے بڑے لوگ عثمان کو اتار دینے میں یکزبان ہیں۔ ناچار عثمان کمزور ہو گئے اور اپنے معاملہ میں عاجز آ گئے (قتل ہو گئے)۔

ثابت ہوا:

معتبر شیعہ مورخ مرزا تقی کی مذکورہ عبارت سے یہ امور ثابت ہو گئے :

۱: عبداللہ بن سبا پکا یہودی تھا جو عہدِ عثمانی میں اسلام لایا۔ مگر درپردہ یہودی ہی رہا جیسا کہ فرق شیعہ کی عبارتؒ نے اس پر نص کر دی ہے۔ ساتھ یہ بھی واضح ہوا کہ وہ ایک فاضل و دانائے کتبِ سابقہ شخص تھا۔

۲: اس نے شیعہ مسلک کی بنیادیں ڈالی کہ سب سے اول مسئلہ رجعت پیدا کیا اور لوگوں کو ذہن نشین کرایا جو کہ شیعہ عقائد کی جڑ ہے۔

۳: مسئلہ رجعت کے ایجاد کے بعد لوگوں کو یہ ذہن نشین کرایا کہ علیؓ ہی نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کا صحیح خلیفہ اور وصی ہے اور خلفائے ثلاثہ نے یہ حق ان سے غصب کیا۔

۴: یہ دو عقیدے ایجاد کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ انہیں لوگوں میں عام ترویج دی جائے چنانچہ اس نے مختلف ممالک میں ہر طرف خطوط روانہ کیے اور عثمان غنیؓ کو خلافت سے اتارنے کے لیے سازش کا ایک وسیع جال پھیلا دیا جس میں وہ کامیاب ہوا اور نتیجتاً عثمانِ غنیؓ شہید ہو گئے اور مسلکِ شیعہ کی بنیاد مضبوط ہو گئی خلاصہ یہ ہوا کہ مسلکِ اہلِ تشیع کی بنیاد رکھنے والا ایک بہت بڑا یہودی عالم تھا جو بظاہر اسلام لانے کے باوجود درپردہ یہودی ہی رہا جیسا کہ "تاریخ روضۃ الصفا اور فرق الشیعہ جیسی معتبر شیعہ کتب سے اس کی نہایت وضاحت ہو چکی اور آئندہ مزید شواہد آرہے ہیں۔ اس یہودی عالم نے اسلام کے متعلق اپنی قلبی شقاوت و عداوت کو تسکین دینے کے لیے شیعہ مذہب کی بنیاد رکھی اور اسلام کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہوا اور قتلِ عثمان غنیؓ میں کامیاب ہو کر فساد کا وہ دروازہ کھولا جو آج تک بند نہیں ہو سکا۔

(یہودیت نے شیعیت کو ختم کر دیا ہے)

۶ انوارِ نعمانیہ :

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بنُ سَبَا لِعَلِیٍّ اَنْتَ الْاِلٰہُ حَقًّا فَنَفَاہُ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی الْمَدَائِنِ وَ قِیْلَ اِنَّہٗ کَانَ یَہُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ وَکَانَ فِی الْیَہُوْدِیَّۃِ یَقُوْلُ فِیْ یُوْشَعَ بنِ نُوْنٍ وَفِیْ مُوْسٰی مِثْلَ مَا قَالَ فِیْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَام وَ قِیْلَ اِنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ اَظْہَرَ الْقَوْلَ بِوُجُوْبِ اِمَامَۃِ عَلِیٍّ ۔

(انوارِ نعمانیہ مصنفہ نعمت اللہ جزائری صفحہ ۱۹۷ ،
طبع قدیم مطبوعہ ایران، طبع جدید جلد ۲ ص ۲۳۴، فرقہ سبائیہ

ترجمہ :

عبداللہ بن سبا نے حضرت علی کے بارے میں "الٰہ" ہونے کا عقیدہ ایجاد کیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جلاوطن کر دیا اور کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں یہودی تھا پھر مسلمان ہوگیا۔ یہودیت کے دوران حضرت یوشع بن نون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتا تھا جیسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "وجوبِ امامت" کا عقیدہ اسی کی اختراع و ایجاد ہے ۔

۷ رجال کشی :

وَذَکَرَ بَعْضُ اَہْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بنَ سَبَا کَانَ یَہُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ وَ وَالٰی عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ

وَكَانَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلٰى يَهُوْدِيَّتِهٖ فِيْ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَصِيِّ مُوْسٰى بِالْغُلُوِّ فَقَالَ فِيْ اِسْلَامِهٖ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ اَشْهَرَ بِالْقَوْلِ بِفَرْضِ اِمَامَةِ عَلِيٍّ وَاَظْهَرَ الْبَرَاءَةَ مِنْ اَعْدَآئِهٖ وَ كَاشَفَ مُخَالِفِيْهِ وَكَفَّرَهُمْ فَمِنْ هُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّيْعَةَ اَنَّ اَصْلَ التَّشَيُّعِ وَ الرَّفْضِ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْيَهُوْدِيَّةِ -

(رجال کشی مصنفہ عمر بن عبد العزیز الکشی صفحہ ۱۰۱
تذکرہ عبد اللہ بن سبا مطبوعہ کربلا)

ترجمہ :

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا اور حضرت علی سے دوستی کی۔ دورانِ یہودیت حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی بطورِ غلو کہا کرتا تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اس نے اسی طرح کی بات کہی۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے فرض ہونے کا عقیدہ مشہور کیا۔

اور حضرت علی کے مخالفوں سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہیں عوام میں مشتہر کیا۔ اسی وجہ سے شیعہ لوگوں کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ شیعیت اور رافضیت کی اصل اور جڑ یہودیت ہے اور یہ مذہب یہودیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَبَا اِنَّهٗ اِدَّعٰى الرُّبُوْبِيَّةَ فِىْ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ وَاللّٰهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدَاللّٰهِ طَائِعًا اَلْوَيْلُ لِمَنْ كَذَبَ عَلَيْنَا وَاِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ فِيْنَا مَا لَا نَقُوْلُهٗ فِىْ اَنْفُسِنَا نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ نَبْرَأُ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ۔

(رجال کشی صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ کربلا تذکرہ عبداللہ بن سبا)

ترجمہ:

ابان بن عثمان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبداللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خدا ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ قسم بخدا حضرت امیر المومنین خدا کے اطاعت گزار بندے تھے۔ ہم پر افترا بازی کرنے والے کے لیے ہلاکت ہو کیونکہ جو قوم ہمارے متعلق وہ بات کہتی ہے جو ہم خود اپنے لیے کہنا روا نہیں سمجھتے ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوگئے:

۱۔ مملکت اسلامیہ میں پھوٹ ڈالنے والا پہلا شخص دورِ عثمانی میں عبداللہ بن سبا (منافق) تھا اور یہی آدمی شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا باعث تھا۔

۲۔ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ربوبیت اور فرضِ امامت کا دعویٰ عبد

سبا نے کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر تبرّا بازی اور لعن طعن کی ابتدا بھی اسی نے کی۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت (دوبارہ تشریف آوری) کا قائل تھا۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان عقائدِ باطلہ کی بنا پر ہی عبداللہ بن سبا کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔

۵۔ عبداللہ بن سبا اصل میں یہودی تھا اور بظاہر اسلام لایا تھا لیکن دل سے پہلے کی طرح دشمنِ اسلام و مسلمین تھا۔ شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسباب اس کے مہیا کیے ہوئے تھے۔

آج بھی شیعوں کے عقائد ابن سبا یہودی والے ہیں

آپ نے مذکورہ سات حوالہ جات سے اور ان سے بالصراحت ثابت شدہ امور سے عبداللہ بن سبا کے عقائد کی تصریحات جان لی ہونگی اور خود شیعہ کتب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخالفینِ شیعہ، عبداللہ بن سبا، کے عقائد سے متفق ہونے کی وجہ سے شیعہ لوگوں کو اس کا پیروکار اور شیعیت کو یہودیت کی دوسری تصویر یا اصل کی شاخ قرار دیتے ہیں تو شیعہ لوگوں کا یہ اگرچہ بظاہر اپنے اوپر الزام شمار کرنا ہے لیکن دبے الفاظ میں اس کے عقائد سے اتفاق کرنا بھی ہے کیوں کہ جو عقائد ان کتب میں عبداللہ بن سبا کے مذکور ہوئے۔ وہی عقائد بعینہٖ شیعہ لوگوں کے ہیں۔ آیئے عبداللہ بن سبا، جیسے عقائد ہم آپ کو ان کی کتب سے دکھاتے ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے "اِلٰہ" ہونے کا شیعی عقیدہ:

سید ظہور الحسن خطیب شیعہ (ملتان) نے مقدمہ جلاء العیون میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی طرف منسوب کردہ ایک خطبہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

جلاء العیون | قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَعْضِ خُطَبِہٖ اَنَا عِنْدِیْ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَا اَنَا ذُو الْقَرْنَیْنِ الْمَذْکُوْرُ فِیْ صُحُفِ الْاُوْلٰی اَنَا صَاحِبُ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَا وَالِی الْحِسَابِ اَنَا صَاحِبُ الصِّرَاطِ وَالْمَوْقِفِ اَنَا قَاسِمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ اَنَا اٰدَمُ الْاَوَّلُ اَنَا نُوْحُ الْاَوَّلُ اَنَا اٰیَۃُ الْجَبَّارِ اَنَا حَقِیْقَۃُ الْاَسْرَارِ اَنَا مُوْرِقُ الْاَشْجَارِ اَنَا مُفَجِّرُ الْعُیُوْنِ اَنَا مُجْرِیْ الْاَنْھَارِ۔

(جلاء العیون جلد دوم صفحہ ۲۰ شیعہ جنرل بک ایجنسی
انصاف پریس لاہور۔ طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:
میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں صحف اولیٰ میں ذکر شدہ ذوالقرنین ہوں۔ میں ہی خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں ہی حساب وکتاب کا والی ہوں، میں ہی پلصراط اور موقف کا مالک ہوں۔ جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔ میں آدم اوّل اور نوح اوّل ہوں۔ میں ہی جبار کی آیت ہوں۔ میں ہی اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں ہی درختوں کو پتوں کا لباس اوڑھانے والا ہوں۔ میں ہی پھلوں کو پکانے والا ہوں، میں ہی چشموں کا جاری کرنیوالا اور نہروں کو روانی دینے والا ہوں۔

۲۔ "خلافت بلا فصل" حضرت علی کا حق ہونا اور ان کے مخالفین پر تبرا بازی کرنا، اور "وصی" کا عقیدہ رکھنا۔

قارئین کرام آپ حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے جس طرح "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا عقیدہ عبداللہ بن سبا نے ایجاد کیا، بعینہٖ یہی عقیدہ متعدد کتب شیعہ میں آپ شیعہ لوگوں کا عقیدہ بھی پائیں گے اور اپنے مخالفین پر تو تبرا بازی ایک معمولی بات ہے۔ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ پر تبرا بازی سے نہیں رکتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو "وصی" ماننے کا عقیدہ آپ ان کی کتب کی بجائے ان کی اذان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت کا عقیدہ:

عبداللہ بن سبا کے اس عقیدہ کو بھی شیعہ لوگوں نے اپنایا ہے عبارت ملاحظہ ہو:

نعمانی روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید خدا او را یاری کند بملائکہ و اول کسی کہ با او بیعت کند، محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد۔ و بعد از آں علی علیہ السلام۔

(حق الیقین صہ ۲۱۹ باب پنجم در بیان اثبات رجعت مطبوعہ تہران)

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نعمانی نے روایت کی ہے کہ جب قائم آل محمد غار سے باہر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا اور ان کی سب سے پہلے بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیعت کریں گے۔

چوں کہ بمطابق عقاید شیعہ "امام قائم" کا ظہور قبل قیامت کسی وقت بھی یقینی ہے

اور ان کے ظہور کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم رجعت فرمائیں گے۔ تبھی امام قائم کی بیعت کریں گے تو معلوم ہوا کہ یہ وہی عقیدہ ہے جو عبداللہ بن سبا کی ایجاد تھا۔

۴-۵: عبداللہ بن سبا کا درحقیقت یہودی ہونا اور محض مقصد برآری کے لیے اوپر سے مسلمان ہونا۔ عبداللہ بن سبا کی اس منافقت سے ہر شخص آگاہ ہے۔ اس لیے شیعہ سُنّی سبھی اس کو خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔

حاصل کلام: کتبِ شیعہ سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اور اس کا اسلام لانا محض اپنے مقصد کے حصول کی خاطر تھا نیز اہل سنت و اہل تشیع کے مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ اس کے عقائد باطلہ کفریہ کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یا تو اسے جلا دیا تھا یا بروایت دیگر اسے جلا وطن کر دیا تھا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس پر لعنت بھیجنا بھی انہی کفریہ عقائد کی بنا پر تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ کتبِ شیعہ سے میں نے باحوالہ یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جن عقائد کی بنا پر عبداللہ بن سبا کو جلاوطنی کی مصیبت اور طوقِ لعنت اٹھانا پڑا بعینہٖ وہی عقائد خود شیعہ لوگوں کے بھی ہیں۔

"رجال کشی" میں اس کے مصنف نے جو اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عبداللہ بن سبا اور اس کے عقائد سے بیزاری کو اس انداز سے پیش کیا کہ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہم اہل تشیع پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ہم عبداللہ بن سبا کے پیروکار ہیں اور مذہب شیعہ دراصل یہودیت کی ایک شاخ ہے۔ یہ غلط ہے۔ ہمارا راستہ اور ہے۔ اور اس یہودی کا راستہ اور۔ لیکن جب میں نے عبداللہ بن سبا کے عقائد جیسے عقائد خود شیعوں کے عقائد ثابت کر دکھائے تو اب یہ ماننا پڑے گا کہ "رجال کشی" کی عبارت دراصل اس امر کی تائید کرتی ہے کہ ہمارے مخالفین نے جو کچھ ہمارے متعلق کہا کہ ہم عبداللہ بن سبا کے پیروکار ہیں اور مذہب شیعہ دراصل یہودیت کا دوسرا نام ہے۔ یہ درست ہے اور

اور ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔

لہٰذا بانی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا جو کہ بوجہ عقائد کفریہ، حضرت علی، حضرت امام جعفر صادق و دیگر ائمہ اہل بیت کے نزدیک کافر تھا تو وہ لوگ اور وہ فرقہ جو اس جیسے عقائد رکھتا ہو اس کا مومن ہونا کون تسلیم کرے گا؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقائدِ اہل بیت اور عقائد شیعہ اور۔ دونوں میں اسلام و کفر کی حد فاصل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند عقائد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس مقام پر ذکر کر دیے جائیں تاکہ قارئین کرام اس فرق کو خود دیکھ سکیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلانِ عقائد:

رَوٰی یَحْیٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَخْطُبُ بِالْبَصْرَةِ بَعْدَ دُخُوْلِهٖ بِاَیَّامٍ فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْبِرْنِیْ مَنْ اَهْلُ الْجَمَاعَةِ وَمَنْ اَهْلُ الْفُرْقَةِ وَمَنْ اَهْلُ الْبِدْعَةِ وَمَنْ اَهْلُ السُّنَّةِ فَقَالَ وَیْحَكَ اَمَا اِذَا سَئَلْتَنِیْ فَافْهَمْ عَنِّیْ وَ لَا عَلَیْكَ اَنْ تَسْئَلَ عَنْهَا اَحَدًا بَعْدِیْ اَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ قَلُّوْا وَ ذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَعَنْ اَمْرِ رَسُوْلِهٖ وَاَهْلُ الْفُرْقَةِ الْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَلِمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ کَثُرُوْا وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا

سَنَّهُ اللّٰهُ لَهُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اِنْ اَقَلُّوْا۔

(احتجاج طبرسی مصنف احمد بن ابی طالب طبرسی،
جلد اول ص ۲۴۶ مطبوعہ قم طبع جدید، طبع قدیم ص ۹
مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: عبداللہ بن الحسن نے روایت کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کہ بصرہ میں تشریف لے جانے کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے اُٹھ کر آپ سے پوچھا اے امیر المؤمنین! اہل جماعت، اہلِ تفریق، اہل بدعت اور اہلِ سنت کون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: تیرا بُرا ہو۔ اچھا اگر تو دریافت کر ہی بیٹھا تو سُن لیکن میرے بعد کسی دوسرے سے نہ پوچھنا۔ اہل جماعت میں اور میرے متبعین ہیں۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہی ہوں اور یہ حق اللہ اور اس کے رسول کے امر سے ہے۔ اہلِ تفریق میرے اور میرے متبعین کے مخالف ہیں اگرچہ ان کی کثرت ہی ہو۔ رہا اہل سنت تو وہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لیے مقرر کیے گئے۔

حاصل کلام: مذکورہ روایت میں اس امر کی واضح الفاظ میں نشاندہی ملتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنی ذات اور اپنے متبعین کو ہی "اہل جماعت" کہا اور اس کے ساتھ آپ نے "اہلِ سنت" کی واضح علامت یہ بیان فرمائی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ بات شک وشبہ سے بالکل بلند ہے اور ایک حقیقت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کا کون پابند ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "اہلِ سنت" کے کامل و اکمل مصداق ہیں۔ جس طرح آپ نے

اپنے لیے اور اپنے متبعین کے لیے "اہلِ جماعت" کا لفظ استعمال کیا تو اسی طرح آپ "اہلِ سُنّت" بھی قرار پائے۔ کیوں کہ اس کی تعریف بھی آپ پر صادق آتی ہے۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ "اہلِ سُنّت و اہلِ جماعت" ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا "اہلِ سنت وجماعت" ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ اقدس سے "اہلِ سنت وجماعت" کی اسی طرح تعریف بیان فرمائی۔ اس کو شیخ صدوق نے جامع الاخبار میں یوں نقل کیا ہے:

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۸۹، الفصل الحادی والثلاثون والمائۃ فی الموت مطبوعہ نجف اشرف)

یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت لیے ہوئے فوت ہوتا ہے وہ اہلِ سنت وجماعت ہو کر مرا۔

دوسری روایت یہ ہے:

وَلَيْسَ عَلٰی مَنْ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(جامع الاخبار ص ۷۰، الفصل السادس والثلاثون فی صلوٰۃ الجمعۃ۔ مطبوعہ نجف اشرف)

جو آدمی سنت وجماعت (کے عقائد) پر مرے گا اسے عذاب قبر اور قیامت کی سختی سے چھٹکارا ہو جائے گا۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آلِ رسول کی محبت پر مرنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اہلِ سنت وجماعت ہو۔ اور جو اہلِ سنت وجماعت مرا اسے نہ عذاب قبر ہو گا اور

نہ ہی قیامت کی پریشانی اور سختی۔

قارئین کرام: آپ نظرِ انصاف سے خود فیصلہ کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک وہ تھا جو آپ نے خود اپنی زبانی بیان کیا اور پھر اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مقدسہ سے کی گئی۔ یا وہ مسلک کہ جو عبد اللہ بن سبا یہودی اور اس کے متبعین کا تھا کہ جن پر امام جعفر صادق نے لعنت بھیجی ہے اور حضرت علیؓ نے جلایا یا جلاوطن کر دیا تھا۔

عبداللہ بن سبا یہودی کا عبرت ناک انجام

بانی شیعہ ابن سبا یہودی جس نے سب سے پہلے امامت علی اور رجعت کا عقیدہ ایجاد کیا اور حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا شوشہ چھوڑ کر سب سے پہلے خلفا ثلاثہ کو غاصب قرار دیا۔ کب تک علمبردار صداقت غمخوارِ صدیق و فاروق جناب حضرت علی شیرِ خداؓ کی نگاہِ غضب سے بچتا آخر اپنے انجام کو پہنچا اور آپ نے اسے ان عقائد سے توبہ کرنے کا حکم دیا جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے زندہ جلوا دیا رجال کشی میں ہے۔

فقال لہ امیر المومنین ارجع عن ھذا فابی فحبسہ واستتابہ فلم یتب فاحرقہ بالنار۔

رجال کشی ص ۹۹ بحث عبد اللہ بن سبا

ترجمہ:۔ امیر المومنین حضرت علی نے اسے کہا اپنے خیالات سے باز آجا اس نے انکار کیا آپ نے اسے قید کر دیا اور توبہ کی تلقین کی مگر اس نے توبہ نہ کی تو آپ نے اسے آگ میں جلوا دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل :

مسئلۂ خلافت

باغِ فدک اور خلافت دو ایسے معرکۃ الآراء مسئلے ہیں جن میں اہل سنت وجماعت اور شیعہ حضرات کے درمیان بہت زیادہ اختلافات ہیں۔

مسئلہ باغ فدک تو ہم تحفہ جعفریہ جلد سوم میں لائیں گے۔ "مسئلہ خلافت" کو شروع کرتے ہیں اور ان شاء اللہ اس پر بھی مکمل شرح وبسط کے ساتھ بحث کریں گے۔

اس مسئلہ میں بحث وتمحیص سے قبل یہ بیان کرنا از حد ضروری ہے کہ اس میں فریقین کا عقیدہ کیا ہے؟ اور کہاں کہاں اختلاف ہے؟

مسئلہ خلافت میں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ :

خلافتِ راشدہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق تیس سال ہے اور اللہ تعالیٰ نے بحسب وعدہ اس عرصہ میں خلفائے راشدین کو ان کے مراتب کے اعتبار سے مسندِ خلافت پر فائز فرمایا۔ نیز "آیت استخلاف" میں جو رب العزت نے وعدے فرمائے تھے۔ وہ سب اس مدت میں پورے فرما دیے۔ امامت خلافت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے اور امامت "اصولِ دین" میں سے نہیں ہے۔

مسئلہ خلافت میں اہل تشیع کا عقیدہ :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلتِ شریفہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خلیفہ بلافصل تھے اور ان کی خلافت منصوص من اللہ تھی۔ خلفائے ثلاثہ نے اسے جبراً چھینے رکھا۔ اسی لیے ان تینوں کا زمانہ جور و جفا کا زمانہ تھا۔ عدل و انصاف کا وہی دور تھا جس میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مسندِ خلافت پر فائز رہے۔ امامت اور چیز ہے اور خلافت اس سے علیحدہ منصب ہے۔ کیوں کہ امام کا معصوم ہونا شرط ہے اور خلافت کے منصب پر متمکن ہونے والے کے لیے عصمت کوئی شرط نہیں"

ایک مسلمہ حقیقت :

فریقین کے عقیدہ کے تذکرہ کے بعد ایک تسلیم شدہ حقیقت ہم سب کے سامنے ہے وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عرصہ تیس سال تک خلفائے اربعہ خلافت فرما چکے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ وہ تیس سالہ دورِ خلافت واپس لانا کسی شیعہ کے بس کی بات نہیں۔ چاہے وہ اس کے لیے لاکھ جتن کرے۔ نہ زمانہ لوٹے گا اور نہ ہی یہ "مدعیانِ خلافت بلافصل" حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو وہ زمانہ دے سکتے ہیں جو خلفائے ثلاثہ نے اپنی اپنی خلافت کرتے گزارا۔ لہٰذا اب بحث و مباحثہ سے کوئی ثبت نتیجہ کیا نکل سکتا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات "قرآن پاک" اور "حدیثِ متواتر اہلِ سنت و جماعت" سے ایک تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں کہ "خلافت بلافصل" حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ایسا حق تھا جو "منصوص من اللہ" تھا اور دوسری بات یہ کہ خلفائے ثلاثہ جو پچیس سال کے لگ بھگ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز رہے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ کو یہ پسند تھا اور نہ ہی اس کے حکم اور منشا سے انہیں یہ خلافت ملی بلکہ وہ جبراً اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مخالفت کرتے ہوئے خلافت پر قابض ہو گئے اور جتنا وقت ملا گزار کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

جب شیعہ لوگ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو جابرانہ اور ناجائز خلافت کہہ کر اسے نہیں مانتے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت حقہ تھی اور وہ بھی، "منصوص من اللہ" تو اپنے اس دعویٰ کی تائید میں وہ کئی ایک دلائل پیش کرتے ہیں کیونکہ مدعی جو ٹھہرے۔ لہٰذا اب ان کے اس مسئلہ میں دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ اہل سنت وجماعت کی طرف سے ان کی تردید بھی مذکور ہو گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کے دلائل:

دلیل اول حدیث غدیر:

فَلَمَّا وَقَفَ بِالْمَوْقِفِ أَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِءُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ فَاقِمْ يَا مُحَمَّدُ عَلِيًّا عَلَمًا وَخُذْ عَلَيْهِمُ الْبَيْعَةَ وَجَدِّدْ عَهْدِيْ وَمِيْثَاقَ الَّذِيْ وَاثَقْتُهُمْ عَلَيْهِ فَإِنِّيْ قَابِضُكَ إِلَيَّ وَمُسْتَقْدِمُكَ عَلَيَّ فَخَشِيَ رَسُوْلُ اللهِ مِنْ قَوْمِهِ وَاَهْلِ النِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ اَنْ يَتَفَرَّقُوْا وَيَرْجِعُوْا جَاهِلِيَّةً لِمَا عَرَفَ مِنْ عَدَاوَتِهِمْ وَلِمَا يَنْطَوِيْ عَلَيْهِ اَنْفُسُهُمْ لِعَلِيٍّ مِنَ الْعَدَاوَةِ وَالْبَغْضَاءِ وَسَئَلَ جِبْرِيْلَ اَنْ يَسْئَلَ رَبَّهُ الْعِصْمَةَ مِنَ النَّاسِ وَانْتَظَرَ اَنْ يَأْتِيَهُ جِبْرِيْلُ

بِالْعِصْمَةِ مِنَ النَّاسِ عَنِ اللهِ جَلَّ اِسْمُهُ فَاَخَّرَ ذَالِكَ
اِلٰى اَنْ بَلَغَ مَسْجِدَ الْخَيْفِ فَاَمَرَهُ بِاَنْ يَعْهَدَ عَهْدَهُ
وَيُقِيْمَ عَلِيًّا عَلَمًا لِلنَّاسِ وَلَمْ يَأْتِهِ بِالْعِصْمَةِ مِنَ
اللهِ جَلَّ جَلَالُهُ بِالَّذِيْ اَرَادَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ
بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَاَمَرَهُ بِالَّذِيْ
اَتَاهُ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ اللهِ وَلَمْ يَأْتِهِ بِالْعِصْمَةِ فَقَالَ
يَا جِبْرِيْلُ اِنِّيْ اَخْشٰى قَوْمِيْ اَنْ يُكَذِّبُوْنِيْ وَلَا يَقْبَلُوْنَ
قَوْلِيْ فِيْ عَلِيٍّ فَرَحَلَ فَلَمَّا بَلَغَ غَدِيْرَ خُمٍّ قَبْلَ الْجُحْفَةِ
بِثَلَاثَةِ اَمْيَالٍ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلٰى خَمْسِ سَاعَاتٍ
مَضَتْ مِنَ النَّهَارِ بِالزَّجْرِ وَالْاِنْتِهَارِ وَالْعِصْمَةِ
مِنَ النَّاسِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِءُكَ
السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ
مِنْ رَبِّكَ فِيْ عَلِيٍّ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ
وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ فَلَمَّا سَمِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْمَقَالَةَ قَالَ لِلنَّاسِ اَنِيْخُوْا
نَاقَتِيْ فَوَاللهِ مَا اَبْرَحُ مِنْ هٰذَا الْمَكَانِ حَتّٰى اُبَلِّغَ
رِسَالَةَ رَبِّيْ وَاَمَرَ اَنْ يُنْصَبَ لَهُ مِنْبَرًا مِنْ اَقْتَابِ
الْاِبِلِ وَصَعِدَهَا وَاَخْرَجَ مَعَهُ عَلِيًّا (ع) وَقَامَ
قَائِمًا وَخَطَبَ خُطْبَةً بَلِيْغَةً وَوَعَظَ فِيْهَا وَزَجَرَ
ثُمَّ قَالَ فِيْ اٰخِرِ كَلَامِهِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَلَسْتُ اَوْلٰى بِكُمْ
مِنْ اَنْفُسِكُمْ فَقَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللهِ ثُمَّ قَالَ قُمْ يَا عَلِيُّ

فَقَامَ عَلِیٌّ وَ اَخَذَ بِیَدِہٖ فَرَفَعَهَا حَتّٰی رَاٰی بَیَاضَ اِبْطَیْهِ ثُمَّ قَالَ" اَلَا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ"

(۱- احتجاج طبرسی ص ۳۵ باب احتجاج النبی یوم الغدیر طبع قدیم، طبع جدید جلد اوّل ص ۷۰)
۲- جامع الاخبار ص ۱۱ الفصل الخامس فی فضائل امیر المؤمنین)

ترجمہ: وقوفِ عرفات کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ کو کسی اونچی جگہ کھڑا فرما کر لوگوں سے ان کے بارے میں بیعت فرمائیں اور میرے عہد کی تجدید کریں اور ان سے لیے گئے میثاق کو دہرائیں کیوں کہ میں آپ کو اپنی طرف بلانے والا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے نفاق و شقاق سے گھبرائے کہ کہیں وہ اس وجہ سے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں اور پھر سے جاہلیت کی طرف نہ لوٹ جائیں کیوں کہ آپ ان کی عداوت اور کدورت سے اچھی طرح باخبر تھے جو ان کے دلوں میں حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق تھی لہٰذا آپ نے جبریل سے کہا کہ اے جبریل! اللہ تعالیٰ سے میرے بارے میں سوال کرو کہ وہ مجھے لوگوں کے فتنہ و فساد سے بچائے رکھے۔ پھر آپ اس انتظار میں رہے کہ جبریل اللہ کی طرف سے حفاظت کا کوئی پیغام لائیں اس انتظار میں آپ "مسجد خیف" میں جلوہ فرما ہوئے۔ جہاں جبریل حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا لوگوں سے عہد لیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حفاظت کا کوئی پیغام نہ لائے جس کے آپ خواہش مند تھے۔ پھر چلتے چلتے آپ "کراع غنیم" پر پہنچے

یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں پھر جبریل حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا لیکن اس مرتبہ بھی لوگوں سے حفاظت کا پیغام نہیں لائے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے جبریل! میں اپنی قوم سے اپنی تکذیب کا ڈر رکھتا ہوں اور خطرہ ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں میری بات پس پشت ڈال دیں گے پھر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے "غدیرخم" پہ پہنچے جو کہ "جحفہ" سے تین میل پیچھے ہے۔ وہاں جبریل پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اور اس وقت دن کی پانچ ساعتیں گزر چکی تھیں۔ جبریل کے پیغام میں شدید ڈانٹ اور جھڑک تھی اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی تھی۔ عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اے نبی میرے احکام آپ کی طرف آپ کے رب نے اتارا۔ اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھیے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو ہی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا۔

جب آپ نے اس پیغام کو سنا تو آپ نے لوگوں کو اپنی اونٹنی بٹھانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اس مقام سے اس وقت تک ہرگز آگے نہ بڑھوں گا جب تک اپنے رب کی رسالت کو پہنچا نہ دوں۔ اور فرمایا کہ اونٹوں کے کجاوے جوڑ کر ایک منبر تیار کیا جائے، منبر تیار ہوا پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو ساتھ لیا اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے لوگوں کو سخت ڈانٹا حتیٰ کہ فرمایا: اے لوگو! کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہوں۔ سب نے کہا ہاں! یارسول اللہ! اس کے بعد آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا: کھڑے

ہوجاؤ۔ جب وہ کھڑے ہوئے تو آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ آپ کی بغلوں کی سپیدی دکھائی دی۔ اس کے بعد فرمایا: خبردار! جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اس کا مولیٰ ہے اور دُعا مانگی: اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن بنے تو بھی اس کا دشمن ہو

روایتِ دیگر:

ودیگر آں بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ اند کہ حق تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را صد و بیست مرتبہ بہ آسمان برد و در ہر مرتبہ آنحضرت را در باب ولایت و امامتِ امیر المؤمنین و سائرِ ائمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین زیادہ بر سائرِ فرائض تاکید و مبالغہ نمود

(حیات القلوب جلد دوم ص ۴۰۵، باب بست و چہارم در معراج آنحضرت)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بُلایا اور ہر مرتبہ حضرت علی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی ولایت و امامت کی اتنی تاکید اور مبالغہ فرمایا کہ دوسرے فرائض میں اتنی تاکید و مبالغہ نہیں۔

طریقۂ استدلال مسئلہ خلافت اس قدر اہم مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے تو ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر بلایا اور ہر مرتبہ تمام فرائض سے بڑھ کر حضرت علی کی خلافت و امامت کی تاکید فرمائی۔ پھر اس کے بعد "حجۃ الوداع" کے موقعہ پر یکے بعد دیگرے تین دفعہ سخت تاکید اور

ڈانٹ پلانے کے ساتھ خلافتِ علی کے اعلان کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کی مخالفت کے ڈر سے بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حفاظت کا مطالبہ کیا۔ جب حفاظت کی ضمانت مل گئی تو آپ نے حضرت علی کی خلافت کا ان الفاظ سے اعلان فرمایا:

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ"

مذکورہ دو روایات میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے تاکیدی حکم کے ساتھ حضرت علی کی بیعت لی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس خلافت کا تعلق آپ کے وصال کے بعد فوری طور پر ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا یہ واضح ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا خلیفہ بلافصل ہونا اور منصوص من اللہ ہونا دونوں امر ان روایات سے ثابت ہیں۔

نوٹ: خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کے دلائل میں سے سب سے زیادہ قوی اور مرکزی دلیل یہی روایات ہیں۔ لہٰذا ہم اس کا تفصیلی طور پر جائزہ لیں گے۔ اس کے دس جوابات تحریر ہیں۔ اگر کوئی شخص ان جوابات کو بلاتعصب پڑھ کر سمجھنا چاہے گا تو ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں یقین کی حد تک پہنچ جائے گا اور یہ سمجھ جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل اور منصوص من اللہ ہونا سراسر کذب اور دھوکہ ہے۔

مذکورہ دلیل کے دس دنداں شکن جوابات

جواب اول

شیعہ حضرات کے نزدیک جب کہ خلافت "اصولِ دین" میں سے ٹھہری تو پھر اس کا ثبوت کسی ایسی آیت یا حدیث سے ہونا چاہیے جو ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے قطعی ہو اور مزید یہ کہ اس آیت یا حدیث میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے خلیفہ بلافصل ہونے کو آپ کے نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو۔ اور حال یہ ہے کہ مذکورۃ الصدر آیتِ تبلیغ کا "غدیر خم" کے موقعہ پر بھی نزول غیر یقینی ہے اور الفاظ "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ" میں حضرت علی کی ولایت پر قطعی الدلالۃ

نہیں ہیں۔ خود شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر "منہج الصادقین" جلد سوم ص ۲۸۴ زیر آیت یایھا الرسول بلغ ما انزل الخ۔ میں اس کی تفسیر میں یہ الفاظ درج ہیں۔

منقول است کہ آنحضرت را شبہائی حراست و پاسبانی می کردند چوں ایں آیت نازل گشت۔ سر مبارک از قبہ کہ از ادیم دوختہ بودند۔ بیروں کرد و فرمود۔ اے مرداں گردید، کہ خدائے مرا نگہداشت۔

ترجمہ: اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے وقت صحابہ کرام نگہبانی کیا کرتے تھے تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اپنا سر انور چمڑے کے بنے ہوئے خیمہ سے باہر نکالا اور نگہداشت پر مامور صحابہ کو ارشاد فرمایا لوگو! اب تم چلے جاؤ کیونکہ میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا ہے۔

اس کے علاوہ اسی آیت کریمہ کے شانِ نزول میں شیعوں کے مجتہد علامہ فرات اپنی معتبر کتاب "تفسیر فرات کوفی" میں بھی یوں رقمطراز ہیں:

"فرات" قَالَ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ اَحْمَدَ مُعَنْعَنًا عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ كَانَ يَتَحَارَسُهُ اَصْحَابُهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی (يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ)، قَالَ فَتَرَكَ الْحَرَسَ حِيْنَ اَخْبَرَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ يَعْصِمُهٗ مِنَ النَّاسِ لِقَوْلِهٖ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

(تفسیر فرات الکوفی ص ۳۷)

باختلاف الفاظ تفسیر مجمع البیان جلد ۲ جزء ۳ طبع جدید ص ۲۲۳)

ترجمہ: فرات نے کہا کہ مجھے جعفر بن احمد نے بیان کیا اور اسے محمد بن کعب قرظی نے

بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام نگہداشت کیا کرتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "اے رسولِ معظم! اس چیز کو لوگوں تک پہنچادو جو آپ کو آپ کے رب نے عطا فرمائی۔ اگر بفرضِ محال آپ نے وہ نہ پہنچائی تو یوں سمجھیے کہ آپ نے رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے حفاظت میں رکھے گا" تو آپ نے ان لوگوں کو حفاظت کرنے سے رخصت عطا فرما دی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی تھی۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "علامہ فرات" مذکورہ تفسیر کے صفحہ ۳۸ پر یوں رقمطراز ہوا:

"فرات کوفی"

"فرات" قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ مُعَنْعَنًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ (ص) یَتَحَارَسُهٗ اَصْحَابُهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ "یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" فَتَرَكَ الْحَرَسَ حِیْنَ اَخْبَرَهُ اللّٰهُ اَنَّهٗ یَعْصِمُهٗ مِنَ النَّاسِ۔

(ترجمہ) فرات کہتا ہے کہ مجھے اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کیا اس نے محمد بن کعب قرظی سے اور وہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی "اے رسول، آپ کی طرف آپ کے رب نے جو کچھ نازل فرمایا اسے لوگوں تک پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے آپ کو محفوظ فرمائے گا" تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے پاسبانی کروانا چھوڑ دی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی خبر آپ کو دی تھی۔

خلاصۂ کلام مذکورہ بالا تینوں روایات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ آیت تبلیغ نہ تو غدیرِ خم کے موقعہ پر نازل ہوئی اور نہ ہی حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفات کے وقت اس کا نزول ہوا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کے اعلان کیلیے بطور ڈانٹ نازل ہوئی اور نہ ہی حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے خطرہ کی ضمانت دیتے ہوئے "و اللہ یعصمک من الناس" الفاظ نازل ہوئے بلکہ مذکورہ بالا روایات کے الفاظ واضح طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ یہ آیت کریمہ "خم غدیر" اور "حجۃ الوداع" سے بہت پہلے مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کفار کے خطرہ کے پیش نظر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی حفاظت فرمایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جب حفاظت اور عصمت کا وعدہ فرمالیا تو آپ نے صحابہ کرام کو حفاظت کرنے کی ذمہ داری سے رخصت عطا فرما دی۔

لمحۂ فکریہ شیعہ حضرات نے دعوٰی یہ کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلا فصل نص قرآنی اور متواترات اہل سنت وجماعت سے ثابت ہے مگر جو انہوں نے اس دعوٰی کو ثابت کرنے کے لیے آیتِ تبلیغ کے شانِ نزول میں روایات پیش کی ہیں ان کا متواتر ہونا تو درکنار "خبر واحد صحیح" ہونا بھی درست نہیں بلکہ وہ موضوع اور خود ان کی من گھڑت روایات میں سے ہیں۔

ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ شیعہ حضرات کی اپنی مستند تفسیر "منہج الصادقین" زیر آیت یاایہا الرسول بلغ ما انزل الخ جلد سوم پر اسی آیت کے ضمن میں یوں تفسیر کی گئی ہے "از پروردگارِ عالم احکام شرعیہ الاخر" یعنی اے پیارے رسول جو احکام شرعیہ اللہ رب العزت کی طرف سے آپ کی طرف نازل فرمائے گئے ... ______ آپ لوگوں تک

انہیں پہنچادیں۔

تو اس سے صاف عیاں ہے کہ آیت "تبلیغ" احکام شرعیہ کی تبلیغ " کے لیے نازل ہوئی نہ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت بلافصل کے اعلان کے لیے "خم غدیر" کے مقام پر نازل ہوئی۔

جب یہ ثابت ہوگیا اور وہ بھی خود شیعہ حضرات کی معتبر کتب سے کہ آیت تبلیغ نہ تو حجۃ الوداع میں وقوف عرفات کے وقت نازل ہوئی اور نہ ہی "خم غدیر" کا مقام اس کا مقام نزول ہے اور نہ ہی "واللہ یعصمک من الناس" الفاظ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے خطرہ سے حفاظت کے لیے نازل ہوئے اور نہ ہی اس میں حضرت علی کی خلافت بلافصل کا تذکرہ موجود۔ ان تمام باتوں کے اظہر من الشمس ہونے کے بعد پھر بھی کوئی شخص اگر اس آیت کریمہ سے انہی امور کا ثابت ہونا مانے اور اسی کو ان امور کی دلیل بنائے تو اس سے بڑھ کر جاہل کون ہوگا اور اس سے بڑی کور باطنی کیا ہوگی:

حدیث من کنت مولاہ کا صحیح پس منظر

نوٹ : مذکورہ دلیل میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ سراسر غلط اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بے مثال پر بہتان عظیم سے کم نہیں جس میں آپ کی توہین کا پہلو بھی بہت حد تک نمایاں ہے۔

اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو "یمن" کی مہم پر بھیجا۔ واپسی پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے چند ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کی چند شکایات پیش کیں۔ اس وقت آپ "خم غدیر" کے مقام پر رونق افروز تھے۔ ان شکایات کو "حافظ ابن کثیر" نے ان الفاظ سے نقل کیا:

البدایہ والنہایہ | بِسَبَبِ مَا كَانَ صَدَرَ مِنْهُ إِلَيْهِمْ مِنَ الْمَعْدَلَةِ الَّتِي ظَنَّهَا بَعْضُهُمْ جَوْرًا وَتَضْيِيقًا وَبُخْلًا وَالصَّوَابُ

كَانَ مَعَهُ فِي ذَالِكَ وَ لِهٰذَا لَمَّا تَفَرَّغَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَيَانِ الْمَنَاسِكِ وَ رَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَيَّنَ ذَالِكَ فِي أَثْنَاءِ الطَّرِيْقِ فَخَطَبَ خُطْبَةً عَظِيْمَةً فِي الْيَوْمِ الثَّامِنِ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ عَامَئِذٍ وَكَانَ يَوْمَ الْأَحَدِ بِغَدِيْرِ خُمٍّ تَحْتَ شَجَرَةٍ هُنَاكَ فَبَيَّنَ فِيْهَا أَشْيَاءَ وَ ذَكَرَ مِنْ فَضْلِ عَلِيٍّ وَ أَمَانَتَهُ وَعَدْلَهُ وَ قُرْبَهُ إِلَيْهِ مَا أَزَاحَ بِهِ مَا كَانَ فِي نُفُوْسِ كَثِيْرٍ مِنَ النَّاسِ مِنْهُ (انتھی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ عَلِيِّ الْيَمَنَ فَرَأَيْتُ مِنْهُ جَفْوَةً فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ (ص) ذَكَرْتُ عَلِيًّا فَتَنَقَّصْتُهُ فَرَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ أَلَسْتُ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ"

(البدایۃ والنہایۃ جلد پنجم ص ۲۰۸، ۲۰۹)

ترجمہ: ان شکایات کا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چند ایسی باتیں سرزد ہوتے دیکھیں جن کو انہوں نے زیادتی، سختی اور بخل گمان کیا حالاں کہ حضرت علی نے جو کچھ کیا تھا حق و صواب دہی تھا۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام حج سے فراغت پر جب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقام "خم غدیر" پر بروز اتوار اٹھارہ ذوالحج کو آپ نے ایک عظیم و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں

جلوہ فگن تھے۔ اس خطبہ میں آپ نے من جملہ اور باتوں کے حضرت علی کی فضیلت، امانت، عدالت اور قرابت کا ذکر فرمایا جس سے وہ شکوک و شبہات دور ہو گئے جو بعض لوگوں کو گھیرے ہوئے تھے۔ شکایات کرنے والوں میں ایک صاحب "بریدہ" نامی بھی تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ مل کر یمن میں لڑائی کی تو وہاں مجھے ان سے کچھ ایسی حرکات دیکھنا پڑیں جو زیادتی کے ضمن میں آتی تھیں۔ میں نے ان باتوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ جب اس دوران مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے ناراضگی کے آثار نظر آئے۔ آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا میں مؤمنین کی جانوں سے بھی زیادہ قریب نہیں ہوں: میں نے عرض کیا۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ: تو آپ نے فرمایا جس کا میں مولیٰ اس کا علی بھی مولا۔ اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

بحث معنیٰ لفظِ مولیٰ

خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ثانیاً اس واقعہ کا آیتِ تبلیغ سے کوئی تعلق نہیں جس کو شیعہ حضرات حضرت علی کی خلافت بلافصل کے لیے دلیل اور سبب بناتے ہیں۔ اگر بفرضِ محال اس واقعہ کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی ہم پوچھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" میں لفظ "مولیٰ" کا معنی "خلیفہ بلافصل" آیا بھی نہیں۔ ہاں اگر تم میں سے کوئی بھی شیعہ کسی لغت کی کتاب میں اس لفظ کا یہ معنی بتا دے تو تمہاری دلیل سر آنکھوں پر۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا

الناس و الحجارۃ اعدت للکٰفرین۔

اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو بعد میں مذکور کلام اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ آپ کے اس ارشاد میں لفظ "مولیٰ" کا معنی "دوست" ہے۔ کیوں کہ آپ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی، اے اللہ! دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھتا ہو اور دشمنی کر اس سے جو علی کا دشمن ہو۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں لفظ "مولیٰ" عداوت کے مقابلہ میں مذکور ہے۔ جب عداوت کا معنی دشمنی ٹھہرا تو لامحالہ اس کی ضد دوستی ہی ہو گی۔ لہٰذا اس حدیث پاک کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں شکایات وشبہات بے بنیاد ہیں۔ شکایات کرنے والوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی کی شکایات کرنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایات کرنا ہیں تو شکایات کی بجائے لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ پیار و محبت اور الفت رکھنی چاہیے لیکن کیا کریں، شیعہ حضرات کی کچھ ہی نرالی ہے۔ وہ اس حدیث پاک کے لفظ "مولیٰ" سے خلافت بلافصل" کا معنی گھڑتے ہیں اور اس من گھڑت معنی پر اپنے عقیدہ کی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔

مجھے حیرانی اس بات سے ہوتی ہے کہ ایک طرف شیعہ حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کو اصولِ دین سے گردانتے ہیں۔ حالاں کہ اصولِ دین وہ امور ہیں جن کا پروردگار عالم نے قرآن پاک میں نام لے کر صاف صاف الفاظ میں ذکر فرمایا۔ مثلاً توحید، رسالت اور قیامت جیسے اصولِ دینیہ تقریباً ہر ایک جزء میں ان اصولِ دینیہ کا ذکر صراحۃً موجود ہے لیکن اگر خلافتِ علی بلافصل بھی من جملہ اصولِ دین سے ہوتی تو کم از کم ایک مرتبہ تیس اجزاء قرآنیہ میں سے کسی جزء میں اس کا صراحۃً ذکر ضرور ہوتا۔ یہ کیسا دینی اصول ہے جس کا ایک مرتبہ بھی پورے قرآن میں تذکرہ نہیں۔ مزید حیرانی اس پر کہ جب رب نے یہ الفاظ نازل فرمائے "واللہ یعصمک من الناس" جن کے ذریعہ آپ کی حفاظت

کا ذمہ اپنے سپرد کیا تو پھر ایسے گول مول لفظ "خلافت بلا فصل" کے لیے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف صاف کہہ دیا ہوتا کہ اے رسول علی آپ کے بلا فصل خلیفہ ہیں ان کی ایسی خلافت کا اعلان کر دو اور عبارت یوں نازل ہوتی: قُلْ یَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَعَلِیٌّ خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ بِلَا فَصْل۔ لفظ "مولیٰ" ارشاد فرمایا جو کئی معانی رکھتا ہے مثلاً مالک، غلام، صاحب، قریبی، چچا زاد بھائی، پڑوسی، حلیف، بیٹا، چچا، شریک، آقا، مددگار اور داماد وغیرہ تو ایسے کئی معنی رکھنے والا لفظ بغیر کسی قرینہ اور دلیل کے کب ایک معنی میں مستعمل ہوگا اور وہ بھی ایسا معنی جو کسی لغت میں آیا ہی نہیں۔

اور اگر بفرضِ محال اس لفظ کا معنی وہی لیا جائے جو شیعہ لیتے ہیں تو پوچھا جا سکتا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں اسی لفظ کا معنی کیا یہی کرو گے۔ "فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین" (بے شک اللہ تعالیٰ اور جبریل امین اور تمام صالح مومن آپ کے مددگار ہیں) اگر "خلافتِ بلا فصل" ہی معنی درست ٹھہرا تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جبریل اور تمام صالح مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل ہیں۔ (العیاذ باللہ) پھر اس مفہوم کے مراد ہونے سے حضرت علی المرتضیٰ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی کونسی خاصیت باقی رہ جاتی ہے۔ یہی لفظ "مولیٰ" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے "انت اخونا ومولانا" زید! تو ہمارا دینی بھائی اور مولیٰ ہے۔"

ایک بے بنیاد شبہ

تم نے جو یہ کہا ہے کہ لفظ "مولیٰ" مشترک ہے اور بغیر کسی تاویل اور قرینہ کے حکم اس سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ لفظ "مولیٰ" جو اس حدیث میں وارد ہوا اس کا معنی "سردار" ہے تو اس معنی کے اعتبار سے مراد یہ ہوگی کہ جس کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار ہیں۔ اس کے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی سردار ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہی سب سے افضل ہیں۔

...یل کا جواب

اگر مولیٰ کا معنی جو آپ نے بیان کیا ہے اس مقام پر درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام مخلوقات سے افضل ہوں اور آپ کے علاوہ تمام پیغمبروں اور رسولانِ عظام سے افضل ہوں حالاں کہ یہ سراسر غلط و باطل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور دیگر اہلِ بیت کا انبیاء کرام سے افضل ہونا تو در کنار بلکہ بقول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء کی صف میں انہیں شمار کرنا موجب لعنت ہے۔ آپ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

...کشی: عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قَالَ بِاَنَّنَا اَنْبِیَاءُ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْ ذَالِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔

(رجال الکشی ص ۵۵ مطبوعہ کربلا ذکر ابو الخطاب)

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ہم اہلِ بیت نبی ہیں، اس پر اللہ کی لعنت اور جو اس میں شک لائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا بقیہ تمام انبیاء کرام سے افضل تو جبھی ثابت ہونے کا احتمال ہے۔ جب آپ خود وصف نبوت، اور رسالت سے موصوف ہوں حالاں کہ ...اس ضمن میں "ضمیمہ مقبول احمد" میں مذکور ہے۔

پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا علی! جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا ہے اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا اور اللہ نے تمہیں تنہا ایک امت قرار دیا ہے۔

"ضمیمہ مقبول احمد" کی اس عبارت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح طور پر یہ ارشاد ہوا کہ اے علی! تو تنہا ایک اُمت ہے یعنی اگرچہ تو کئی اُمتیوں جیسا ایک امتی ہے مگر ہے امتی ہی ہے نبی نہیں۔

مذکورہ دلیل کا جواب دوم

شیعہ حضرات مسئلہ "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی موضوع روایات سے استدلال کرتے ہوئے عجیب و غریب انداز میں چکر کھاتے ہیں لیکن کوشش بسیار کے باوجود منزلِ مقصود تک رسائی نہیں حاصل کر سکتے۔ ایک طرف یہ لوگ حدیث "خمِ غدیر" کو خلافت بلافصل کے لیے "نصِ قطعی" اور قطعی الثبوت گردانتے ہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ "مقامِ خمِ غدیر" کے موقع پر لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی ان کی تحقیق ہے۔ اگر بقول ان کے اسی طرح ہوا تو انہی کے عقیدہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر سے چند لوگوں کے سامنے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کے بارے میں وصیت فرمانے کی کیا ضرورت تھی؛ حالاں کہ آج تک شیعہ حضرات اس بات پر نوحہ کناں اور سینہ کوبی کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ انتقال صحابہ سے قلم دوات طلب فرمائی تاکہ حضرت علی کے بارے میں اس آخری وقت "خلافت بلا فصل" کی تحریر فرما دیں۔ مگر عمر (رضی اللہ عنہ) نے "حَسۡبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ" کہہ کر آپ کو وصیت لکھنے سے روک دیا "ہائے افسوس! اگر اس وقت مذکورہ وصیت قلمبند ہو جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا کوئی منکر نہ ہوتا۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے دعویٰ اور عقیدہ کے مطابق "مقامِ خمِ غدیر" پر ہزاروں صحابہ کرام نے حضرت علی کے ہاتھوں پر ان کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کے لیے بحکمِ رسول اللہ بیعت کر لی تھی۔ اس بیعتِ عامہ کے بعد اسی معاملہ میں وصیت تحریر

کیوں ضروری ہو گیا تھا۔

دوسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ بالفرض اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آخری وقت میں واقعی حضرت علی کے "خلیفہ بلا فصل" ہونے کی وصیت فرمانا ہی چاہتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے "حسبنا کتاب اللہ" کہنے پر کیوں کر رُک گئے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تھا: "فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" "اے نبیِ محترم! اگر تم نے (حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا اعلان و وصیت) ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی۔

نہ جانے ان لوگوں کے دماغ کیوں ماؤف ہو گئے ہیں۔ اس "حدیثِ قرطاس" سے حضرت علی کی "خلافت بلا فصل" کو ثابت کرنے کے ضمن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر کس قدر کوتاہی اور لاپرواہی کا الزام لگا رہے ہیں۔ معمولی سی غور و فکر رکھنے والا آدمی اس قسم کے واقعات اور اشتہارات کو پڑھ کر صرف یہی کہے گا کہ یہ شیعہ لوگوں کی خرافات ہیں اور من گھڑت اور لچر تاویلات ہیں جن کا دارومدار ان کی نفسانی خواہشات پر ہے۔

جواب سوم

حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے اللہ تعالیٰ کا انکار

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی "خلافت بلا فصل" کا ایک سو بیس مرتبہ حکم آسمان پر اور تین دفعہ "حجۃ الوداع" کے موقعہ پر اگر بزعمِ اہلِ تشیع درست تسلیم کر لیا جائے اور بقول ان کے آخری مرتبہ "فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" کے توبیخانہ انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اعلان کرنے پر زور دیا گیا۔ تو یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر یہ سب دعاوی درست ہیں تو "فرات بن ابراہیم الکوفی" نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اپنی تفسیر "فرات الکوفی" میں یہ الفاظ کیوں اور کس وجہ سے تحریر کیے ہیں:

فرات | حَدَّثَنِی جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَزَارِیُّ مُعَنْعَنًا عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَرَأْتُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ (لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ) قَالَ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ بَلٰی وَ اللّٰہِ لَقَدْ کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَہٗ جُعِلْتُ فِدَاکَ فَمَا تَاْوِیْلُ قَوْلِہٖ (لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَرَصَ اَنْ یَکُوْنَ الْاَمْرُ لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع) مِنْ بَعْدِہٖ فَاَبَی اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ وَ کَیْفَ لَا یَکُوْنُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ وَ قَدْ فَوَّضَ اِلَیْہِ فَمَا اَحَلَّ کَانَ حَلَالًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَا حَرَّمَ کَانَ حَرَامًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔

(تفسیر فرات الکوفی مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف ص ۱۹)

ترجمہ: جعفر ابن محمد الفزاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے "لیس لک من الامر شیء" آیت کا حصہ تلاوت کیا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کسی معاملہ کا قطعاً کوئی اختیار نہیں (چوں کہ اس آیت کے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کی عام اور مطلق نفی ہے حالاں کہ آپ مختار ہیں) تو اس پر جناب امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا۔ امام موصوف کے کہنے کے بعد میں نے عرض کی۔ آپ پر اے امام میرے ماں باپ قربان۔ (اگر آپ کا فرمانا درست ہے) تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کیا

مفہوم ہے "لیس لک من الامر شیء" اور اس کی کیا تاویل ہوگی
حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کے
شدید متمنی تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے "خلافت بلافصل"
کا حکم عطا فرمائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار فرما دیا
پھر امام موصوف نے فرمایا۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی
قسم کا کوئی اختیار نہ ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی تفویض فرما دی۔
تو اللہ تعالیٰ کی تفویض کی وجہ سے جس کو آپ نے حلال فرما دیا۔ وہ قیامت
تک حلال ہوئی اور جس کی حرمت فرما دی وہ قیامت تک حرام ہوئی۔

توضیح اس روایت میں تو اہلِ بیت کے سردار جناب حضرت امام باقر رضی اللہ
عنہ نے فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت
سے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا سوال تو کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا انکار کر دیا
وجہ اس انکار کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ "علیمٌ بذات الصدور" ہے اس لیے اس نے فرمایا کہ
اے حبیب محترم! جس خلافت کا میں نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے اس کی ترتیب میں
"بلافصل" ابوبکر صدیق ہوں گے اور حضرت علی کی خلافت چوتھے نمبر پر ہوگی۔ چوں کہ یہ
ترتیب قلم قضاء و قدر سے تحریر ہو چکی ہے اس لیے اس میں تغیر و تبدل محال ہے۔
اور میرا اعلان بھی ہے: "لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ" اور "فَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا" یعنی کلماتِ خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور تم اللہ کے
قاعدے میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے (ترجمہ مقبول)

لمحۂ فکریہ قارئین کرام: آپ اگر بنظرِ عمیق اس مقام کا مطالعہ فرمائیں گے تو یقیناً آپ
اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر واقعی اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ آسمان پر لہر
خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں فرما دیا تھا۔ (جیسا کہ شیعہ کتب سے اس کی تائید

پیش کی جا چکی ہے) اور پھر "خم غدیر" کے موقعہ پر مزید تہدید و زور سے اس کے اعلان کا ارشاد ہوتا تو اس کے بعد حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حضرت علی کے "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا سوال تو کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس فرمائش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اس سے اس روایت کا کیا مقام رہ جاتا ہے؟

نیز حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے "خلیفہ بلا فصل" نہ ہونے پر قرآن مجید کی آیت کی تاویل بیان فرمائی ہے اور امام باقر وہ شخصیت ہیں کہ جن کو علم و عمل بلکہ اہل بیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطور میراث علمی ملا ہے تو گویا یہ تاویل خود حضرت علی نے اپنے اہل بیت کو سمجھائی۔

اب اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یہی راگ الاپتے رہیں کہ "خم غدیر" کے موقعہ پر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد "خلافت بلا فصل" کا اعلان فرما دیا اور اس کا اہل بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی بھی تین صحابہ کرام کے علاوہ تمام نے مخالفت کی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے (معاذ اللہ) تو پھر میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ بھی "لیس لک من الامر شیء" کی غلط تاویل کرتے ہوئے مذکورہ جرم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

جواب چہارم | حضرت علی کے خلیفہ بلا فصل ہونے سے نبی پاک علیہ السلام کا انکار:

شیخ مفید "اپنی مشہور اور معتبر کتاب" ارشاد شیخ "میں حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں:

الارشاد | فَنَهَضُوا وَبَقِيَ عِنْدَهُ الْعَبَّاسُ وَالْفَضْلُ ثُمَّ

عَبَّاسٍ وَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَ اَهْلُ بَيْتِهٖ خَاصَّةً فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ يَكُنْ هٰذَا الْاَمْرُ فِيْنَا مُسْتَقِرًّا مِنْ بَعْدِكَ فَبَشِّرْنَا وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّا نُغْلَبُ عَلَيْهِ فَاَوْصِ بِنَا فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُسْتَضْعَفُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ وَ اَصْمَتَ فَنَهَضَ الْقَوْمُ وَ هُمْ يَبْكُوْنَ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ -

۱- الارشاد للشیخ المفید ص ۹۹ باب فی طلب رسول اللہ بدواۃ وکتف -

۲- اعلام الوریٰ مصنفہ ابی الفضل ابن الحسن الطبرسی ص ۱۴۲ - بالفاظ مختلفہ

۳- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین مطبوعہ یوسفی دہلی جلد اوّل ص ۲۳۶

ترجمہ: (قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابہ کرام میں اختلاف ہو گیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اُٹھ جانے کا حکم دیا) جب سب اُٹھ کر چلے گئے۔ وہاں باقی ماندہ اشخاص میں حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہلِ بیت تھے تو حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر امرِ خلافت ہم بنی ہاشم میں ہی مستقل طور پر رہے گا پھر تو اس کی بشارت دیجیے اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجیے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا۔ بس اسی قدر الفاظ فرما کر سکوت فرما لیا۔ اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور دیگر موجود اہلِ بیت رو رہے تھے اور روتے روتے آپ سے ناامید ہو کر اُٹھ گئے۔

مذکورہ حدیث میں اس بات کی بالکل وضاحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

زندگی کے آخری وقت تک کسی کو خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا تھا۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا فیصلہ "خمِ غدیر" کے مقام پر ہو چکا ہوتا اور وہ بھی ہزاروں لوگوں کے سامنے تو قلم دوات لانے میں اختلاف کے موقعہ پر حضرت عباس کی گزارش مذکورہ الفاظ کی بجائے یوں ہونا چاہیے تھی "یارسول اللہ! اگر خلافت علی (جیساکہ آپ خمِ غدیر پر فیصلہ فرما چکے ہیں) قائم دوائم رہے گی تو ہمیں خوشخبری سُنا دیجیے۔"

دوسری وضاحت مذکورہ حدیث سے یہ سامنے آتی ہے کہ اہلِ بیت، حضرت علی عباس اور فضل بن عباس ان سب کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف زبانِ اقدس بغیر تحریر کیے صحابہ کرام کو ارشاد فرمادیں کہ اے گروہِ صحابہ! میرے بعد حضرت علی کو خلیفہ بنا تو کوئی بھی اس کا انکار نہ کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام کے تمام صحابہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت پر متفق ہو جاتے۔ لیکن ہوا اس کے خلاف یعنی صحابہ کرام نے انتقال حضور کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا اور ان کی خلافت کے حق ہوتے میں ان کی بیعت کی۔ پھر جناب فاروقِ اعظم اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی خلیفۃ المسلمین ہوئے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور عمل اس کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام کا رویہ بھی اس کے مطابق ہوتا۔

تیسری بات اسی حدیثِ مذکور سے یہ عیاں ہوتی ہے کہ اہلِ بیت حضرت عباس اور خود حضرت علی المرتضیٰ اس بات کے خواہش مند تھے کہ آخری ایام میں ہی شاید حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حق میں خلافت بلافصل کا اعلان فرمادیں تو اس موقعہ پر جب آپ کی زبانِ اقدس سے یہ نکلا کہ تمہیں کمزور و بے بس کر دیا جائے گا تو ان الفاظ کے سُنتے ہی یہ سب حضرات جان گئے کہ "خلافت بلافصل" ہمیں نہیں ملے گی۔ اسی ناامیدی اور نامرادی کی وجہ سے سب رو دیے اور اُٹھ گئے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث (حدیثِ قرطاس) نے ثابت تو کیا کرنا تھا، یہ واضح کر دیا کہ "خمِ غدیر" کا واقعہ رافضیوں کا من گھڑت اور بے سروپا واقعہ ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

جواب پنجم

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے ایک راز کی بات کی

(التحریم پ۲۸)

اس کی تفسیر میں "صاحب تفسیر صافی" اور "صاحب تفسیر قمی" نے اس کا سبب نزول یوں لکھا ہے کہ:

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس دن سیدہ حفصہ کی باری تھی ان کے گھر تشریف فرما تھے۔ اس وقت وہاں "ماریہ قبطیہ" بھی موجود تھیں۔ اتفاقاً "سیدہ حفصہ" کسی کام کے لیے باہر گئی ہوئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ماریہ قبطیہ" سے صحبت فرمائی۔ تو جب "سیدہ حفصہ" کو اس بات کا علم ہوا تو وہ ناراضگی مناتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے میرے گھر میں اور پھر میری باری کے وقت "ماریہ قبطیہ" سے صحبت کیوں فرمائی؟ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیدہ حفصہ" کو (راضی کرنے کے لیے) یہ فرمایا۔ ایک تو میں نے "ماریہ قبطیہ" کو اپنے نفس پر حرام کیا اور آئندہ اس سے کبھی صحبت نہیں کروں گا اور دوسرا میں تجھے ایک راز کی بات کہتا ہوں۔ اگر تو نے اس راز کی بات کو ظاہر کیا تو تیرے لیے اچھا نہیں ہوگا تو "سیدہ حفصہ" نے عرض کی کہ ٹھیک ہے۔ لہٰذا آپ فرمائیں وہ راز کی بات کیا ہے؟ " فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِى الْخِلَافَةَ بَعْدِىْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۔

ترجمہ: (راز کی بات ارشاد فرماتے ہوئے) آپ نے فرمایا میرے بعد بے شک ابوبکر خلیفہ ہوں گے۔ پھر ان کے بعد تیرے والد بزرگوار اس

منصب پر فائز ہوں گے۔ اس پر سیدہ حفصہ نے عرض کی کہ حضور! یہ خبر آپ کو کس نے دی ؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ علیم وخبیر نے خبر دی ہے"

(تفسیر صافی ص ۱۶۱، ۷، تفسیر قمی ص ۷۰۴، سورۃ التحریم آیت یاایھا النبی لم تحرم الخ طبع قدیم صنفہ فیض کاشانی طبع جدید)

اس حدیث کے الفاظ اتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ جس کے پڑھنے کے بعد یہ بات یقینی بن جاتی ہے کہ حضرت علی کی "خلافت بلا فصل" کا قصہ سراسر باطل اور من گھڑت ہے اور اس کے بطلان میں کوئی شبہ تک نہیں رہتا کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر حضرت علی المرتضیٰ کی "خلافت بلا فصل" کا فیصلہ کر دیا ہوتا تو اس فیصلہ کے بعد آپ اپنی زوجہ "حضرت حفصہ" کو یہ کیسے فرما سکتے تھے "کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے" کہ میرے بعد خلافت ابوبکر صدیق کی ہوگی اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق اس منصب کو سنبھالیں گے اور اگر ان دونوں روایات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بالکل تضاد اور تناقض ہے وہ اس طرح کہ دونوں سچی تو ہو نہیں سکتیں بلکہ ایک صادق اور دوسری کاذب ہوگی جس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اگر "حدیث خم غدیر" سے شیعہ لوگوں کا یہ استدلال مان لیا جائے کہ حضرت علی کی "خلافت بلا فصل" کا وہ اعلان تھی۔ تو پھر اس حدیث کی رو سے کذب باری تعالیٰ لازم آئے گا جو کہ اس کی ذات پر "بہتان عظیم" ہے کیوں کہ اس کی شان تو "من اصدق من اللہ حدیثا" ہے۔

جواب ششم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی دُھن میں توہین رسول علیہ السلام :

شیعہ حضرات کو تو اپنا مقصد اور مدعا ثابت کرنا ہے خواہ اس کے لیے من گھڑت روایات، غلط استدلال اور لچر تاویلات ہی کیوں نہ کرنی پڑیں۔ اس اندھے پن میں اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہوئے انہیں یہ خیال تک نہیں آتا کہ ہمارے اس طرزِ استدلال سے انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس پر کیا کیا اتہام و بہتان اور الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ اگر اعتبار نہ آئے تو ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: اگر بفرضِ محال آپ نے شرک کیا تو یقیناً آپ کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ لازماً خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں "صاحب تفسیر قمی اور صاحب تفسیر صافی" یوں گویا ہیں:

تفسیر صافی و تفسیر قمی:

عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَقَالَ تَفْسِيْرُهَا لَئِنْ اَمَرْتَ بِوِلَايَةِ اَحَدٍ مَعَ وِلَايَةِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَعْدِكَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

(تفسیر صافی ص ۴۷۲ ج ۲ طبع جدید، تفسیر قمی ص ۵۸۰ طبع قدیم، سورہ زمر آیت لئن اشرکت لیحبطن عملك الخ)

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ سے اس روایت (لئن اشرکت الخ) کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ آپ نے اگر اپنی وفات کے بعد حضرت علی کی خلافت کے ساتھ کسی اور کو اس امر میں شریک کار کیا تو اس جرم کی پاداش میں آپ کے تمام اعمالِ حسنہ ضائع ہو جائیں گے اور نتیجۃً

آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اس آیت کریمہ کی مذکورہ تاویل کی بنا پر شیعہ حضرات نے اپنا گھر تو آباد کر لیا اور اپنی ہنڈیا چولہے پہ چڑھادی۔ وہ یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ تمہارے بعد حضرت علی کی "خلافت بلافصل" ہوگی۔ اور اس میں کسی کو ساجھی نہ کرنا ہوگا ورنہ آپ کے تمام اعمال معاذاللہ ضبط کر لیے جائیں گے اور ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

لیکن اس تاویل جاہلانہ اور استدلالِ باطلانہ سے جو توہین حضور (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو نکلتا ہے۔ اس طرف اندھوں نے نہ دیکھا اور کور باطنی سے یہ بھی نہ سوچا کہ آپ کی نبوت تو کجا؛ اعمالِ حسنہ بھی ضبط ہو چکے ہیں۔ ع

برایں عقل و دانش بباید گریست

چند سطور قبل ہم نے "جواب نجم" میں اسی تفسیر "قمی اور صافی" سے ایک روایت ذکر کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "سیدہ حفصہؓ کو اللہ تعالیٰ کے ایک راز کی اطلاع دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد "خلافت بلافصل" "ابوبکر صدیق کی ہے، اور پھر دوسرے خلیفہ تمہارے والد "عمر فاروق" ہوں گے۔ اس روایت کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ امرِ خلافت میں ابوبکر اور عمر دونوں حضرات کو شریک فرمایا اور یہی شرکت تھی کہ جس سے اللہ رب العزت نے آپ کو منع فرمایا تو جب منع کے باوجود آپ نہ رُکے تو اس پر جو وعید تھی وہ لازماً اثر انداز ہو گی تو معلوم ہوا کہ آپ نے خلافت علی میں ان دونوں کو شریک فرما کر اپنے اعمال حسنہ بھی ضائع کر دیے اور اپنا شمار ان لوگوں میں کر لیا جو سراسر نقصان اٹھانے والے ہیں۔ سبحانك هذا بهتان عظيم على النبي الكريم والعياذ بالله من الرافضيين۔

دوسری مثال "حدیث خمِ غدیر" کے ضمن میں غلط تاویل کی یوں دیکھی جاسکتی ہے کہ ان حضرات کے مطابق اس کا معنی یہ ہوا کہ " اگر آپ نے اپنے بعد حضرت علی کی " خلافت بلا فصل " کا اعلان نہ کیا تو ایسا کرنا یوں سمجھا جائے گا کہ آپ نے " فریضہ رسالت " ہی ادا نہیں کیا "۔

لیکن ہوا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب کے خلیفہ ہونے کی خبر دی جو حرف بحرف صادق ہوئی جس کے اعلان کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا اعلان نہیں کیا (یہ الگ بات ہے کہ آپ نے حقیقتاً "خمِ غدیر" کے موقع پر حضرت علی کی خلافت بلا فصل " کا اعلان کیا ہی نہیں تھا) کیوں کہ اگر آپ نے حضرت علی کے "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا اعلان کیا ہوتا تو کسے جرأت تھی کہ آپ کے وصال کے بعد ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کو خلیفہ سمجھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی؛ لیکن سب نے خلافت صدیقی اور فاروقی پر بیعت کی تو معلوم ہوا کہ اگر شیعہ حضرات کی مذکورہ تاویل درست تسلیم کر لی جائے تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا اعلان نہ فرما کر (معاذ اللہ) فریضہ رسالت ہی ادا نہیں کیا اور ایسا عقیدہ رکھنا "صریح کفر" اور محال بالذات "ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ "خمِ غدیر" کا قصہ من گھڑت اور غلط ہے۔ اور اس سے کئی ایک بہتان لازم آتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے۔ (والعیاذ باللہ)

جواب ہفتم | نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی:

حیات القلوب | سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ " میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اس روایت کی تصدیق شیعہ حضرات کے مشہور مجتہد " ملا باقر مجلسی " نے اپنی کتاب " حیات القلوب " میں مندرجہ ذیل الفاظ سے کی ہے

"سیزدہم آن است کہ خدا ایشاں را از گرسنگی نمی کشد و ایشاں را بر گمراہی جمع نکند و مسلطئی گرداند بر ایشاں دشمن غیر از ایشاں و ہماں را بعذاب معذب نمی گرداند، وطاعون را شہادتِ ایشاں گردانیدہ است ۔

۱۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۲۵۹ ، باب نہم دربیان مناقب وفضائل وخصائص آنحضرت، مطبوعہ نامی منشی نولکشور ،

با الفاظ مختلفہ

۲۔ خصال شیخ صدوق با ترجمہ وشرح فارسی جلد ۱ ص ۱۱۱

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تیرھویں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھوکوں نہیں مارے گا اور انہیں گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہیں کرے گا اور (پچھلی امتوں جیسے) عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اور طاعون سے واقع موت کو شہادت گردانے گا ۔

یہ وہ حدیث ہے جس پر شیعہ سُنّی سبھی متفق ہیں ۔ اس حدیث میں منجملہ دیگر خصوصیات امت کے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ "امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی" تو آئیے اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ خلافت کو سمجھیں ۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ "خلافت بلافصل" حضرت علی المرتضیٰ کی منصوص تھی اور "خمِ غدیر" کے مقام پر تمام صحابہ کرام نے اس کو مان لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد تین افراد کے سوا سبھی اپنے اقرار اور بیعت سے پھر گئے اور حضرت علی کی بجائے ابوبکر صدیق کی خلافت پر بیعت کر لی اور اس طرح وہ "الضلالۃ" پر اکٹھے ہو گئے جس کی بنا پر وہ مرتد ٹھیرے (معاذ اللہ) یہ کہنا ہماری طرف سے کوئی مفروضہ نہیں بلکہ ان کے ارتداد کو مشہور شیعہ مصنف "محمد بن عمر" اپنی مشہور تصنیف "رجال الکشی" میں یوں تحریر کرتا ہے ،

رجال کشی عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ (ع) قَالَ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ الرِّدَۃِ

بَعْدَ النَّبِيِّ اِلَّا ثَلٰثَةٌ فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمِقْدَادُ
ابْنُ الْاَسْوَدِ وَاَبُوْ ذَرِّ الْغِفَارِيُّ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ
ثُمَّ عَرَفَ النَّاسَ بَعْدَ يَسِيْرٍ وَقَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ
دَارَتْ عَلَيْهِمُ الرَّحَاءُ وَاَبَوْا اَنْ يُبَايِعُوْا لِاَبِيْ بَكْرٍ
حَتّٰى جَاءُوْا بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُكْرَهًا فَبَايَعَ "

(رجال الکشی در ذکر سلمان فارسی ص ۱۲)

ترجمہ: ابو جعفر امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین افراد کے سوا تمام مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ تین کون تھے؟ فرمایا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔ پھر آپ نے ان تین افراد کا تعارف یوں فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مصائب کی چکیوں میں پستے تو رہے لیکن ابوبکر کی بیعت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو زبردستی لایا گیا اور آپ نے ابوبکر کی بیعت کی۔

توضیح

"رجال الکشی" کے مصنف کی تحریر کے مطابق معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد آپ کی امت (تین افراد کے سوا) "الضلالۃ" پر متفق ہو گئی۔ حالانکہ گزشتہ حدیث جو "حیات القلوب" کتاب سے ذکر کی گئی وہ اہل سنت واہل تشیع کے نزدیک صحیح حدیث ہے جس سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کسی دور میں بھی گمراہی پر مجتمع اور متفق نہ ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو گمراہی پر متفق نہ ہونے کی خصوصیت بیان فرمائیں لیکن غضب خدا کا یہ کہ "رجال الکشی" والا حضور کے وصال کے فوراً بعد کو سب کو "متفق علی الضلالۃ" گردانے۔

جب اس کفریہ عبارت کا مطلب اور معنی خود شیعہ لوگوں سے دریافت کیا گیا کہ تم نے

"لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" کے خلاف یہ عقیدہ کہاں سے لیا اور اس کی صحت کی تمہارے ہاں کیا دلیل ہے؟ تو جواب دیا کہ اس وقت تمام صحابہ کرام کا (تین افراد کے علاوہ) مرتد ہونا بایں وجہ تھا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد "حدیث خم غدیر" کی مخالفت کی تھی جس میں حضرت علی کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کا اعلان تھا۔

تنبیہ دین و ایمان ملا تو قرآن و حدیث کے ذریعہ سے۔ قرآن و حدیث ملے تو صحابہ کرام کے واسطہ سے۔ اگر بقول ان کے صحابہ کرام ہی معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے تو ان کے ذریعہ و واسطہ سے جو قرآن و حدیث ہم تک پہنچے وہ ناقابلِ یقین۔ جب یہی ناقابلِ یقین ہوئے تو دین و ایمان کہاں اور کس سے ملے گا؟

لیکن آج تک اپنے بیگانے اس پر متفق ہیں کہ قرآن و حدیث حق ہیں۔ جب یہ حق ہیں تو جن کے ذریعہ ہم تک یہ پہنچے وہ لامحالہ حق ہیں اور ان کی حقانیت خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ان الفاظ سے بالکل صاف عیاں ہے۔ اِمَامَانِ عَادِلاَنِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَیْہِ۔ ابوبکر و عمر دونوں عادل اور انصاف پسند امام تھے۔ دونوں ہی حق پر رہے اور حق پر ہی چلتے چلتے دنیا سے رخصت ہو گئے

تازیانہ "رجال الکشی" کے مطابق تین افراد کے سوا اگر تمام مرتد ہو گئے تھے تو خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ جنابہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کے ایمان و اسلام کے متعلق کیا کہو گے جن کی طہارت (ان کے ہاں) قرآن سے ثابت ہے ان کا ارتداد ان کے مجتہد نے ثابت کر دیا۔ کسی نے خوب کہا:

"بے حیا باش ہر چہ خواہی کن"

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ قرآن و حدیث بھی حق اور صحابہ کرام بھی حق پر ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد بھی صواب لیکن ان کی صداقت چاہتی ہے کہ "حدیثِ خم غدیر"

جھوٹ کا پلندا ہے اور باطل کی پٹاری ہے جس سے ساری امت کی گمراہی نکلتی ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب ہشتم | شیعوں کی خبر متواتر، عقل و نقل سے باطل:

سید ابن طاؤس و ابن شہر آشوب و دیگراں روایت کردہ اند کہ عامر بن طفیل و ازید بن قیس بقصد قتل آنحضرت آمدند۔ چوں داخل مسجد شدند۔ عامر بنزدیک آنحضرت آمد و گفت، یا محمد! اگر من مسلمان شوم۔ برائے من چہ خواہد بود حضرت فرمود کہ برائے تو خواہد بود آنچہ برائے ہمہ مسلماناں است۔ گفت میخواہم بعد از خود مرا خلیفہ گردانی۔ حضرت فرمود۔ اختیار ایں امر بدست خدا است و بدست من و تو نیست۔

(حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۴۴۴ باب بستم در بیان معجزات
کفایت از شر دشمناں مطبوعہ نامی نولکشور)

ترجمہ: سید ابن طاؤس، ابن شہر آشوب اور دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی نیت سے آئے اور مسجد میں داخل ہو گئے تو "عامر بن طفیل" آپ کے نزدیک گیا اور کہا: یا محمد! اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لیے کیا انعام ہو گا اور مجھے اس سے کیا فائدہ ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی وہی ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملتا ہے (یعنی تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترک ہو گا) اس نے کہا: میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں اس پر آپ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

(بقول شیعہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو بیس مرتبہ عرش پر نبی علیہ السلام کو حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا حکم فرمایا تھا۔ تو معلوم ہوا واقعہ معراج سے لے کر ہی اس خلافت بلا فصل کا چرچہ ہو چکا تھا اگرچہ اس کا باضابطہ اعلان خم غدیر پر ہوا اور بقول شیعہ اس خلافت کی تاکید اللہ نے نماز روزہ سے بھی زیادہ کی تھی۔ گویا یہ خلافت نماز سے بھی زیادہ مشہور و متواتر تھی۔) تو اس قدر تواتر اور شہرت کے حامل ہوتے ہوئے کوئی اپنا بیگانہ اس منصب کا کب خواہشمند ہو سکتا ہے اور "ابن طفیل" کو آپ سے اپنی خلافت کے بارے میں سوال کی خواہش کب ہو سکتی تھی جب کہ وہ جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قضیہ کا سبھی صحابہ کرام کے سامنے فیصلہ فرما کر اعلان کر چکے ہیں؟ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی مان لیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی "خلافت بلا فصل" کا اعلان فرما بھی دیا تھا تو جواب میں "ابن طفیل" کو یہ کہا جاتا کہ ابن طفیل! میں اپنے بعد خلافت کا معاملہ سلجھا چکا ہوں اس کے لیے حضرت علی کو "خلیفہ بلا فصل" بنانے کا اعلان کر چکا ہوں۔ لہٰذا تمہارے لیے اب کوئی گنجائش نہیں مگر آپ نے جواب جو عطا فرمایا وہ یہ کہ خلافت کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے بنانا چاہے گا اسے بنا دے گا۔

تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہرہ میں اپنے بعد "خلیفہ بلا فصل" ہونے کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ لہٰذا "حدیثِ غدیر" کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے "خلیفہ بلا فصل" ہونے پر بطورِ دلیل پیش کرنا انتہائی جہالت اور نری حماقت ہے۔

جوابِ نہم | حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونے سے خود اپنا انکار:

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "تاریخ روضۃ الصفا" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی

اللہ عنہ کے بعد جناب فاروقِ اعظم کے خلیفہ نامزد ہونے کا واقعہ کچھ اس طرح مرقوم ہے:

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال شریف کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایک وصیت نامہ لکھیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ لکھنا شروع کیا۔ لکھتے لکھتے جب اس عبارت پر پہنچے کہ "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ"، تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوگئی جس کی وجہ سے آپ خلیفہ کا نام نہ بتا سکے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے جناب عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا۔ پھر جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افاقہ ہوا آپ نے وصیت نامہ پر نظر ڈالی تو آپ کو خلیفہ کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اے عثمان! یہ کس نے لکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضرت! یہ میں نے لکھا ہے اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ایک طویل دُعا مانگی اور اس کے بعد فرمایا کہ:

روضۃ الصفا: اگر نام خود را نیز می نویسی مضائقہ نبود۔ امیر المؤمنین علی فرمود کہ ما بغیر عمر راضی نمی شویم کہ خلیفہ باشد۔ ابو بکر دربارۂ مرتضیٰ علی دُعائے خیر بر زبان آورد ...... وجمعی کہ خلافتِ عمر را کارہ بودند۔ گفتند۔ اے خلیفہ رسول خدا! دریں امرِ خطیر تامل بسزا فرمائی زیرا کہ در قیامت خلفاء از حال رعایا وزیر دستان مسئول خواہند بود۔ علی گفت کہ اے طلحہ! ہیچ کس را بغیر از عمر اطاعت نمی کنم۔ بخدا سوگند! کہ تحمل ایں بارِ گراں جز او را کسے نمی دانم۔ وشمہ از اوصاف او بیان کردہ بخدمتِ ابی بکر توجہ نمودہ گفت اے خلیفۂ رسولِ خدا! پسندیدۂ شما پسندیدہ ما است و رضائے ما مقرون برضائے شما است بر ہمگناں معلوم است کہ مدت

الحیات بروجہ احسن زیستی ۔ و پیوستہ بنظر مرحمت درحالِ امت نگریستی باری سبحانہ، وتعالیٰ ترا جزاے خیر دہاد و بعنایت و مغفرت خود مخصوص گرداند "

(تاریخ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۲۴۴ در ذکر خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ نولکشور)

ترجمہ :۔ جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عثمان ! اگر تو اپنا نام بھی لکھ دیتا تو کوئی حرج نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اتفاقاً وہاں موجود تھے آپ نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی کے خلیفہ بننے کو پسند نہیں کریں گے۔ اس پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے بھی دعائے خیر فرمائی .... جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے ناخوش تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ! اس خطرناک منصب کی ذمہ داری سے عہدہ برآنہ ہونے کی سزا کی طرف دھیان کر لیا ہوتا کیوں کہ قیامت کے دن خلفاء سے اس بات کی بازپرس ہو گی کہ تم نے اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں سے کیا سلوک کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ظلم ! حضرت عمر کے سوا ہم کسی کی اطاعت نہیں کریں گے ۔ خدا کی قسم ! اس گراں بوجھ (خلافت) کو عمر کے بغیر کوئی بھی اٹھانے والا ہمیں نظر نہیں آتا ۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ اوصاف بیان فرمائے ۔ بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے رسولِ خدا کے خلیفہ ! آپ کی پسند ہماری پسند ہے اور ہماری خوشی آپ کی خوشی سے وابستہ ہے ۔ ہم سب جانتے ہیں کہ

تمام زندگی آپ نے بروجہ احسن بسر فرمائی اور ہمیشہ امت کی بھلائی اور خیر خواہی سوچی۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے اور اپنی عنایت و بخشش سے مخصوص فرمائے۔"

توضیح "روضۃ الصفا" کی اس روایت نے مسئلہ زیرِ بحث (خلافت بلافصل) کی ایسی واضح تردید فرمائی اور وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ اقدس سے کہ جس کا ان "مدعیانِ خلافت بلافصل" کے پاس کوئی جواب نہیں لیکن اس کے لیے نظرِ انصاف چاہیے اور اس دولت سے یہ لوگ محروم ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو کس طرح صاف الفاظ میں فرمایا کہ ہم آپ کے بعد سوائے "عمر" کے کسی کی خلافت پسند نہیں کریں گے۔ اور پھر فرمایا کہ اس آڑے وقت میں امت کی کشتی کو بھنور سے نکالنا صرف "عمر بن خطاب" کا ہی کام ہے۔ اور انہی الفاظ میں وہ اپنے "خلیفہ بلافصل" ہونے کے شبہ کو رد فرما رہے ہیں۔ ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ "عمر بن خطاب" کی پر زور تائید کرتے اور نہ ہی ان کے اوصاف کا تذکرہ فرماتے کیوں کہ اگر آپ خلیفہ بلافصل ہوتے تو پھر غیر کے خلیفہ بننے کو کیسے گوارا کرتے۔

اس روایت سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے کہ "خم غدیر" کے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کا اعلان محض دروغ گوئی ہے اور حضرت علی المرتضیٰ خود اس کی تردید فرما رہے ہیں۔

جوابِ دہم — حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بننے کے لیے اپنے پر دوسرے کو ترجیح دینا:

"نہج البلاغہ" میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ایک خطبہ مذکور ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید کر دیے جانے کے بعد لوگوں کے اصرار پر ارشاد فرمایا۔

س کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ علیہ السلام لَمَّا أُرِيدَ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْرًا لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ وَإِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ وَالْحُجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيرًا ۔

(نہج البلاغہ ص ۱۳۶ خطبہ ۹۲ مطبوعہ بیروت دارالکتاب لبنانیہ)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ایک خطبہ دیا جب کہ کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ اس میں آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو۔ اس منصب کے لیے کسی اور کی تلاش کرو کیوں کہ ہم ایسے معاملہ میں پڑنے والے ہیں جس کے مختلف چہرے اور عجیب و غریب رنگ ہیں۔ دل ان کو برداشت کرنے سے قاصر اور عقل وہاں بے دست و پا ہیں۔ دنیا بادل میں گھر گئی اور راہ ہدایت اوجھل ہو گیا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تم نے اس خلافت کے لیے مجھے چن لیا اور بیعت سے اس کی تائید کر دی تو میں تمہیں اپنی بساط کے مطابق اپنی معلومات کا سہارا لے کر اس طرف لے چلوں گا۔ جس کو میں ہی جانتا ہوں

اس وادی کے سفر میں نہ تو میں کسی قائل کے قول کی طرف متوجہ ہوں گا اور ناراض ہونے والوں کی ملامت اور سرزنش مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے گی اور اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا اور امرِ خلافت کے بارے میں مجبور پر اعتماد و اتفاق نہ کیا تو میں بھی تمہارا ساتھی ہوں گا۔ پھر جس کو تم خلیفہ چن لوگے میں اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری میں تم سب سے آگے ہوں گا۔ اور میرا وزیر بن جانا تمہارے لیے اس سے بہتر ہوگا کہ تم مجھے خلیفہ مقرر کرو۔

توضیح ذکر کردہ خطبہ میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تین ارشادات ایسے ہیں جو آپ کے "خلیفہ بلافصل" ہونے کی پر زور تردید کر رہے ہیں جس کا انکار کوئی بھی صاحبِ عقل و خرد نہیں کرے گا۔

اوّل:

"اِنْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَاَنَا كَاَحَدِكُمْ" یعنی اگر تم لوگوں نے امرِ خلافت مجھے نہ سونپا تو پھر میری حیثیت بھی ویسی ہی ہوگی جیسے تم میں سے کسی ایک کی فرض کر لی جائے ان الفاظ کا صاف صاف مقصد یہ ہے کہ آپ ان الفاظ کے ارشاد فرمانے سے قبل نہ خلیفہ تھے اور نہ لوگوں کو اس بارے میں کوئی علم تھا۔

دوم:

"لَعَلِّيْ اَسْمَعُكُمْ وَاَطْوَعُكُمْ" یعنی اگر کسی اور شخص کو خلافت کا بوجھ ڈال دیا جائے تو اس کی فرماں برداری اور خدمت گزاری کے اعتبار سے میں تم سب سے آگے ہوں گا۔ اس ارشاد سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اگر "خمِ غدیر" کے موقعہ پر آپ کی "خلافت بلافصل" کا اعلان ہو چکا ہوتا تو پھر کسی دوسرے کی اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار چہ معنی دارد؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ "خمِ غدیر" کا واقعہ بے اصل و لغو ہے

سوم: " وَاَنَا لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَّكُمْ مِنِّيْ اَمِيْرًا " یعنی میں

اپنے متعلق تمہارا وزیر بن جانا بہ نسبت خلیفہ کے تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں۔ اس ارشاد میں تو آپ "خلافت" جو چوتھے درجہ پر تھی اسے بھی پسند نہیں فرما رہے بلکہ اس کی بجائے وزیر بننے کو زیادہ اہمیت دے رہے ہیں۔ تو جب موقع ملا پھر بھی کنارہ کشی کریں۔ لیکن شیعہ لوگ ہیں کہ "خم غدیر" کے وقت ان کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے درپے ہیں

دوسرے ارشاد (لعلی اسمعکم الخ) کی "ابن میثم" نے ان الفاظ سے تشریح کی:

وان ترکتمونی الخ اَیْ کُنْتُ کَاَحَدِکُمْ فِی الطَّاعَۃِ لِاَمِیْرِکُمْ بَلْ لَعَلِّیْ اَکُوْنُ اَطْوَعُکُمْ لَہٗ اَیْ لِقُوَّۃِ عِلْمِہٖ بِوُجُوْبِ طَاعَۃِ الْاِمَامِ ۔

ترجمہ: یعنی ہوں گا میں تمہاری مثل امیر کی اطاعت کرنے میں اور شاید کریں تم سے زیادہ اطاعت کروں کیوں کہ امام کے وجوبِ اطاعت کے متعلق آپ کا علم قوی ہے

(زیر خطبہ ۹۱، شرح ابن میثم ج ۲ ص ۳۸۷، طبع جدید)

"ابن میثم" کی اس تشریح سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا یہ ارشاد کہ "میں تمہارے خلیفہ کی اطاعت اور وہ بھی تم سے زیادہ کروں گا" اس بات کا شاہد ہے کہ آپ اطاعت اسی وقت کریں گے جب اسے خلیفہ برحق سمجھتے ہوں گے کیوں کہ آپ جیسی شخصیت کے بارے میں یہ گمان بھی کرنا غلط ہے کہ کسی باطل کی اطاعت کا آپ اظہار فرما رہے ہیں ۔

ان تین ارشادات کا خلاصہ یہ ہوا کہ آپ اس خطبہ کے وقت تک نہ خلیفہ تھے اور نہ ہی خلافت کے دعویدار۔ جب یہ دونوں باتیں مفقود تھیں۔ تو "خلافت بلافصل" کا شوشہ کب جگہ پکڑتا دکھائی دے سکتا ہے۔ لٰہذا ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کی "خلافت بلافصل" کو "خم غدیر" کی حدیث سے ثابت کرنا خود آپ کے ارشادات کے خلاف ہے، اور اس سے بڑھ کر خود تمہارے خرافات بھی شکوک و اوہام کے بھنور میں موت و حیات

کی کشمکش میں ہیں جن سے کسی دلیل کو تقویت ملنا تو کجا ان کا صحیح ہونا بھی ناممکن ہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ، فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار

اعتراض

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوِيَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَقْرَءُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ اَنَّ عَلِيًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

(در منثور جزء ثانی ص ۲۹۸، زیر آیت یاایہا الرسول بلغ پارہ ۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن مردویہ نے نقل کیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یوں (آیت تبلیغ) پڑھا کرتے تھے۔ یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَى الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ الخ۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آپ کی طرف حضرت علی کے متعلق "مومنین کا مولیٰ" ہونے کا حکم نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں اور بفرضِ محال اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یوں سمجھیے کہ آپ نے اللہ کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے مامون و محفوظ رکھے گا۔

طریقۂ استدلال

مذکورہ آیت تبلیغ کی روایت اہل سنت کے ہاں بھی قابلِ اعتماد ہے کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سنیوں کے نزدیک ایک ایسے راوی ہیں جن کی ثقاہت و عدالت میں کسی کو کوئی شک نہیں "در منثور" امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر خود ان کی ذات کی طرح اہل سنت و جماعت کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے۔

جب راوی بھی ثقہ اور ان کی روایت جس تفسیر میں مذکور ہے وہ بھی معتبر تو پھر اس روایت کے مفہوم سے کون سنی انکار کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس روایت کے الفاظ کے مطابق " ان علیا مولی المؤمنین " کے اضافی جملہ کا یہی مفہوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت شریف کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام مومنوں کے مولیٰ اور خلیفہ ہوں گے لہٰذا معلوم ہوا کہ:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت "منصوص من اللہ" ہے۔

۲۔ یہ کہ وہ "خلافت بلافصل" ہے۔

مذکورہ سوال کے چند جوابات

جواب اوّل سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ اور عادل ہونے میں واقعی کسی سُنّی کو ہرگز کوئی اختلاف نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ابن مردویہ جو اس حدیث کے "ابن مسعودؓ سے راوی ہیں۔ ان کی روایت کی سند کہاں تک معلوم اور واضح ہے۔ "ابن مردویہ" حافظ ابو بکر احمد بن موسیٰ اصفہانی ہیں جن کی پانچویں صدی ہجری (۴۱۰ھ) میں رحلت ہوئی اور "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ" سے بلا واسطہ ان کا سماع تو ہو نہیں سکتا لازماً دونوں حضرات کے درمیان اس روایت کے اور بھی راوی ہوں گے لیکن بسیار تلاش کے باوجود ان درمیانی رواتِ حدیث کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ نہ ان کے نام معلوم نہ ان کی ثقاہت و عدالت وغیرہ اوصاف کا پتہ۔ تو جس روایت کے روات میں سے بعض کا نام تک معلوم نہ ہو ان کی روایت کردہ حدیث کا معیار معلوم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہم اس حدیث کے موضوع، مرسل وغیرہ ہونے کا قطعاً فیصلہ نہیں کر پائے۔ ہاں میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ شیعہ لوگ اس روایت کی مکمل سند اور صحیح الاسناد ہونا ثابت کر دیں تو بیس ہزار روپیہ نقد انعام پائیں۔ انعام بھی پائیں اور دلیل و حجت بھی بنائیں۔ بصورتِ دیگر منہ کی کھائیں اور

شرماتے جائیں۔

جوابِ دوم کسی روایت کا "درِ منثور" میں ہونا اور بات ہے اور اس کا "صحیح" ہونا امرِ دیگر ہے کیوں کہ اس تفسیر میں رطب و یابس اور صحیح و سقیم بہت کچھ ہے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جس غرض و مقصد کے لیے اپنی اس تفسیر میں ہر قسم کی روایات جمع فرمائیں۔ "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" اپنی تصنیف "قرۃ العین" میں اس کی توجیہہ فرماتے ہیں۔ ص ۲۸۳ پر مذکور ہے۔

> "وسیوطی در درِ منثور جمع احادیث مناسبہ بقرآن نمود قطع نظر از صحت وسقم۔ تا محدثے آن را بمیزانِ علم خود بسنجد، ہر حدیثے را در محل خودش بگذارد"
>
> ترجمہ: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "درِ منثور" میں جن احادیث کو جمع فرمایا وہ اس مقام کے مناسب تھیں لیکن ان کی صحت وسقم سے قطع نظر فرمائی رہی ان کی صحت وسقم کی بات تو یہ محدثین کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے ان کو پرکھیں اور ان کا معیار مقرر کریں اور جانچ پڑتال کے بعد ان کو اپنے اپنے مقامات پر رکھیں۔

تو معلوم ہوا کہ نہ تو سیدنا "عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ" غیر ثقہ اور غیر عادل راوی ہیں اور نہ ہی "علامہ سیوطی" کے مقتدائے اہلِ سنت ہونے سے کوئی انکار لیکن جب روایت کا سلسلہ ہی غیر معلوم ہو اور پتہ نہ چل سکے کہ کن واسطوں سے یہ روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو اس پر کون اعتبار کرے گا۔ دوسرا یہ روایت اس کتاب کی پیش کی جا رہی ہے جس میں مصنف نے روایات کی صحت وسقم کا لحاظ نہ فرمایا بلکہ ذخیرۂ احادیث کو مطلوبہ آیتِ قرآنیہ کے تحت جمع فرما دیا اور ان روایات کی تخریج و اسناد کے اعتبار سے درجہ بندی محدثینِ کرام پر چھوڑ دی تو میں پوچھتا ہوں کہ اس حدیث کو کس محدث نے قابلِ حجت و استدلال ٹھہرایا۔ خدا را نام تو بتائیے شاید ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل جائے۔

اور پھر آپ لوگ تو "خلافت بلافصل" کے "منصوص من اللہ" ہونے کے قائل ہیں۔ ذرا انصاف کیجیے کیا "منصوص من اللہ" اسی طرح ثابت ہوتی ہے جس طرح تم ثابت کر رہے ہو۔ حالاں کہ اس طرح کی مرویات تمہارے ہاں بھی قابلِ استدلال نہیں تو ایسی بے سند روایت سے اتنی عظیم بات جو "اصولِ دین" میں گردانتے ہو۔ ثابت کرنے کی جسارت کر رہے ہو

چہ دلا ور است دزدے کہ بکف چراغ آرد

جواب سوم اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (پ۱۴ الحجرات)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری خود سنبھالی ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار اس اللہ قادر قیوم نے ان الفاظ سے کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ اِنَّهٗ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کا حکم تو اس طرح کا ہے کہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے بس کہہ دیتا ہے ہو جا۔ وہ فوراً ہو جاتا ہے جو چاہتا ہے۔ وہ کر گزرنے والا ہے۔

تو جس کلام کی حفاظت ایسی قدرت و حکومت والا اپنے ذمہ لے۔ اس سے یہ الفاظ "ان علیا مولی المؤمنین" کیسے کوئی نکال سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ "تفسیر در منثور" میں جو یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کیے گئے، موضوع ہیں۔ رہی یہ بات کہ اس جملہ کو کس نے گھڑا تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ اس کا گھڑنے والا وہی فرقہ ضالہ ہے جس نے قرآن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" ثابت کرنے کی جسارت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن پاک میں (معاذ اللہ) تحریف ہو چکی ہے چنانچہ آیت زیر بحث میں لکھا ہے کہ اس کا نزول ان الفاظ کے ساتھ ہوا تھا،

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فِیْ عَلِیٍّ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ " امامت و خلافت " کے بارے میں دو ہزار سے زائد آیات قرآن میں موجود تھیں لیکن ان کو نکال دیا گیا۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی دلیل ثانی

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ پ۱۹، ع۱۵ کی تفسیر کرتے ہوئے "صاحب تفسیر خازن" اور "صاحب تفسیر معالم التنزیل" یوں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی دو بہترین چیزیں لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان کی طرف بلاؤں لہٰذا تم میں سے میرے امر میں کون وزیر بننا چاہے گا اور فرمایا

وَیَكُوْنُ اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ فِیْكُمْ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ عَنْهَا جَمِیْعًا وَ اَنَا اَحْدَثُهُمْ سِنًّا فَقُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُوْنُ وَزِیْرَكَ فَاَخَذَ بِرَقَبَتِیْ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ فِیْكُمْ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اَطِیْعُوْا فَقَامَ الْقَوْمُ یَضْحَكُوْنَ وَ یَقُوْلُوْنَ لِاَبِیْ طَالِبٍ قَدْ اَمَرَكَ اَنْ تَسْمَعَ لِعَلِیٍّ وَ تُطِیْعَهٗ۔ (تفسیر معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۸۲)

ترجمہ: وہ کون ہے جو تم میں میرا خلیفہ، وصی اور بھائی بنے؟ یہ سن کر سب حاضرین خاموش ہو گئے اور کسی نے اس بات کی ذمہ داری نہ لی اور میں (یعنی حضرت علی

نے باوجود کم عمر ہونے کے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کا وزیر بننا چاہوں گا تو آپ نے یہ سن کر میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: (لوگو!) یہ میرا بھائی ہے، وصی اور تمہارے اندر میرا خلیفہ ہے۔ لہذا اس کی بات پر عمل کرنا اور اس کی اطاعت کرنا (آپ کے اس ارشاد پر) کچھ لوگ ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے اور وہ ابوطالب کو کہہ رہے تھے (اے ابوطالب!) تجھے بھی اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ تو بھی اپنے بیٹے علی کی بات پر عمل کرنا اور اس کی فرماں برداری بجا لانا۔

طریقہ استدلال

"صاحب معالم التنزیل" نے اس حدیث پاک کو مکمل سند کے ساتھ اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے اور اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں صاف صاف ذکر فرمایا کہ "علی" ہی میرے بعد میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم سب پر ان کی اطاعت اور ان کی باتوں پر عمل کرنا لازم ہوگا تو آپ کا یہ ارشادِ اطاعت صرف "اہلِ بیت" کو ہی نہیں، بلکہ تمام لوگوں کے لیے خلیفہ ہونے اور ان کی اطاعت کرنے کا حکم ہے تو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا نام لے کر انہیں اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور ان کی اطاعت کو لازم قرار دیا تھا۔ لہٰذا آپ کی "خلافت بلافصل" اس حدیث سے صاف صراحت کے ساتھ ثابت ہوئی اور طرفہ یہ کہ اسے روایت بھی اہلِ سنت وجماعت کے مفسرین نے کیا۔

جواب

زیر بحث حدیث "معالم التنزیل" میں واقعی مکمل سند کے ساتھ مذکور ہے اور وہ سند یہ ہے:

رَوٰی مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الْغَفَّارِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ مِنْهَالِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ۔ (زیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین)

اس سند کے رواۃ (رجال) میں سے ایک راوی "عبدالغفار بن قاسم" ہے جس کے بارے میں "قانون الموضوعات" میں علامہ "الطاہر الفتنی الهندی" نے اس کے صفحہ ۲۷۹ پر لکھا ہے۔

عبد الغفار بن القاسم مَتْرُوكٌ شَيْعِيٌّ يَضَعُ "یعنی عبدالغفار بن قاسم، مطعون ہے۔ اور طعن یہ ہے کہ اس کی روایات چھوڑ دی جاتی ہیں۔ وہ شیعہ تھا اور احادیث گھڑ بھی لیا کرتا تھا۔

اس کے علاوہ "موضوعات کبیر" میں جناب "ملا علی قاری" نے بھی ص ۹۴ پر اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ " ان هذا وصيي و خليفتي من بعدي" یہ عبارت من گھڑت ہے۔

لسان المیزان جلد چہارم ص ۴۲ پر "حرفِ عین" کے ضمن میں مذکور ہے "عبد الغفار بن القاسم هُوَ رَافِضِيٌّ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَيُقَالُ مِنْ رُؤُوسِ الشِّيْعَةِ" یعنی عبدالغفار بن قاسم، رافضی ہے اور روایات میں ثقہ نہیں اور اسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ سرخیلانِ شیعہ میں سے تھا۔

جہاں تک اس راوی کے رافضی شیعہ ہونے کا معاملہ ہے تو اس کی تائید خود شیعہ حضرات کی معتبر کتاب بھی کرتی ہے۔ چنانچہ "مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۰۲" پر اس کے مصنف "ملا نور اللہ شوستری" لکھتے ہیں کہ "طائفہ دوم" یعنی غیر بنو ہاشم میں جو حضرات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شیعوں میں تھے۔ ان میں سے ایک شیعہ "عبدالغفار بن القاسم" بھی ہے جس کا ذکر نور اللہ شوستری نے فہرست میں پچاس نمبر پر ص ۲۶۴ میں کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"در قسم مقبولان از کتاب خلاصہ مذکور است" یعنی عبدالغفار بن قاسم کو صاحب کتاب خلاصہ نے از قسم مقبولان (شیعہ) شمار کیا ہے۔

مقامِ غور قارئین کرام ! ذرا توجہ فرمائیں اور غور سے دیکھیں کہ جس روایت کا راوی ایسا شخص ہو جس کی روایات کو ہی چھوڑ دیا گیا ہو اور اس پر مزید یہ کر وہ ان راویوں میں شمار ہو جو من گھڑت روایات بیان کرنے والے ہوں تو اس کی روایت پیش کرنا اور پھر اس سے استدلال لانا کس قدر ڈھٹائی ہے اور اس سے بڑھ کر اس کے شیعہ ہونے کی تصدیق خود شیعہ مجتہد " ملا نور اللہ شوستری " بھی کر دے تو انصاف فرمائیں کہ ایسے راوی کی روایت اہلِ سنت وجماعت کے ہاں کب حجت اور دلیل بن سکتی ہے ۔

پھر میں کہتا ہوں کہ شیعہ حضرات کے لیے لازم تھا کہ " خلافت بلافصل " کے متعلق ایسی حدیث پیش کرتے جو متواتر ہوتی کیوں کہ " خلافت بلافصل " ان کے ہاں " اصولِ دین " میں سے ہے اور اصولِ دین میں سے کوئی بھی اصل ایسا نہیں جو اس قسم کی متروک بلکہ موضوع حدیث سے ثابت ہو سکے ۔

بفرضِ محال اس روایت کو ہم صحیح مان لیتے ہیں لیکن پھر ہم شیعہ حضرات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ اس میں " خلافت بلافصل " کا ذکر کن الفاظ میں ہے ۔ ہاں اگر لفظ " من بعدی " ہوتا تو بھی کچھ اشک دھونے کا سامان بن جاتا لیکن یہ الفاظ حضرت علی کے بارے میں اس روایت میں تو نہیں آئے بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ان الفاظ کا ثبوت خود آپ کی کتابوں سے ملتا ہے :

تفسیر قمی :

اَنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِى الْخَلَافَةَ مِنْ بَعْدِىْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِىَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ "

(تفسیر قمی سورہ تحریم ، زیرِ آیت واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا الخ)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میرے دنیا سے پردہ کر

کے بعد خلافت کا والی وارث ابوبکر ہو گا۔ اس کے انتقال کے بعد تیرے والد عمر بن الخطاب ہوں گے تو جناب حفصہ نے عرض کی حضور! آپ کو یہ خبر کس نے دی فرمایا: اللہ علیم وخبیر نے مجھے یہ خبر دی ہے۔

اس روایت میں جب "من بعدی" کے الفاظ صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ "خلافت بلافصل" تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے شایانِ شان تھا (اور واقعۃً بھی ایسا ہی ہوا) تو شیعہ لوگوں کو چاہیے تھا کہ "خلافت بلافصل" کا منصب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے، نہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "بلافصل خلافت" صرف ایک ہی شخص کو مل سکتی ہے۔ اور اگر اس لفظ سے مطلقاً بعد میں خلیفہ ہونا مفہوم ہو تو اس کا مصداق چاروں خلفائے کرام بنتے ہیں کیوں کہ ان میں سے کوئی بھی خلیفہ آپ کے ظاہری طور پر موجود ہوتے ہوئے ہرگز مسندِ خلافت پر نہ بیٹھا اور نہ ہی اس کی جرأت کی۔

مقام تعجب

ویسے تو "تفسیر خازن اور معالم التنزیل" کی مذکورہ روایت میں "من بعدی" کے الفاظ موجود نہیں۔ اور اگر کسی دوسری روایت میں اس مقام پر یہ الفاظ مذکور بھی ہوں تو ان روایات کی جمع کی شکل وہی ہو سکتی ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا "من بعدی بلا فصل" اور "من بعدی بالفصل" کا مصداق بننا بالکل عیاں ہے کہ اول الذکر (من بعدی بلا فصل) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت قرار پائی۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "بلافصل خلافت" انہی کو ملی اور مؤخر الذکر (من بعدی بالفصل) بقیہ تین خلفاء کی صفت قرار پائی جس میں چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔

لیکن ہٹ دھرمی دیکھیے کہ جو پیکرِ صدق وصفا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل خلیفہ بنے انہیں یہ لوگ "خلیفۂ رسول" ماننے کو تیار نہیں۔ اور جو شخصیت چوتھے درجہ پر اس منصب کی متحمل ہوئی۔ انہیں "خلیفہ بلافصل" کہتے ہیں۔ خوب ہے ؎

خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے

اس بات (خلافت بلافصل) کو حضرت علیؓ کے لیے ثابت کرنے میں ایک تو روایت کو گھڑا۔ دوسرا آیاتِ ربانی کی غلط تاویل کی۔ تیسرا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو "تقیہ" کرنے والا اور بزدل ثابت کیا۔ چوتھا خلفاء ثلاثہ کو غاصب شمار کیا وغیرہ وغیرہ۔ والعیاذ باللہ عقل کے کوروں کو یہ سب باتیں ماننا گوارا ہیں لیکن اپنا غلط اور فرضی عقیدہ چھوڑنا ہرگز نہیں۔ و للناس فیما یعشقون مذاهب۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر شیعہ حضرات کی

دلیل ثالث

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا - يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا - وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ٥

(پ ۱۸ - ع ۳)

ترجمہ: ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے ان کی خاطر سے پائیدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے

بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہی نافرمان ہیں۔

(ترجمہ مقبول)

طریقہ استدلال

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے امتِ محمدیہ میں اسی طرح خلفاء بنانے کا وعدہ فرمایا جس طرح اس امت سے پہلے خلیفہ بنائے گئے۔ پہلے بنائے گئے خلفاء کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے کہ وہ دو طریقوں سے مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خود خلیفہ بنایا اور دوسرا یہ کہ اللہ کے کسی پیغمبر نے کسی کو خلیفہ بنایا۔ دونوں طرح کی خلافت ان واقعات سے ظاہر ہے۔ آدم علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

انی جاعل فی الارض خلیفۃ (پ ۱ ع ۴) میں یقیناً زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق بھی ارشاد ہوا:

یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (پ ۲۳ - ع ۱۱) اے داؤد! یقیناً ہم نے ہی آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو فرمایا:

یاھارون اخلفنی فی قومی اے ہارون! میری قوم میں میرا خلیفہ ہو

مندرجہ بالا آیت میں استخلاف کے دو طریقوں میں سے اوّل الذکر طریقہ کا اشارہ ہے۔ کیوں کہ "لیستخلفنھم" میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور "کما استخلف" تشبیہ میں بھی فاعل وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ چوں کہ جن لوگوں کو خلفاء کے ساتھ تشبیہ دی گئی ان کو خلیفہ دو طریقوں سے بنایا گیا تھا جیسا کہ چند سطور پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی خلیفہ انہی دو طریقوں سے ہو سکتا ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ کے ساتھ فرمائی:

"ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا"
یعنی ہم نے قرآن پاک کا وارث اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا جن کو ہم نے چُن لیا۔

چوں کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے خود چنا اور نہ ہی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلافت عطا کی بلکہ انہیں اگر خلافت ملی تو مجلسِ مشاورت کے ذریعہ ملی۔ لہٰذا گزشتہ دونوں آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حضرات نہ تو قرآن کے وارث ہو سکتے ہیں اور نہ ہی خلیفہ برحق ہو سکتے ہیں بلکہ وارث کتاب اللہ اور خلیفۂ برحق وہی ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود یا اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چنیں۔

بنابریں ہم یہ کہہ سکتے ہیں اور دعویٰ کر سکتے ہیں کہ "آیت استخلاف" میں اللہ تعالیٰ نے جس خلافت کا ذکر فرمایا اس کے مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی ہیں اور وہی "خلیفہ بلافصل" ہیں۔ اس کی تائید آیتِ کریمہ کے آخری حصہ سے ہوتی ہے۔ جس میں "خلیفۂ برحق" کی صفت بھی بیان فرما دی۔ "یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا" یعنی وہ آنے والے خلیفہ ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے کبھی شرک و بت پرستی نہ کی ہو گی اور عبادت ان کا طرۂ امتیاز ہو گی۔ اور یہ صفت صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہی پائی جاتی ہے کیوں کہ بقیہ خلفاء ثلاثہ میں بت پرستی کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا بت پرستی سے ملوث حضرات اس آیت کا مصداق ہرگز نہیں بن سکتے

جواب شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "خلافت بلافصل" توحید و رسالت کی طرح اصولِ دین میں سے ہے۔ تو ان مدعیانِ "خلافت بلافصل" پر لازم ہے کہ اس کا ثبوت اسی طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ پیش کریں جس طرح صراحۃً توحید "لا الہ الا اللہ" کے کلمات ہیں اور رسالت "محمد رسول اللہ" کے کلمات میں ہے اور یہ دونوں اصل قرآن پاک میں موجود ہیں۔ ہم اس سے بھی کم درجہ پر

اترتے ہوئے تمہیں پیش کرتے ہیں کہ چلو قرآن پاک میں نہ سہی۔ اہلِ سنت وجماعت کی کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں حدیث متواتر کے ساتھ ہی اس "اصل" کو ثابت کر دکھائیں تاکہ اس کو بطور حجت و دلیل پیش کر سکیں۔

میں اس بارے میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ کوئی شیعہ اگر "خلافتِ علی بلافصل" کو قرآنی آیات میں واضح اور صریح طور پر پیش کرے یا اہلِ سنت وجماعت کے ذخیرہ حدیث میں سے کوئی ایک متواتر حدیث اس بارے میں دکھادے تو مبلغ بیس ہزار روپیہ بھی ادا کروں گا اور ان کا مذہب بھی اختیار کر لوں گا۔

رہی آیت مذکورہ سے "خلافت بلافصل" ثابت کرنا اور وہ بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لیے تو گزارش ہے کہ نہ تو اس آیتِ کریمہ میں حضرت علی کا صراحۃً نام گرامی مذکور ہوا اور نہ ہی "خلافت بلافصل" کا لفظ موجود۔ جب ان کے ہاں یہ مسئلہ اصولِ دین سے ٹھہرا تو ایسے مُدعا کے لیے یہ دلیل قطعاً مثبت اور مؤید نہیں بن سکتی۔

اس آیتِ کریمہ سے طریقۂ استدلال میں جو شیعہ حضرات نے یہ کہا کہ خلفائے ثلاثہ کا انتخاب مجلسِ مشاورت کے ذریعہ ہوا نہ کہ خدا اور اس کے رسول کا انتخاب تھا۔ لہٰذا وہ برحق خلیفہ نہیں ہو سکتے تو یہ ان شیعہ لوگوں کا اپنا مفروضہ اور خود ساختہ قانون ہے جس کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ کیا یہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت و تائید میں کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ خلیفہ اس وقت "برحق خلیفہ" ہو گا۔ جب اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے اس کی خلافت کا اعلان ہو۔

اگر اسی معاملہ کو ذرا دوسرے پہلو سے دیکھا جائے تو صاحبِ بصیرت یہ جان لیگا کہ خلفائے ثلاثہ کا انتخاب اگرچہ ظاہری طور پر مجلسِ مشاورت کے ذریعہ ہوا اور ان کی خلافت کا سبب "شوریٰ" بنا۔ لیکن اس "سببِ ظاہری" میں جو قدرت اور حکمت کارفرما تھی وہ

ربِ تقدیر کی ہی تھی جس طرح تجارت اور کسی ذریعہ معاش سے کسی شخص کو اگر روزی میسر آجائے تو وہ ذریعہ کوئی "رزاق" نہیں ہوتا بلکہ "رزاق" وہی ذات ہے جس نے "ھو الرزاق ذو القوۃ المتین" اپنے بارے میں فرمایا:

اور یہی حقیقت تھی جس کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا:

نہج البلاغۃ | اِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِکَ لِلّٰهِ رِضًی

(نہج البلاغۃ مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۶۷ مکتوب نمبر ۶)
(نوٹ: خطبات ختم ہونے کے بعد مکتوبات شروع ہوتے ہیں۔)

ترجمہ: بے شک "شوریٰ" مہاجرین اور انصار کے شایانِ شان ہے۔ تو یہ دونوں گروہ جس کسی کو متفقہ طور پر اپنا امام وخلیفہ بنانا منظور کر لیں تو وہ امام وخلیفہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہوگا۔

نوٹ:۔ یہ خطبہ جس کے الفاظ اوپر درج ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے حق ہونے پر بطور حجت و دلیل ارشاد فرمایا جب کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس منصب کے لیے کوشاں تھے۔)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اس خطبہ سے معلوم ہوا کہ جب حضرت علی خود مہاجرین اور انصار کی مشاورت کو اپنی خلافت کی حجت بنا کر پیش کر رہے ہیں تو آپ کا انتخاب انہی حضرات کے باہمی متفقہ مشورہ سے ہوا۔ کسی کے خلیفہ برحق ہونے کے لیے اس کا اللہ کی طرف سے منتخب ہونا کوئی شرط نہیں بلکہ مہاجرین و انصار کا انتخاب ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی مضمون کی واضح تائید بھی فرمائی "امرھم شوریٰ بینھم" مسلمانوں کے امور باہمی مشورت سے طے پاتے ہیں اور یہ ان کے اوصاف

حمیدہ میں سے ایک وصف ہے۔

طریقۂ استدلال میں شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ خلفائے ثلاثہ کی بت پرستی کے ثبوت میں کچھ تحریرات ملتی ہیں اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بارے میں ایسی کوئی تحریر نہیں۔ لہٰذا "یعبدوننی لایشرکون بی شیئا" کا مصداق حضرت علی ہی بنتے ہیں۔ خلفائے ثلاثہ پر یہ مفہوم صادق نہیں آتا۔ تو یہ بھی ان کی جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ "یعبدوننی لایشرکون بی شیئا" میں اللہ رب العزت نے جو افعال ذکر فرمائے ان کا زمانہ ماضی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ حال و استقبال پر دلالت کرتے ہیں جس کی بناء پر ان کا معنیٰ بھی حال یا استقبال کا ہوگا "ترجمہ مقبول" میں ان افعال کا ترجمہ یہ کیا گیا

"اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھرائیں گے"

تو ان افعال میں منصب خلافت ملنے کے بعد ان اوصاف کے ساتھ خلیفہ کا متصف ہونا بیان کیا گیا ہے نہ یہ کہ خلیفہ ایسا ہوگا کہ جس نے خلافت کا منصب پانے سے قبل کبھی شرک اور بت پرستی نہ کی ہو، وہی خلیفہ بنے گا ورنہ وہ نااہل ہوگا۔ اگر زمانۂ گزشتہ میں ان اوصاف کا لحاظ منظور ہوتا تو آیتِ کریمہ کچھ اس طرح ہوتی "عبدوننی ما اشرکوا یا لم یشرکوا بی شیئا" تو ان افعالِ ماضیہ کی بجائے افعالِ مضارع کا ذکر فرمانا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو خلیفہ بنائیں گے جو ہمارے کلام مذکور کے نازل ہونے کے وقت تک مسلمان ہو چکے ہوں گے اور اس کے بعد وہ شرک میں ہرگز ملوث نہیں ہوں گے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ صفت خلفائے راشدین میں بدرجہ اتم پائی گئی جس کی تائید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَ مَاتَا عَلَیْہِ۔ (احقاق الحق ص ۱۵)

علاوہ ازیں آیت زیرِ بحث میں تشبیہ "کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ" سے جو مفہوم شیعہ حضرات نے بیان کیا (یعنی امم گزشتہ میں خلیفہ اللہ تعالیٰ خود مقرر فرماتا تھا

یا اس کا کوئی پیغمبر یہ فریضہ سرانجام دیتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انہی دو طریقوں سے خلیفہ کا ہونا لازمی ہے) یہ بھی ان کا محض مفروضہ اور سراسر غلط مفہوم ہے۔ کیوں کہ " آیتِ استخلاف" میں تشبیہ "نفسِ خلافت" کے بارے میں ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے لوگوں میں خلفاء مقرر فرمائے۔ اسی طرح اے امتِ محمدیہ! تم میں بھی خلفاء مقرر فرمائیگا۔

چناں چہ بموجب عہد اللہ رب العزت نے اس امت میں انہیں خلافت عطا کی جنہیں "خلفاء راشدین" کہا جاتا ہے اور تشبیہ میں اتنا ہی اعتبار کافی ہوتا ہے۔ امر تشبیہ میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ جن دو چیزوں میں تشبیہ دی گئی ہو وہ تمام اوصاف و لوازمات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ مثال پر غور کیجیے۔ کسی بہادر آدمی کو "شیر" سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا جاتا ہے" فلان کالاسد" فلاں شیر جیسا ہے۔ اس میں صرف " وصفِ شجاعت" میں تشبیہ دی گئی ہے اور یہ ہرگز مراد نہیں کہ جو اوصاف و لوازمات شیر میں ہیں اس آدمی میں بھی وہ تمام چیزیں موجود ہیں۔

اور اگر تمام اوصاف و لوازمات کا لحاظ ہو تو پھر ان شیعہ لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس خلافت میں جو حضرت علی کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہو وہ تمام اوصاف موجود ہونا لازمی ہوگا جو ان لوگوں میں تھے جن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ان میں انبیاء کرام بھی ہیں لہٰذا نبوت بھی خلیفہ کیلئے لازمی ہوا اور یوں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خلافت کے ساتھ نبوت سے بھی متصف ہوئے حالاں کہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا صاف ارشاد ہے،

رجال کشی "مَنْ قَالَ بِأَنَّا أَنْبِيَاءُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَمَنْ شَكَّ فِي ذَالِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ"

جس نے ہم اہل بیت نبی کے متعلق نبی ہونے کا قول کیا اس پر اللہ کی لعنت اور جس نے اس میں شک کیا اس پر خدا کی پھٹکار۔

(رجال الکشی ص ۲۵۵، تذکرہ ابو الخطاب، مطبوعہ کربلا)

شیعو! اگر تم حضرت علی کے خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی نبوت کے بھی قائل ہو تو امام باقر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق تم پر اللہ کی لعنت اور اس کی پھٹکار۔ اور اگر وصف نبوت نہیں مانتے تو پھر تشبیہ میں تمام اوصاف و لوازمات کا نہ پایا جانا تمہارے ہاں مسلم ہوا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں۔

خلاصۂ جواب اس طویل جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ آیت استخلاف سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنے کے لیے جن تاویلات کا شیعہ لوگوں نے سہارا لیا وہ من گھڑت اور لوچ ہیں اور بفرضِ محال اگر انہیں درست بھی سمجھ لیا جائے تو بھی مقصد ثابت نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ کی "خلافت بلافصل" توحید و رسالت کی طرح اصولِ دین میں سے ہے۔ توحید و رسالت اور دیگر اصولِ دین ایسی قرآنی آیات سے معلوم ہوتے ہیں جو واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ مذکور ہوں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" صراحت اور وضاحت کے ساتھ نہ قرآن میں مذکور اور نہ ہی احادیثِ متواترہ میں اس کا تذکرہ۔ تو یہ تاویلات "بیتِ عنکبوت" سے بھی کمزور تر جو کسی مسئلہ کو کیا ثابت کر سکیں خود ان میں قیام و دوام نہیں۔ افلا تعقلون۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی

دلیل رابع

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ

وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ
وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ
عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ . وَ اِسْمٰعِيْلَ
وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ
وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ
وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ "

پارہ نمبر ۷، سورۂ انعام رکوع نمبر ۱۶

ترجمہ: اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم پر (غلبہ پانے کے لیے) عطا کی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بہت سے درجے بلند کر دیتے ہیں بیشک تمہارا رب صاحب حکمت وعلم ہے اور ہم نے ان کو اسحٰق و یعقوب عطا کیے ہر ایک کو اپنا راستہ دکھایا اور نوح کو پہلے ہی راستہ دکھایا تھا اور ان کی اولاد میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف اور موسیٰ کو اور ہارون کو (راہ دکھائی) اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو (راہ دکھائی) ان میں سے ہر ایک صلحاء میں سے تھا اور اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو (راہ دکھائی) اور ہر ایک کو تمام عالموں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے (جن کو مناسب سمجھا) ہم نے منتخب کر لیا اور راہِ راست کی ہدایت کر دی۔

(ترجمہ مقبول پ ۷ ع ۱۶)

طریقۂ استدلال

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور ان کے بھائیوں کو ان کی جگہ چنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا چ

اس طرح ہوا تو لازم ہے کہ یہی طریقہ چناؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری کیا جائے اور اس کے مطابق آپ کی خلافت، آپ کی اولاد یا آپ کے بھائیوں کے لیے ہی بنتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کا بھائی کوئی نہ تھا تو آپ کی خلافت صرف اور صرف اولاد کی طرف منتقل ہوتی۔ اسی استحقاق کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو فرمایا۔

"میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی مانگتا ہوں جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے لیے مانگا تھا"

آیت زیر بحث میں اس سوال کا ذکر ہے جو خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے سوال کیا تھا جسے پورا فرماتے ہوئے ان کے بیٹے ان کے قائم مقام اور خلیفہ ہوئے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت صرف حضرت علی کو زیب دیتی ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اس امر کی بالکل وضاحت فرما دی :

"انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ "۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷)

اے علی! تیری مجھ سے نسبت اور تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

اس بارے میں سبھی متفق ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل ہونا ضروری ہے ورنہ "انت منی الخ" ارشاد کا مفہوم غلط ہو جائے گا۔

جواب اول استدلال مذکور کے جواب میں پہلی بات تو وہی ہے جو ہم اس سے پچھلی آیت کریمہ کے استدلال کے جواب میں کہہ چکے ہیں یعنی اس آیت کی طرح اس آیت میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام تک موجود نہیں تو اس صورت میں ان کیلیے

"خلافت بلافصل" کا ثبوت کہاں سے معلوم ہوگا کیونکہ یہ مسئلہ جب اصولِ دین سے ٹھہرا تو اس کیلئے ...
اور وضاحتِ وصت لازمی تھی دوسری بات یہ ہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جن حضرات کا ذکر فرمایا گیا وہ سب کے ...
نبی اور پیغمبر تھے چاہے ان کا باہمی رشتہ باپ بیٹے کا ہو یا بھائی بھائی ہوں ۔ نبی اور ...
تو اللہ رب العزت کے خلیفہ ہیں ۔ ہماری گفتگو "اللہ کے خلیفہ" ہونے میں نہیں بلکہ ...
پیغمبر کی خلافت کس کو ملنی چاہیے، اس میں ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ...
علی المرتضیٰ کا "خلیفہ بلافصل" ہونا زیرِ بحث ہے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول و نبی نہ ...
لہٰذا خلافتِ باری تعالیٰ جو رسل کرام اور انبیاء عظام کو ملی اس کے بارے میں نازل شدہ ...
مبارکہ سے "خلافت بلافصل" جو حضرت علی کو ملی ثابت کرنا چاہتے ہو تو یہ جہالت اور ...
کے سوا کونسا نام پا سکتی ہے ۔

تیسری بات یہ کہ اگر تم صرف رشتہ "نسبی کو لے کر خلافت کی دلیل بناتے ہو اور ...
کہنا یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اولاد ان کے قائم مقام ...
خلافت انہیں ملی ۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم مقامی اور خلافت بھی ان کی او...
ہی ملنی چاہیے ۔

جوابِ دوم

اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ جس طرح خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ...
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل نہیں ۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ ...
بھی اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ۔ لہٰذا اس آیت مبارکہ سے اولاد کی طرف خلافت ...
کے انتقال سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی "خلافت بلافصل" ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ ...
حضرت علی اولادِ پیغمبر نہیں ۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ملحوظ ہو کہ حضرت علی اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ...
لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہیں تو اولادِ ابراہیم علیہ السلام ہونے ...
کے حوالہ سے خلافت انہیں ہی ملنی چاہیے تو اس شک و شبہ کا جواب بالکل آسان ...

کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اولاد ابراہیم علیہ السلام ہیں اسی طرح خلفائے ثلاثہ بھی تو اولاد ابراہیم میں سے ہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تینوں خلفاء آٹھویں پشت میں مل جاتے ہیں تو پھر ان خلفائے ثلاثہ کے خلیفہ بننے کے استحقاق کو ٹھکرا کر حضرت علی المرتضیٰ کے خلیفہ بلافصل بننے کے لیے کیا ترجیح ہو گی۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

چوتھی بات یہ کہ "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" حدیث کے الفاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی "خلافت بلافصل" کو ثابت کرنا جب کہ نہ حضرت علی کا اسم گرامی اس میں مذکور اور نہ ہی "خلافت بلافصل" کا لفظ موجود۔ محض جہل مرکب نہیں تو اور کیا ہے اور اس سے بڑھ کر جو اس روایت میں خیانت کو اپنایا گیا وہ بھی تمہارا ہی وطیرہ ہے۔ الفاظ حدیث سیاق وسباق کے ساتھ ذرا ملاحظہ فرمائیں:

البدایہ | قَالَ اَبُوْ دَاؤدُ الطَّيَالِسِيُّ فِيْ مُسْنَدِهٖ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُخَلِّفُنِيْ فِي النِّسَآءِ وَ الصِّبْيَانِ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى غَيْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ۔

(البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص ۷)

ترجمہ: ابو داؤد طیالسی نے اپنی مسند میں کہا۔ ہمیں شعبہ نے الحکم سے اور الحکم نے مصعب بن سعد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی المرتضیٰ کو "غزوہ تبوک" کے وقت گھر پر ہی ٹھہرنے کو کہا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑیں گے (جو بوجہ بچے

اور عورتیں ہونے کے جہاد سے مستثنیٰ ہیں) یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

کیا تو یہ پسند نہیں کرتا کہ تیری حیثیت میرے نزدیک ویسی ہی ہو جیسے ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی (وہ جب انہیں طور پر جاتے وقت اپنی قوم میں نگہبانی اور وعظ و نصیحت کے لیے چھوڑ گئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام بحیثیت پیغمبر پیچھے چھوڑے گئے تھے) لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یعنی نبوت مجھ پر مکمل اور ختم کر دی گئی)

الفاظِ حدیث کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھ لینے کے بعد کوئی بھی ذی ہوش کہہ سکتا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال شریف کے بعد حضرت علی خلافت بلافصل کا اعلان فرمایا ہے بلکہ بات صرف اتنی ہے کہ غزوۂ تبوک میں جا وقت بچوں اور مستورات کی حفاظت اور ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو گھر میں چھوڑ دیا۔ اگر اس ارشاد اور انداز کا "خلافت بلافصل" کا اشارہ ہوتا۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا جواب یہ نہ ہوتا کہ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں" اس عرض کا مقصد یہ تھا کہ گھر میں رہنا افراد کا کام ہے جو جہاد نہ کر سکتے ہوں لیکن جو جہاد کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں میدان میں ہی جانا چاہیے تاکہ اس پر جو درجات و مراتب اللہ کی طرف سے موعود ہیں۔ ان حصول کی کوشش کی جائے تو میں بفضلہٖ تعالیٰ امرِ جہاد کی کافی صلاحیت رکھتا ہوں لہٰذا آپ جہاد میں شرکت کی بجائے گھر میں رہنے کی تلقین فرما رہے ہیں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا گھبراؤ نہیں اور تمہیں اس امر پر راضی ہو جانا چاہیے کہ تم معاملہ اس سلسلہ میں کچھ ایسا ہی ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ سے ہمکلام کے لیے جاتے وقت اپنے گھر بار اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ جس امر میں دی گئی اُسے آپ سمجھ چکے ہوں گے۔ اگر شیعہ حضرات اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے اس تشبیہ میں یہ تاویل کریں اور اس سے مراد یہ لیں کہ یہاں "تشبیہ من کل الوجوہ" ہے۔ تو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیا حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح حضرت علی کو بھی "نبی" مانتے ہو یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہو تو گزشتہ اوراق میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا وہ قول یاد کر لو جس میں انہوں نے ایسا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی پھٹکار کہی تھی اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ اس تشبیہ میں صرف اس قدر مشابہت ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد "بلافصل خلیفہ" جناب ہارون علیہ السلام تھے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے "بلافصل خلیفہ" جناب علی المرتضیٰ ہیں۔ تو ہم عرض کریں گے کہ یہ بھی لغو اور باطل تاویل ہے۔ کیوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام تو جناب موسیٰ کلیم اللہ کی حیاتِ مقدسہ میں ہی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تھے۔ لہٰذا ان کا "خلیفۂ موسیٰ" اور وہ بھی "بلافصل" کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا "خلیفہ" وہی ہوتا ہے جو دنیا سے پہلے رخصت ہو اور جو خلیفہ بنانے والا ہو وہ بقید حیات ہو۔ کچھ عقل کے ناخن لو۔ ایسی بے تکی بات تو بچہ بھی نہیں کرتا۔

اگر اللہ عقل دیتا تو اس موضوع پر اپنی تفسیر "فرات الکوفی" مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف کا ہی مطالعہ کر لیتے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی "خلافت" کس کو ملی؛ اسے صاف صاف الفاظ میں لکھا کہ وہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

> "حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد گرامی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب کہ ان کے پاس حضرت کعب الاحبار بھی موجود تھے جو تورات اور کتبِ انبیاء کے عالم تھے ان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے کعب! بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد سب سے بڑا عالم کون تھا؟ تو انہوں نے فرمایا،

الفرات كَانَ أَعْلَمَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بَعْدَ مُوْسٰى (ع) يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَكَانَ وَصِيَّ مُوْسٰى مِنْ بَعْدِهٖ ۔

(تفسیر فرات الکوفی مطبوعہ نجف اشرف صفحہ ۶۵، سورۃ ہود)

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم جناب "یوشع بن نون" تھے اور یہی موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے "وصی" تھے۔"

تھوڑا سا آگے چل کر اسی تفسیر میں یوں مرقوم ہے:

"كَانَ مُوْسٰى لَمَّا تَوَفّٰى أَوْصٰى إِلٰى يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ عليه السلام"

جب موسیٰ علیہ السلام اس دارِ فانی سے رحلت فرمانے لگے تو انہوں نے جناب یوشع بن نون علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر فرمایا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اس حدیث پاک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بعد نہ تو علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا "خلیفہ بلافصل" بنانا مقصود تھا اور نہ ہی اس حدیث پاک سے حضرت علی المرتضیٰ نے وہ مفہوم سمجھا جو شیعہ لوگ ان کے بارے میں قائم کیے ہوئے کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دنیوی امور کے لیے اہل وعیال پر نگران مقرر کرنے کا ذکر فرمایا۔ غزوہ تبوک میں شمولیت کے بعد دنیوی امور کے لیے ان کی بجائے "حضرت عبداللہ بن مکتوم" رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا اور نماز پنجگانہ کی جماعت انہی کے سپرد ہوئی تھی نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ اہل وعیال کی حفاظت و نگرانی اور وہ بھی صرف چار یوم کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کو سونپی گئی۔ کہاں چار دن کے لیے اہل وعیال کی نگرانی اور کہاں آپ کے وصال کے بعد "خلافتِ بلافصل" کا ثبوت!

رہا شیعہ حضرات کا استدلال اس بات سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دعا فرمائی تو عرض ہے کہ اس دُعا سے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا کیا تعلق ہے۔ اس میں امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل اور مناقب کا بیان ملتا ہے۔ دُعا حسنین رضی اللہ عنہما کے لیے ہو اور "خلافت بلافصل" حضرت علی المرتضیٰ کی ثابت ہو۔ کیا صغریٰ، کبریٰ اور کیا بدیہی نتیجہ ہے؟ اگر اس دلیل و استنباط کو ارسطاطالیس اور بوعلی سینا بھی سُنتے تو شاگردی قبول کر لیتے۔ ع

براین عقل و دانش بباید گریست

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر شیعہ حضرات کی

دلیل خامس

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رَاکِعُوْنَ۔ (پ ۶ - ع ۱۳)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں ہے کہ حاکم تمہارا اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں

(ترجمہ مقبول)

طریقۂ استدلال اس آیت کریمہ میں خاص کر چار امور ایسے ہیں جن میں مجموعی طور پر اس امر کی نشاندہی ہے کہ اس سے مراد حضرت علی المرتضیٰ ہیں اور وہی "خلافت بلافصل" کے اہل ہیں۔

۱۔ شیعہ اور سُنی تمام مفسرین کرام بالاتفاق اس امر کے قائل ہیں کہ یہ آیت کریمہ جناب علی المرتضیٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیوں کہ نماز کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرنے والے

صرف حضرت علی ہی تھے۔ اسی لیے "وھم راکعون" کو زکوٰۃ ادا کرنے کی
کے طور پر بیان کیا گیا۔

۲۔ لفظ "انما" علم معانی میں "حصر" کے لیے مستعمل ہوتا ہے جس سے مفہوم
خصوصیت پیدا ہوتی ہے اور یہاں "ولایت" صرف اور صرف اللہ، اس کے
رسول اور وہ مؤمنین جو حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کے لیے ثابت ہے۔

۳۔ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔

۴۔ "وَلِیُّ" کا معنی حاکم اور متصرف یا لامور ہے۔

لہٰذا ان چار باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ حاکم اور متصرف
بالامور صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول اور وہ مؤمنین ہیں جو حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا
کرتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام امتِ محمدیہ کے
حاکم اور متصرف ہونا کوئی بھی اس کا انکاری نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ان دونوں کے ساتھ
وہی ہو سکتا ہے جو حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرنے والا ہو اور وہ باتفاقِ تمام مفسرین حضرت
علی المرتضیٰ ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے رسول کے بعد "خلافت بلافصل" اسی صفت والے
کا حق ہے اور جو اس صفت سے موصوف نہ تھے وہ ولایت و خلافت پر زبردستی
قابض ہے۔

جواب

اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے شیعہ حضرات نے شانِ نزول کے
متعلق شیعہ سُنی تمام مفسرین کا اتفاق ذکر کیا کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے
میں اتری حالاں کہ اس میں تمام مفسرینِ اہل سنت وجماعت متفق نہیں۔ سرِدست ہم پانچ تفاسیر
کی نشاندہی کرتے ہیں جس میں اس کا شانِ نزول کچھ اور بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد چہارم مطبوعہ بیروت ص ۱۸۶ پر اسی آیت کریمہ کے تحت یہ روایت
ذکر کی گئی ہے کہ جب "بنی قینقاع" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی ہوئی۔

"بنی قینقاع" کے حلیف "بنی خزرج" سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں "بنی قینقاع" کی دوستی اور حلف کو چھوڑتا ہوں۔

تفسیر ابن جریر

وَقَالَ اَتَوَلَّی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَبْرَاُ مِنْ حِلْفِ الْكُفَّارِ وَ وِلَايَتِهِمْ فَفِيْهِ نَزَلَتْ "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ" لِقَوْلِ عُبَادَةَ اَتَوَلَّی اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَبَرُّئِهٖ مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ وَ وِلَايَتِهِمْ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا کہ میں اللہ، اللہ کے رسول اور مومنین کو دوست رکھتا ہوں اور کفار کی دوستی اور حلف سے دست بردار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جو انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا سے لے کر فان حزب اللہ ھم الغالبون تک ہے۔

۲۔ روح المعانی جلد ۶ ص ۱۷۰ میں اسی آیت کے تحت ایک اور روایت مذکور ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب "حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ" مشرف باسلام ہوگئے۔ اور ان کے ساتھ چند اور بھی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کی قوم اور رشتہ داروں نے ان کے ساتھ کھانا پینا، لین دین، رشتہ وغیرہ سب امور یکسر ختم کر دیے۔ جب "حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ" کو اس کی خبر ہوئی تو کچھ پریشان ہوئے جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ"

۳۔ روح المعانی کی یہی روایت بعینہٖ "تفسیر مجمع البیان" میں بھی موجود ہے مگر دونوں روایتوں

کی سند میں اختلاف ہے "صاحب روح المعانی" نے "ابن مردویہ" سے روایت فرمائی
جب کہ شیعہ حضرات کی معتبر "تفسیر مجمع البیان" میں یوں منقول ہے:

مجمع البیان | قَدْ رَوَاهُ لَنَا السَّيِّدُ اَبُو الْحَمْدِ عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْخسقانی بِالْاَسْنَادِ الْمُتَّصِلِ الْمَرْفُوعِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

(مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۰، جزء ۳)

"صاحب تفسیر مجمع البیان" نے اس آیتِ کریمہ کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ" کے بارے میں متصل سند کے ساتھ نازل ہونا ذکر فرمایا ہے۔"

۴۔ اسی تفسیر "مجمع البیان" میں ایک اور روایت بھی منقول ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

وَقَالَ الْكَلْبِيُّ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّلَامِ وَ اَصْحَابِهٖ لَمَّا اَسْلَمُوْا فَقَطَعَتِ الْيَهُوْدُ مُوَالَاتِهِمْ

(مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۰) جزء ۳

ترجمہ: کلبی نے کہا کہ "انما ولیکم اللہ الاخر" آیت کریمہ "حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں" کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب وہ مشرف باسلام ہوئے اور اسلام لانے کے بعد یہودیوں نے ان سے دوستی ختم کردی تھی

۵۔ صاحب مجمع البیان نے اسی آیتِ کریمہ کے تحت ایک اور روایت بھی ذکر فرمائی

وَفِي حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ظُهَيْرٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ رَهْطٍ مِنْ قَوْمِهٖ يَشْكُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَقُوْا مِنْ قَوْمِهِمْ بَيْنَهُمْ يَشْكُوْنَ اِذْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔

(مجمع البیان جلد دوم ص ۲۱۱، جزء ۳)

ترجمہ: ابراہیم بن حکم بن زہیر کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو اپنی قوم سے ملنے والی تکالیف کی شکایت کرنے لگے۔ دورانِ شکایت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ (انما ولیکم اللہ الخ) نازل فرمائی۔

مذکورہ بالا پانچ حوالہ جات سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کے شان نزول میں سب مفسرین متفق نہیں وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کی اس وقت دلجوئی اور تسکینِ قلب فرمائی۔ جب وہ اپنی قوم اور کفار کی دوستی اور حلف سے دست بردار ہونے کے میدان کی تکالیف کا نشانہ بنے تھے اس اختلافِ روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ لفظ "ولی" کو اس مقام پر حاکم اور متصرف بالامور کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہاں اس ظاہری کمی کو جو کفار و یہود کی دوستی سے متوقع تھی کا ازالہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی، اپنے پیغمبر کی دوستی اور جمیع مؤمنین کی دوستی کا مژدہ سنایا جس سے واضح ہوا کہ لفظ "ولی" اس مقام پر "دوست" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اس مفہوم کے متعین ہونے کے بعد پھر معطوف اور معطوف علیہ کا ایک ہی حکم ہونا تمہیں کہاں مفید؛ اور حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا ثبوت اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا بطلان کہاں سے ظاہر؛ لفظ "اِنَّمَا" کے حصر کے پیشِ نظر اور پہلی تحریر کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومنین ہی تمہارے دوست اور خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ دوستی اور خیر خواہی کفار و یہود سے قطعاً ناقابلِ اعتبار اور یقینی طور پر بے سود ہے۔ لہٰذا تمہیں صرف اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو ہی دوست بنانا اور رکھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں "وھم راکعون" کو ماقبل سے حال بنانا بھی محلِ نظر ہے کیوں کہ اگر اسے حال بنایا جائے تو بوجہ مقامِ مدح ہونے کے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ حالتِ نماز میں زکوٰۃ ادا کرنا خارج از نماز زکوٰۃ ادا کرنے سے زیادہ بہتر ہے لیکن یہ بات عقلاً و نقلاً درست نہیں۔ نقلاً اس لیے کہ خود شیعہ حضرات کے ہاں حالتِ رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنا افضل نہیں اور عقلاً اس کی عدمِ افضلیت کے بارے میں "اصول کافی" کی روایت ملاحظہ ہو۔

اُصول کافی كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام فِىْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَ قَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُوَ رَاكِعٌ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ قِيْمَتُهَا اَلْفُ دِيْنَارٍ وَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَسَاهُ اِيَّاهَا وَ كَانَ النَّجَاشِىُّ اَهْدَاهَا فَجَاءَ سَائِلٌ فَقَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا وَلِىَّ اللّٰهِ وَ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ تَصَدَّقْ عَلٰى مِسْكِيْنٍ فَطَرَحَ الْحُلَّةَ اِلَيْهِ وَ اَوْمٰى بِيَدِهٖ اَنِ احْمِلْهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۲۸۹ باب ما نص اللہ و رسولہ علی الائمۃ (طبع جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نمازِ ظہر ادا کر رہے تھے دو رکعتیں پڑھی تھیں رکوع میں تھے اور آپ نے قیمتی شال اوڑھ رکھی تھی جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی نے بطور ہدیہ بھیجی تھی اور آپ نے وہ شال حضرت علی کو عنایت فرما دی تھی۔ اس دوران ایک سائل آیا اور عرض کیا یا ولی اللہ! السلام علیک۔ آپ مومنین کے نہایت غمگسار ہیں۔ مجھ سائل کو کچھ عطا فرمایئے تو آپ نے وہ شال حالتِ نماز میں اس کی طرف پھینکی

اور اشارہ کیا کہ اسے اٹھالو اس پر مذکورہ آیت (انما ولیکم اللہ و
رسولہ الخ) نازل ہوئی ۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہزار دینار (دس ہزار روپیہ یا کم وبیش) حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے ذمہ بشکل ادائے زکوٰۃ ادا کرنا واجب تھا جس کو آپ نے حالتِ رکوع
میں ادا فرمایا کیوں کہ قرآن مجید میں لفظ " زکوٰۃ " جب لفظ "صلوٰۃ" کے ساتھ اکٹھا استعمال
ہوا وہاں اس سے "زکوٰۃ فرضی" ہی مراد ہے ۔ جب زکوٰۃ ایک ہزار دینار بنی تو کل مال
اس کا چالیس گنا یعنی چالیس ہزار دینار آپ کی اس وقت ملکیت تھا ۔ تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ اس وقت ایک کثیر مال کے مالک تھے اور یہ بات عقل گوارا نہیں کرتی کیونکہ
خود آپ کا اپنی مالی حالت کے بیان کے ضمن میں ایک شعر اس قدر کثرتِ مال کی نفی کرتا ہے

رضیت قسمۃ الجبار فینا

لنا علم وللجهال مال

ترجمہ: ہمارے لیے اللہ جبار و قہار نے جو قسمت میں لکھ دیا ۔ میں اس سے خوش
ہوں ۔ ہماری قسمت میں علم اور جاہل لوگوں کو مال دیا ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ
عنہا کے ساتھ شادی کی طرف توجہ دلائی تو اس وقت جو حضرت علی کی مالی کیفیت تھی ۔ اُسے
"صاحب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" جناب علی بن عیسیٰ" نے یوں نقل کیا ہے :

کشف الغمہ

قَالَ فَتَغَرْغَرَتْ عَيْنَا عَلِيٍّ عليه السلام بِالدُّمُوْعِ
وَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَقَدْ هَيَّجْتَ مِنِّيْ سَاكِنًا وَاَيْقَظْتَنِيْ
لِاَمْرٍ كُنْتُ عَنْهُ غَافِلًا وَاللهِ اِنَّ فَاطِمَةَ لَمَوْضِعُ
رَغْبَةٍ وَمَا مِثْلِيْ قَعَدَ عَنْ مِثْلِهَا غَيْرَ اَنَّهُ
يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذَالِكَ قِلَّةُ ذَاتِ الْيَدِ ـ فَقَالَ

اَبُوْبَكْرٍ لَا تَقُلْ هٰذَا يَا اَبَا الْحَسَنِ فَاِنَّ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهَبَاءٍ مَنْثُوْرٍ ۔

۱۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل ص ۳۵۴ باب تزویجہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲۔ بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۳۹ طبع قدیم

۳۔ جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۷۰ طبع ایران جدید

ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں اشک آور ہو گئیں اور کہا اے ابوبکر! تو نے مجھے میری خاموشی سے جگا دیا اور جس امر سے میں غافل تھا اس پر آمادہ کیا اور خدا کی قسم! "فاطمہ" میری تمنا ہے اور ایسی باکمال عورت سے شادی نہ کرنے میں صرف میری مالی حالت رکاوٹ ہے کیونکہ میں تنگدست ہوں۔ یہ سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوالحسن! یوں نہ کہیے کیونکہ دنیا اور اس کی متاع اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پرکاہ کے مساوی بھی نہیں۔

یعنی تنگدستی کی بنا پر اگر آپ کو یہ خیال آئے کہ حق مہر اور نان نفقہ کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے تو دل جمع رکھیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے یہ ذمہ داری اٹھالیں گے۔ اسی صفحہ ۳۵۴ پر چند سطور پہلے تحریر ہے: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ چلو حضرت علی المرتضیٰ سے سیدہ فاطمہ کی شادی کے بارے میں عرض کریں کہ یہ معاملہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کریں۔

کشف الغمہ: فَاِنْ مَنَعَهٗ قِلَّةُ ذَاتِ الْيَدِ وَاسَيْنَاهُ وَاَسْعَفْنَاهُ فَقَالَ لَهٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَفَّقَ اللهُ يَا اَبَا بَكْرٍ فَمَا زِلْتَ

مُوَفَّقًا۔

ترجمہ: اگر سیدہ فاطمہ سے شادی کے معاملہ میں تنگدستی اور جہیز نہ ہونے کی شکایت کریں تو ہم ان کی اس میں ضرور مدد کریں گے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ انہی جیسے کاموں کی توفیق دے رکھی ہے۔

"کشف الغمہ" کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حالتِ رکوع میں ایک ہزار دینار کی مثال بطورِ زکوٰۃ دینا ایک موضوع اور من گھڑت روایت ہے کیوں کہ آپ کی مالی حالت اس قدر کب مستحکم تھی کہ آپ پر ایک ہزار دینار بطور زکوٰۃ واجب الادا ہوتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل

آیت استخلاف اپنی شرائط کیساتھ خلفائے ثلاثہ کی خلافتِ حقہ پر واضح دلیل ہے

دلیل اوّل وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا، يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (پ۱۸ - ع۱۳)

ترجمہ: تم میں سے مومنین اور اعمالِ صالحہ کرنیوالوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں لازمی طور پر زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان کے پیشروؤں کو جانشینی عطا فرمائی تھی اور اس نے جو ان کے لیے دین پسند فرمایا۔ اسے ضرور مضبوط اور پائیدار کرے گا اور ان کے خوف کو یقیناً امن میں تبدیل کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری اور کفرانِ نعمت کریں گے سو وہی نافرمان ہیں۔

ترجمہ مقبول:

ان سب لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔ اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان کو اس زمین میں جانشین بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا تھا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے۔ ان کی خاطر سے پائیدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے گا پس نافرمان وہی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ذکر فرمائے ہیں:

۱۔ "وعد اللہ الذین امنوا منکم" سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ ان حضرات سے فرمایا ہے جو بوقتِ نزولِ آیت مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

۲۔ "عملوا الصّٰلحت" سے ثابت ہوا کہ نزولِ آیت کے وقت جو "اعمالِ صالحہ" والے تھے وہی خلیفہ بنائے جائیں گے۔

۳ - لیستخلفنھم فی الارض " کے تاکیدی الفاظ سے معلوم و ثابت ہوا کہ جن کو خلافت عطا کی جانے والی ہے وہ اللہ کی تقدیر میں مقدر ہو چکے ہیں اور ان کی خلافت کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا وہ ضرور خلیفہ بنیں گے ۔

۴ - "کما استخلف الذین من قبلھم " سے ثابت ہوا کہ ان کی خلافت "علی منہاج النبوت" ہو گی۔ یعنی جس طرح انبیاء سابقین میں خلیفہ برحق تھے اسی طرح ان کی خلافت بھی "خلافتِ حقہ" ہو گی ۔

۵ - " و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم " سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حسب وعدہ ان کے زمانے میں ان کے پسندیدہ دین کو ان کے لیے مضبوط کر دے گا ۔

۶ - " و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا " سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں خوف کو امن سے بدل دے گا

۷ - یعبدو ننی لا یشرکون بی شیئا " سے ثابت ہوا کہ خلفاء صفاتِ مذکورہ کے حامل ہونے کے بعد کبھی بھی شرک کی طرف مائل نہیں ہوں گے یعنی مرتد نہ ہوں گے

۸ - آیت مذکورہ میں " کُم اور ھُم " سب جگہ جمع مذکر کی ضمائر ہیں اور جمع کے لیے کم از کم تین افراد ہونے ضروری ہیں ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مخاطبین میں سے کم از کم تین کو ضرور خلافت عطا کرے گا ۔

۹ - "ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفٰسقون " سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں پر جس قدر انعامات کا ذکر فرمایا ۔ ان انعامات کے مستحق ہو جانے کے بعد یعنی مذکورہ صفات سے موصوف خلفاء کے مسندِ خلافت پر فائز ہو جانے کے بعد جو بھی ان کی خلافت کا انکار کرے گا ۔ وہ فاسق و فاجر ہو گا ۔

نوٹ : میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ " آیتِ استخلاف " کے مصداق خلفاء راشدین

ہی ہیں کیوں کہ جو اوصاف اور امور اس میں بطور نقش بیان ہوئے۔ وہ کسی دوسرے پر
آ ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تو میرا اس سے سوال ہے کہ بتائے
حضرات کے علاوہ دوسری اور کونسی شخصیت ہے جو ان امور منصوصہ کی حامل ہو اور وہ بھی
نزول آیت استخلاف موجود مخاطبین میں سے اور کم از کم تین بھی ہوں جنہیں "تمکین فی
الارض" بھی حاصل ہوئی ہو اور ان کے زمانے میں خوف و خطر کو امن و آشتی میں تبدیل
کر دیا ہو اور ان کے دین کا بول بالا بھی ہوا ہو؟

اس لیے اس آیت کا مصداق خلفائے راشدین ہی بنتے ہیں۔ بصورت دیگر اللہ
کے وعدے کی سچائی کا مصداق کون ہوگا؟

کتب شیعہ سے آیتِ استخلاف کی وضاحت پر حوالہ جات

تنبیہ | آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنین مخاطبین سے جو خلافت کا وعدہ فرمایا
اسے تھوڑے ہی عرصہ میں پورا فرما دیا۔ کیوں کہ "لا یخلف المیعاد" اس کی
ہے یعنی وہ اللہ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔ یاد رہے کہ وعدہ کی مخالفت کے تین
ہو سکتے ہیں:

۱: وعدہ کرنے والا وعدہ کو بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ سے اس قسم کی وعدہ کی مخالفت
ہے "لا یضل ربی ولا ینسی" میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ ہی بھولتا
اس کی شایانِ شان ہے۔

۲: وعدہ کرنے والے نے جس سے وعدہ کیا گیا ہے اس سے سچی بات نہ کہی ہو
کے لیے صرف زبانی ہی بات کر دی ہو۔ یہ بھی اس اللہ کے لیے باطل ہے۔
"ومن اصدق من اللہ قیلا" اللہ ہی سب سے زیادہ سچا

۳: وعدہ کرنے والا وعدہ پورا کرنے کی قدرت نہ رکھے۔ یہ بھی باطل ہے کیوں کہ "ان اللہ علی کل شیء قدیر" اس کی شان ہے۔ یعنی وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
(جب وعدہ کی مخالفت کی تمام صورتیں اس کے لیے باطل ٹھہریں تو پھر اس کی ضد پر (یعنی وہ وعدہ کا ایفاء کرنے والا ہے۔) ایمان لانا لازم ہوا۔ جب اللہ نے یہ وعدہ فرمایا تو خلفائے راشدین جو ان تمام صفات مذکورہ کے متصف تھے۔ اپنے وعدے کے مطابق انہیں خلافت عطا فرما کر اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھتے ہوئے قرآن مجید کی پیشین گوئی کو ان کے حق میں ثابت کرنا:

حوالہ نمبر ۱

وَ مِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ قَدِ اسْتَشَارَهُ فِي غَزْوِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهِ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ يَكُنْ نَصْرُهُ وَ لَا خِذْلَانُهُ بِكَثْرَةٍ وَ لَا قِلَّةٍ وَ هُوَ دِيْنُ اللهِ الَّذِيْ اَظْهَرَهُ وَ جُنْدُهُ الَّذِيْ اَعَدَّهُ وَ اَمَدَّهُ حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ وَ طَلَعَ حَيْثُمَا طَلَعَ وَ نَحْنُ عَلٰى مَوْعُوْدٍ مِنَ اللهِ وَ اللهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهُ وَ نَاصِرٌ جُنْدَهُ وَ مَكَانُ الْقَيِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ يَجْمَعُهُ وَ يَضُمُّهُ فَاِذَا انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَ ذَهَبَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ بِحَذَافِيْرِهِ اَبَدًا۔ وَالْعَرَبُ الْيَوْمَ وَ اِنْ كَانُوْا قَلِيْلًا فَهُمْ كَثِيْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ عَزِيْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَ اسْتَدِرِ الرَّحَا بِالْعَرَبِ وَ اَصْلِهِمْ دُوْنَكَ

نَارُ الْحَرْبِ فَإِنَّكَ إِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَيْكَ الْعَرَبُ مِنْ أَطْرَافِهَا وَ أَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَائَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَم اِلَيْكَ مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ ۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۶، ص ۲۰۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے عجمی سپاہ کے مقابلہ میں بنفسِ نفیس خود جانا چاہا اور اس امر میں حضرت سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا دین اسلام کا غالب آنا اور مغلوب ہو جانا کچھ سپاہ کی کثرت و قلت پر منحصر نہیں۔ یہ اسلام اس خدا کا دین ہے جس نے اس کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کیا ہے اور سپاہِ اسلام اس خدا کی فوج ہے جس نے اس کی ہر جگہ مدد اور اعانت کی۔ اسے ایک بلند مرتبہ پر پہنچایا۔ ان کا آفتاب وہاں طالع ہو گیا جہاں ہونا لازم تھا۔ ہم لوگ اس وعدۂ خداوندی پر کامل یقین کے ساتھ ثابت ہیں جو اس نے غلبۂ اسلام کے بارے میں فرمایا۔ بے شک وہ اپنے وعدوں کا وفا کرنے والا ہے وہ اپنی سپاہ کا مددگار ہے۔ دینِ اسلام کے بزرگ اور صاحبِ اختیار کا مرتبہ رشتۂ مروارید کی مانند ہے جو موتی کے دانوں کو ایک جگہ جمع کر کے باہم پیوست کر دیتا ہے اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے۔ تو تمام دانے متفرق ہو کر اِدھر اُدھر بکھر جائیں گے پس اجتماعِ کامل نصیب نہ ہو گا۔ آج کے روز اہل عرب اگرچہ قلیل ہیں لیکن اسلام کی شوکت انہیں کثیر ظاہر کر رہی ہے۔ یہ اپنے اجتماع کی وجہ سے یقیناً دشمن پر غالب ہوں گے۔ اب تو ان کے لیے قطب آسیا بن جا اور آسیائے جنگ کو گرد عرب کے ساتھ گردش دے اور اپنے سوا کسی دوسرے شخص کو ماتحت بنا کر انہیں لڑائی کی آنچ سے گرم کر کیوں کہ اگر تو مدینہ سے باہر

چلا گیا تو عرب کے تمام قبیلے اطراف و اکناف سے ٹوٹ پڑیں گے اس وقت پیچھے رہ جانے والی عورات سپاہ کی حفاظت تجھ پر اس شے سے مقدم ہو جائے گی جو تیرے سامنے (جنگ فارس) موجود ہے۔

(ترجمہ نیرنگ وضاحت مصنفہ ذاکر حسین شیعی ص ۴۰۰ تا ۴۰۱)

مذکورہ خطبہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱: حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خاص مشیر اور قابل اعتماد شخص تھے۔ اسی لیے اس خطبہ کی شرح میں "ابن میثم" نے اپنی مشہور "شرح نہج البلاغۃ جلد سوم ص ۱۹۵" پر یوں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوسرے صحابہ کرام نے بھی اچھے اچھے مشورے دیے یہاں تک کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنا مشورہ پیش کیا مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسی پر عمل نہ کیا بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ہی اعتماد کرتے ہوئے "سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ" کو مسلمانوں کا امیر بنا کر "جنگِ فارس" کے لیے روانہ کیا۔

۲- حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لشکر کو "لشکر اسلام" سمجھتے تھے اور ان کے دین کو اللہ کا دین سمجھتے تھے۔ اس لیے آپ نے اس خطبے میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تین القاب سے نوازا ہے۔ ۱، قیّم، ۲: نظام، ۳: قطب لغت عربی کی مشہور کتاب "القاموس جلد سوم ص ۹۲" پر "قیّم الامر" کا معنی یہ لکھا ہے "المصلح لہ والقرآن والنبی والخلیفہ"

گویا کہ آپ نے فرمایا کہ اے خلیفۂ وقت! تم بمنزلہ نظام کے ہو یعنی ایسی لڑی ہو جس میں موتی پروئے جاتے ہیں اور اس وقت بقیہ تمام مسلمان اس لڑی کے موتی ہیں جس کی وجہ سے وہ منتشر نہیں تو یہ الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق سمجھتے تھے اور تمام مسلمانوں کا ملجا و جائے پناہ

بھی سمجھتے تھے اسی لیے انہیں لشکرِ اسلام کی چکی کے قطب (کیلی)، بننے کو کہا۔
تو اب حیرت کی بات ہے کہ جس شخص کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کے لشکر کا قطب (کیلی) کہیں وہ لشکر تو اسلام کا لشکر ہو مگر اس کا قطب اور محور (کیلی) معاذ اللہ کافر اور منافق ہو۔

شیعو! خدارا انصاف کرو۔ الیس منکم رجل رشید ؟

۲ : حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ فاروق اعظم ایسے خلیفہ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ گویا "موعود من اللہ" سمجھتے تھے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا "و نحن علی موعود من اللہ و اللہ منجز وعدہ و ناصر جندہ" "ہم اللہ تعالیٰ کے سچے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں فلہذا اللہ اپنا وعدہ سچا کرے گا اور اپنے لشکر کی مدد کرے گا۔

اب قابلِ وضاحت یہ بات ہے کہ "موعود من اللہ" سے یہاں آپ نے کیا مراد لی۔ آئیے اس کی وضاحت آپ کے ایک مجتہد سے سُنیے۔ (ابن میثم البحرانی" لکھتا ہے :

شرح ابن میثم

لَنَا وَعْدُنَا بِمَوْعُوْدٍ وَ هُوَ النَّصْرُ وَ الْغَلَبَةُ وَ الْاِسْتِخْلَافُ فِی الْاَرْضِ كَمَا قَالَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآية وَ كُلُّ وَعْدٍ مِنَ اللّٰهِ فَهُوَ مُنْجَزٌ لِعَدَمِ الْخُلْفِ فِی خَبَرِهٖ۔

۱ ۔ شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد سوم ص ۱۹۶ ، طبع جدید

۲ ۔ ترجمہ و شرح نہج البلاغۃ فیض الاسلام مطبوعہ تہران طبع جدید صہ ۴۴۵

ترجمہ: پھر اس نے ہم سے اپنی تقدیر میں متعدد وعدہ کا اعلان فرمایا اور وہ مدد اور غلبہ اور زمین میں خلیفہ بنانا ہے جیسا کہ اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا "وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور اچھے عمل کیے البتہ ان کو ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا الخ اور اللہ کا وعدہ بہر صورت پورا ہونے والا ہے کیوں کہ اس کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔

ابن میثم البحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد فرمودہ خطبہ میں "موعود من اللہ" سے مراد "آیت استخلاف" ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب فاروق اعظم کے بارے میں یقین رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے اور خلیفہ کی مدد کرنی اور ان کے دین کو غلبہ دینا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرنے کا وعدہ فرمایا وہ یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی لیے حضرت علی نے فاروق اعظم کے لشکر کو اللہ کا لشکر فرمایا اور تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لشکر کی مدد فرمائیگا کیوں کہ اس کا یہ وعدہ ہے

حوالہ نمبر ۲ لیستخلفنہم فی الارض" کی تفسیر میں "صاحب مجمع البیان" یوں لکھتا ہے:

والمعنی لیُورِثَنَّہُمْ ارضَ الکُفَّارِ مِنَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ فَیَجْعَلُھُمْ سُکَّانَہَا وَمُلُوکَہَا۔

(مجمع البیان جلد چہارم جزء ہفتم ص ۱۵۲)

"لیستخلفنہم فی الارض" کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے کفار کی زمین کا انہیں وارث بنائے گا۔ وہ مسلمان وہاں سکونت پذیر ہوں گے اور بادشاہ بنیں گے۔

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ...
ممالک فتح ہوئے اور آپ بموجب وعدہ الٰہی عرب و عجم کی سرزمین اور اس کے ...
کے بادشاہ بنے۔

حوالہ نمبر ۳ "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن ..."
کے تحت "ملا فتح اللہ کاشانی شیعی" یوں رقمطراز ہے۔

دوراندک وقتی حق تعالیٰ بوعدہ مومنان وفا نمودہ جزائر عرب و دیارِ کسریٰ
وبلادِ روم بایشاں ارزانی داشت۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۳۱۲)

ترجمہ: قلیل مدت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو مسلمانوں کے حق میں پورا فرما دیا
عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے علاقے انہیں عطا فرما
دیے۔

نوٹ: "ملا فتح اللہ کاشانی" کے مطابق اللہ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے لہٰذا اس آیت کی ...
یہ تاویل کرنا کہ اس وعدہ کی ایفا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے دور میں ...
بالکل باطل اور لغو ہے۔

قیصر و کسریٰ کے شہروں کا مسلمانوں کے زیرِ تسلط آنا۔ اسے شیعہ سنی سب متفق ...
پر مانتے ہیں کہ ان فتوحات کا سہرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سر ہے اور آپ ...
دورِ خلافت میں ہی یہ فتوحات ہوئیں۔ لہٰذا مذکورہ حوالہ "منہج الصادقین" کے مطابق خلفاء ...
ہی آیتِ استخلاف کے مصداق بنتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض بداندیش ان فتوحات ...
غلبۂ اسلام نہیں سمجھتے بلکہ مرتدین کی حکومت گردانتے ہیں۔ (معاذ اللہ) لیکن ان کی ...
خلافِ قرآن اور خلافِ حدیث ہے یہاں تک کہ شیعہ لوگوں کی بعض کتب بھی اس کی ...
کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو حوالہ ۴-۵۔

حوالہ نمبر ۴ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "حملہ حیدری" میں ان حقائق کو منظوم بیان کیا گیا ہے۔

بنام خدائے جہاں آفریں — بزد تیشہ را سید المرسلین
کہ یک گوشہ سنگ درہم شکست — درآں وقت برقی ازاں سنگ جست
بغرمود تکبیر یار دویم — بزد پس براں سنگ ضرب سیم
درایں بار ہم جست برقی چناں — نبی شد بتکبیر رطب اللساں
شد ایں بارہ آں سنگ زیر و زبر — نماند احتیاجش بضرب دگر
درآں دم بدو گفت سلماں چنیں — کہ اے خاک راہت سپہر بریں
ندیدم ہرگز کہ گرد پدید — بدیں گونہ برقی ز سنگ حدید
چہ بود ایں وچہ بود تعبیر آں — بتکبیر چوں برکشادی زباں
بپاسخ چنیں گفت خیر البشر — کہ چوں ست برق نخست از حجر
نمودند ایوان کسریٰ بمن! — دویم قیصر روم دیم از یمن
سبب را چنیں گفت روح الامین — کہ بعد از من اعوان و انصار دین
برآں مملکت ہا مسلط شوند — بآئین من اہل ملت شوند
بدیں مژدہ شکر و لطف خدا — ہر بار تکبیر کردم ادا
شنیدند ایں مژدہ چوں مومناں — کشیدند تکبیر شادی کناں

(حملہ حیدری مصنفہ مرزا محمد رفیع مشہدی شیعی مطبوعہ ایران
تذکرہ فرزندان ابوسفیان حی ابن اخطب صفحہ ۹۵)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر اس پتھر پر تیشہ مارا تو اس وقت اس پتھر کا ایک حصہ ٹوٹا اور اس سے چمک نمودار ہوئی۔ دوسری مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے آپ نے پھر اس پر تیشہ مارا تو اس سے پھر روشنی نکلی اور وہ پتھر مزید

ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ تیسری مرتبہ آپ نے تکبیر کہتے ہوئے جب اس پر ضرب لگائی تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور پہلے کی طرح روشنی بھی نمودار ہوئی۔ اس وقت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی کہ اے ہمارے آقا! آسمان آپ کی راہِ خاک ہے۔ میں نے کبھی سخت پتھر سے اس قسم کی چمک اور روشنی نمودار ہوتے نہیں دیکھی۔ یہ سب کچھ کیا تھا اور آپ کا ہر مرتبہ تکبیر کہتے ہوئے ضرب لگانا یہ معاملہ کچھ ہمیں سمجھائیں۔ چند لمحوں بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی مرتبہ پتھر سے چمک اور روشنی نکلی تو مجھے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کسریٰ کے محلات دکھائے اور جب دوسری اور تیسری مرتبہ ضرب سے روشنی نمودار ہوئی تو روم و یمن کے محلات دکھلائے دیے۔ اس دکھانے کی حکمت جبریل امین نے یہ بتائی کہ آپ کے غلام آپ کے بعد ان ممالک کے فاتح بن کر ان کے حکمران ہوں گے اور آپ کے دین و شریعت سے سب مل کر ایک ملت بن جائیں گے۔ اس خوشخبری اور مہربانی پر ہیں نے شکر ادا کرتے ہوئے تکبیر کہی۔ جب آپ کی زبانِ اقدس سے مسلمان صحابہ نے یہ خوشخبری سُنی تو مارے خوشی کے سب نے اللہ کی تکبیر بلند کی

حوالہ نمبر ۵

پس کلنگ را گرفت و ضربتی بر آں سنگ زد کہ از آں برقِ ساطع شد۔ و در آں برق قصر ہائے شام را دیدم پس بار دیگر کلنگ را زد و برقی ساطع شد کہ قصر ہائے مدائن را دیدیم۔ پس بار دیگر کلنگ را زد۔ و برقی لامع شد کہ قصر ہائے یمن را دیدیم۔ پس فرمود کہ ایں مواضع را کہ برق بر آنہا تابید شما فتح خواہید کرد مسلمان از استماع ایں بشارات شاد شدند و خدا را حمد کردند و منافقاں گفتند کہ وعدہ ملک قیصر و کسریٰ می دہد و از ترس بر دور خود خندق میکند۔ پس حق تعالیٰ آیہ "قل اللّٰھم مالک الملک الخ"

برائے تکذیب وتادیب منافقاں فرستاد ، وابن بابویہ روایت کردہ است کہ چوں کلنگ اوّل رازد سنگ ثلاثشکست وفرمود کہ اللہ اکبر کلید ہائے شام راخدا بمن داد وبخدا سوگند کہ قصر ہائے سُرخ آنرامی بینم۔ پس کلنگ دیگر زد۔ وثلث دیگر شکست وگفت اللہ اکبر خدا کلید ہائے ملک فارس رابمن داد وبخدا سوگند کہ الحال قصرِ سفید مدائن رامی بینم وچوں کلنگ سوم رازد باقی سنگ جدا شد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن رابمن دادند وبخدا سوگند کہ دروازہ ہائے صنعارامی بینم۔

(حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ نولکشور باب ی وپنجم در بیان جنگِ خندق)

ترجمہ: پس آپ نے ہتھوڑا پکڑا اور اس سے ایک ضرب اس پتھر پر ماری اس پتھر سے چمک نکلی اور اس چمک میں میں نے شام کے محلات دیکھے۔ پھر دوسری مرتبہ ہتھوڑا مارا اس وقت جو چمک پیدا ہوئی تو اس میں مدائن کے محلات میں نے دیکھے۔ تیسری مرتبہ جب ہتھوڑا مارا تو اس میں محلات یمن میں نے دیکھے۔ پھر فرمایا کہ ان تین مرتبہ چمکنے میں جو مقامات ومحلات مجھے دکھائے گئے تم انہیں ضرور فتح کرو گے اس خوشخبری سے تمام مسلمان بے حد خوش تھے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ادھر منافقوں نے کہا عجیب خوشخبری ہے۔ ایک طرف روم وایران کے مفتوح ہونے کی بشارت اور دوسری طرف اپنے گھروں کے پاس کفار کے ڈر سے خندق کھودی تو منافقین کے اس خیال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے " قل اللّٰھم مالك الملك الخ " آیت نازل فرمائی اور اس آیت کے نزول کے ذریعہ منافقین کی گوشمالی بھی کی گئی اور ان کو جھٹلایا بھی گیا۔

"ابن بابویہ" کی روایت میں یہی واقعہ اسی طرح آیا ہے کہ جب آپ نے پہلی مرتبہ ہتھوڑا مارا تو تھوڑا سا پتھر ٹوٹا اور آپ نے اللہ اکبر فرماتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم خداوند قدوس نے شام کی کنجیاں مجھے عنایت فرما دیں۔ میں اس کے سُرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں دوسری مرتبہ ہتھوڑا مارا جس سے اس پتھر کا دو تہائی حصہ ٹوٹ گیا اور آپ نے فرمایا "اللہ اکبر" خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایران کی کنجیاں عنایت فرمائیں اور میں "مدائن" کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔ تیسری مرتبہ ہتھوڑا چلاتے ہوئے اللہ اکبر کہا اور پتھر مکمل طور پر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ کی قسم! یمن کی کنجیاں مجھے دے دیں اور "صنعا" کے دروازے میں دیکھ رہا ہوں۔

"حملہ حیدری" کی مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور صراحۃً ثابت ہوئے۔

۱۔ ہتھوڑا کی ضرب سے پتھر سے روشنی نکلنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روم، شام اور یمن کے محلات دیکھنا آپ کا معجزہ تھا جو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں پورا ہوا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غیب کی خبر دینا جس طرح آپ کے نبی برحق ہونے کی دلیل ہے اسی طرح "آیتِ استخلاف" کی تفسیر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی "خلافت حقہ" کی بھی دلیل ہے۔

مجمع البیان

وَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى صِحَّةِ نُبُوَّةِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جِهَةِ الْاِخْبَارِ عَنْ غَيْبٍ لَا يُعْلَمُ اِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء ۷، جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحتِ نبوت کی دلیل ہے کیوں کہ آپ نے غیب کی خبریں دیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں۔

۳: "بعد از من اعوان و انصار دین الخ" ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت فاروقِ اعظم اور آپ کے لشکر کو دین اسلام کا مددگار اور معاون فرمایا ہے۔

۴: "سبب را چنیں گفت روح الامین" کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ جبریل امین اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے اور آپ کو پیغامِ خداوندی پہنچایا جس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے باواز بلند تین مرتبہ اللہ اکبر کہا جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے متعلق جو وعدہ فرمایا تھا اس کو پورا کر دینے کی خوشی میں آپ نے تکبیر کہی تھی جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ فتوحاتِ فاروقی کو آپ من جانب اللہ سمجھتے تھے۔

آج اگر کوئی اس سے خوش ہو یا ناراض اس سے فاروقِ اعظم کی شان میں کیا فرق پڑ سکتا ہے اور اس سے آپ کے کارناموں کو کب بدلا جا سکتا ہے۔ ہنڈیا اگر جوش مارے تو اس سے اس کے اپنے ہی کنارے جلتے ہیں۔

حیات القلوب کی مذکورہ عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ بذریعہ وحی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کرام کو جو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی فتوحات کی خوشخبری سنائی گئی تو اس پر سب نے "اللہ اکبر" کہا لیکن منافقین نے اسے مذاق سمجھا اور اس کا اظہار بھی کیا جس پر ان کی تکذیب اور سرزنش کرنے کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئی خوش خبری کو صادق و ثابت فرمانے کے لیے "قل اللّٰهم مالك الملك" آیتِ کریمہ نازل فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ فاروقِ اعظم کی خلافت اور عظمت و عزت "من جانب اللہ" ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ جنہوں نے کبھی حق کو نہ چھوڑا فاروقِ اعظم کے مشیر اور معتمد خاص تھے۔

۲ : کلید ہائے شام (روم ، یمن) بمن داو ،، ان الفاظ میں روم ۔ شام اور یمن کے ممالک کی کنجیاں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملیں لیکن ان ممالک کو نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس فتح فرمایا اور نہ ہی ظاہری طور پر ان کی کنجیاں آپ کو ملیں ۔ لہٰذا اس "غیب کی خبر" کا مفہوم واضح ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فتوحات کو آپ نے اپنی فتوحات فرمایا اور ان کے ہاتھوں میں کنجیاں آنا ، اپنے ہاتھوں میں آنا شمار فرمایا لیکن اس صاف صاف مفہوم کے بعد بھی کوئی بد باطن یہ کہے (معاذ اللہ) کہ فاروق اعظم کی خلافت مرتدوں کی خلافت تھی تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ کیا ایسا شخص ان منافقین کے گروہ میں شامل نہیں ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر یقین نہ آیا اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو مرتدوں کے ہاتھ قرار دینے والا جہنمی اور لعنتی نہیں ؟

حوالہ نمبر ۶

فَقَالَ سَلْمَانُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا الَّذِیْ اَرٰی فَقَالَ اَمَّا الْاُوْلٰی فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَتَحَ عَلَیَّ بِهَا الْیَمَنَ وَ اَمَّا الثَّانِیَةُ فَاِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ عَلَیَّ بِهَا الشَّامَ وَ الْمَغْرِبَ وَ اَمَّا الثَّالِثَةُ فَاِنَّ اللّٰهَ فَتَحَ عَلَیَّ بِهَا الْمَشْرِقَ فَاسْتَبْشَرَ الْمُسْلِمُوْنَ بِذٰلِكَ وَ قَالُوْا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَوْعِدٌ صَادِقٌ قَالَ وَ طَلَعَتِ الْاَحْزَابُ فَقَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جزء ۸ ص ۳۴۱

۲۔ حیات القلوب جلد ۲ مطبوعہ نولکشور باب سی و پنجم در بیان جنگ خندق ص ۱۷۱

ترجمہ : پتھر سے ہر ضرب پر روشنی نکلتے دیکھ کر اور اللہ اکبر کہتے سن کر حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان! یہ سب کچھ کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا پہلی مرتبہ اللہ عزوجل نے مجھے فتح یمن کی خبر دی۔ دوسری مرتبہ شام اور مغرب کو زیر نگین کیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مشرق کو مفتوح کر دیا اس پر تمام مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا "الحمد للہ" اللہ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے۔ راوی فرماتے ہیں پھر جب مسلمانوں کے گروہ ان مقامات میں داخل ہو گئے تو سب نے پھر کہا یہ وہ وعدہ پورا ہوا جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا۔

نوٹ: "فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۱۶ مطبوعہ تہران" اسی واقعہ خندق والی حدیث کے حاشیے پر "علی اکبر غفاری شیعی" یوں تحریر کرتا ہے۔ "چٹان والی حدیث، حدیث متواترات، میں سے ہے اور اسے خاص و عام علماء نے مختلف اسناد سے ذکر کیا اور "براء بن عازب" کی روایت سے "شیخ صدوق" نے بھی اس واقعہ کو ذکر کیا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ "خلفائے راشدین" کی خلافت حقہ قرآن مجید اور حدیث متواترہ سے ثابت ہے کیوں کہ اس حدیث چٹان میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيَّ "یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فتح عطا کی اور ان فتوحات کو حضرت علی المرتضیٰ نے "آیت استخلاف" کا مصداق بنایا ہے جیسا کہ "شرح نہج البلاغہ" کے حوالے سے ثابت ہو چکا" تو ان مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا کہ خلفائے راشدین کی خلافت حق ہے اور قرآن مجید و کتب شیعہ سے ثابت ہے۔

حوالہ نمبر ۷

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الآية

کی تفسیر میں "صاحب تفسیر صافی" یوں رقمطراز ہے:

"لَيَجْعَلَنَّهُمْ خُلَفَاءَ بَعْدَ نَبِيِّكُمْ"

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۱۱۰ طبع جدید)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یقیناً ان صحابہ کرام کو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد خلیفہ بنائے گا۔

بعض اہل تشیع یہاں چند ایسے احتمالات بیان کرتے ہیں جن کا تفسیر صافی میں صاف صاف رد موجود ہے۔ ان کا ایک احتمال یہ ہے کہ آیت استخلاف (لیستخلفنھم) سے مراد صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ دوسرا احتمال یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کا مصداق امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔ "تفسیر صافی" میں ان کا رد "لیجعلھم خلفاء" کے الفاظ میں لفظ "خلفاء" کو جمع لانے سے صاف عیاں ہے کیوں کہ "خلفاء" خلیفہ کی جمع اور جمع سے کم از کم تین افراد مراد ہوتے ہیں۔ لہٰذا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً تین یا اس سے زائد کو بنائے گا نہ یہ کہ صرف حضرت علی المرتضیٰ یا امام مہدی ہی خلیفہ ہوں گے۔ اسی طرح "بعد نبیکم" کے الفاظ صاف صاف بتلاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ بنیں گے جو اس امت کا آپ کے قائم مقام ہو کر نظام چلائیں گے تو ایسے خلفائے اربعہ ہی ہیں نہ کہ امام مہدی کیوں کہ ان کی آمد تو قریب قیامت ہو گی۔ اگر امام مہدی ہی آیت استخلاف سے مراد ہوتے تو لازم آتا کہ ان کی آمد تک امت گمراہی میں بھٹکتی رہتی۔

اعتراض تم نے اس آیتِ استخلاف کے مصداق وہ لوگ بتائے ہیں جو اس وقت مخاطب اور مومن تھے اور وہ بھی ثابت کیا کہ کم از کم تین ہونے چاہئیں کیا ان تینوں سے ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضوان اللہ علیہم مراد ہیں اور کیا وجہ کہ وہ تین حضرت علی، حسن اور حسین نہ ہوں۔ ان تین پر ان تین کو ترجیح کس بنا پر تم نے دی حالاں کہ مخاطب مومنین میں یہ تین بھی شامل ہیں اور آیتِ استخلاف کی شرائط ان میں بھی موجود

جواب اور وعدہ الٰہی خوف کو امن سے بدل دینے کی بحث

ہم نے جو مخاطبین اور مومنین اور وہ بھی تین ہونا کہا ہے اس بنا پر کہا ہے کہ آیت مذکورہ میں صیغے جمع کے اور مخاطب کے مذکور ہوئے اور لغت میں جمع تین سے کم پر نہیں بولی جاتی ہاں اس سے زیادہ کی حد نہیں لہٰذا اس کے معنی یہ نہیں کہ ہماری مراد صرف ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم ہی ہیں بلکہ یہ تین حضرات بھی اور ان کے ساتھ حضرت علی اور حسن رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت بھی شامل ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر اول الذکر تین خلفاء کی خلافت کو اس سے نکال دیا جائے تو آیتِ استخلاف میں کیے گئے وعدے کی تکذیب لازم آتی ہے یہی وجہ ہے کہ سوال مذکور کی تردید خود شیعہ کتب میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے "تفسیر صافی" میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے:

تفسیر قمی۔ قَالَ الْقُمِّیُّ نَزَلَتْ فِی الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَقُوْلُ تَبْدِیْلُ خَوْفِهِمْ بِالْاَمْنِ یَکُوْنُ بِالْقَائِمِ

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۱۷۰ طبع جدید)

یعنی "قمی" نے کہا کہ آیت استخلاف امام قائم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں کہ (یہی صحیح ہے) کیوں کہ مسلمانوں کا خوف سے امن میں ہو جانا امام قائم کے زمانہ میں ہی ہوگا۔

۲۔ "صاحب تفسیر مجمع البیان" نے اس آیت کے تحت یہ لکھا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ مُجَاهِدٍ وَ الْمَرْوِیّ عَنْ اَهْلِ الْبَیْتِ اِنَّهَا فِی الْمَهْدِیِّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(تفسیر مجمع البیان مطبوعہ تہران جلد ۴ ص ۱۵۲)

یعنی حضرت ابن عباس، مجاہد اور اہلِ بیت سے روایت ہے کہ آیتِ

استخلاف امام مہدی کے متعلق اتری جو آلِ محمد میں سے ہیں۔

مذکورہ دونوں حوالوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوئی کہ شیعہ مفسرین کے نزدیک اس آیت کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسنین کریمین کے بارے میں نہیں ہوا کیوں کہ ان دونوں تفسیروں میں اس آیت کا مصداق صراحۃً امام قائم آلِ محمد (امام مہدی) کو کہا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں وعدہ فرمایا وہ انہی کے زمانہ میں پورا ہو گا یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امام مہدی کے زمانہ تک "تقیہ" واجب ہے۔ "صاحب تفسیر صافی" اس بات کی تردید بھی کر رہا ہے کہ حضرت علی اور خلفائے ثلاثہ کے دورِ خلافت میں خوف امن میں تبدیل ہو گیا تھا کیوں کہ (ان کے نزدیک) خلفائے ثلاثہ کے (معاذ اللہ) دل ہی صحیح نہیں تھے۔

تفسیر صافی: وَ فِیْ عَهْدِ عَلِیٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ ارْتِدَادِ مُسْلِمِیْنَ وَالْفِتَنِ الَّتِیْ كَانَتْ تَثُوْرُ فِیْ اَیَّامِهِمْ وَ الْحُرُوْبِ الَّتِیْ كَانَتْ تَنْشَبُ بَیْنَ الْكُفَّارِ وَ بَیْنَهُمْ۔

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۱۷۰، طبع جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور ان کی خلافت کا تمام تر وقت مسلمانوں اور کفار کی باہمی لڑائیوں اور فتنوں کی نذر ہو گیا۔

ان مذکورہ الفاظ کو غور سے پڑھیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "صاحب تفسیر صافی" نے آیتِ استخلاف کے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں نازل ہونے کی نفی کر دی ہے کیونکہ اس آیت کے مطابق ان کے دورِ خلافت میں خوف بدستور رہا اور امن نہ ہو سکا بلکہ ان کے بعد حضرت امام حسن کے زمانہ میں بھی خوف کے بادل چھائے رہے اور اسی وجہ سے امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی اور اپنے اہل و عیال اور اپنے شیعہ حضرات کی جانی و مالی حفاظت

کہ پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حفاظت کا عہد لینے کے بعد ان کے ہاتھ پر بیعت کی جس کی وضاحت "علی بن عیسیٰ اردبیلی" نے اپنی مشہور تصنیف کشف الغمہ فی معرفت الائمہ" میں ان الفاظ کے ساتھ کی :

کشف الغمہ: وَ لَيْسَ لِمُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ اَنْ يَعْهَدَ اِلَى اَحَدٍ مِنْ بَعْدِهٖ عَهْدًا بَلْ يَكُوْنُ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ شُوْرٰى بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَلٰى اَنَّ النَّاسَ اٰمِنُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا مِنْ اَرْضِ اللّٰهِ شَامِهِمْ وَ عِرَاقِهِمْ وَ حِجَازِهِمْ وَ يَمَنِهِمْ وَ عَلٰى اَنَّ اَصْحَابَ عَلِيٍّ وَ شِيْعَتَهٗ اٰمِنُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ وَ نِسَاءِهِمْ وَ اَوْلَادِهِمْ -

۱- کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز فی کلام در امام حسن علیہ السلام

۲- شرح نہج البلاغہ لابن حدید مطبوعہ بیروت جلد ۴ طبع جدید ص ۸ فی ذکر امام حسن علیہ السلام

ترجمہ: امیر معاویہ بن ابو سفیان کو یہ حق نہ ہوگا کہ اپنے بعد کسی جانشین کا تقرر کریں بلکہ یہ کام مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کرے گی اللہ کی زمین پر بسنے والوں کی حفاظت خواہ وہ شامی ہوں یا عراقی حجازی ہوں یا یمنی امیر معاویہ کی ذمہ داری اصحاب علی اور ان کے شیعوں کو جان و مال کی حفاظت اور ان کی عورتوں اور بچوں کو امن دینا ہوگی ۔

اس عبارت سے صاف واضح ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی خوف بدستور رہا ۔ لہٰذا اس کی وجہ سے ان کی خلافت کا زمانہ آیت استخلاف کا مصداق نہ بنا ۔ ضمناً یہ بات ثابت کرنا کہ حسنین کریمین نے امیر معاویہ کے ہاتھوں پر بیعت کی یا نہیں تو اس کا فیصلہ "صاحب رجال کشی" نے خود کر دیا ہے ۔ ملاحظہ ہو :

حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ کی بیعت کی

رجال کشی

إِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوٰةُ اللهِ عَلَيْهِمَا أَنْ أَقْدِمْ أَنْتَ وَ الْحُسَيْنُ وَ أَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ وَ قَدِمُوا الشَّامَ فَأَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَ أَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ فَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُهُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(رجال کشی ص ۱۰۲ تذکرہ قیس بن سعد بن عبادۃ)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجا کہ آپ خود، امام حسین اور دیگر اصحاب علی تشریف لائیں۔ اس پیغام کے ملنے پر وہ چلے اور ان کے ساتھ ہی قیس بن سعد بن عبادہ بھی تھے شام پہنچے پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب مقرر فرمایا جس نے امام حسن کو کہا اُٹھیے اور بیعت کیجیے۔ وہ اُٹھے اور بیعت کی پھر امام حسین کو بھی یونہی کہا گیا یہ بھی اُٹھے اور بیعت کی پھر جب قیس بن سعد بن وقاص کو کہا گیا تو انہوں نے امام حسین کی طرف دیکھا اور ان کے حکم کے منتظر رہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام حسن میرے امام ہیں جب انہوں نے بیعت کر لی تو تجھے اس پر کیا اعتراض؟ یعنی تجھے بیعت کر لینی چاہیے۔

الغرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں جو خوف کو امن میں تبدیل کر دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور زمین پر قدرت اور غلبہ دینے کو کہا تھا۔ وہ وعدہ خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں پورا ہوا لہٰذا ان کی خلافت بھی حقہ اور من اللہ تھی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

نوٹ

امام قائم آیہ استخلاف کا مصداق نہیں بن سکتا

اس حدیث پاک پر اہل سنت اور اہل تشیع کا اتفاق ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ الارشاد للشیخ المفید ص ۱۲ اور کشف الغمہ جلد اول ص ۶۴ پر یہ حدیث موجود ہے اور مذکورہ تیس سال کا دور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہونے پر مکمل ہوا جس کا مطلب یہ ہوا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن کی دستبرداری تک کا زمانہ "خلافتِ حقہ" کا زمانہ تھا لیکن ان کور باطنوں نے حسد و بغض کی وجہ سے خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ برحق ماننے سے انکار کیا اور انکار کے بعد جب آیت استخلاف میں مذکور وعدے دیکھے تو انہیں اس ضمن میں دکھائی دیا کہ وہ وعدے نہ تو خلافتِ علی کے دور میں پورے ہوئے اور نہ ہی امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری تک نظر آئے تو ظالموں نے ان دونوں کو بھی آیتِ استخلاف کا مصداق نہ بنایا اور اگر مصداق نظر آیا تو وہ امام قائم کی شکل میں جو عقلاً و نقلاً محال ہے۔ نقلاً محال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آیتِ استخلاف میں تمام صیغے جمع مذکر مخاطب کے مذکور ہیں تو اکیلے امام مہدی (امام قائم) ان کا مخاطب کس طرح بن سکتے ہیں اور عقلاً محال بایں وجہ کہ امام قائم شیعہ حضرات کے نزدیک دراصل امام مہدی اور امام غائب کا ہی نام ہے جن کے بارے میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں سُر من رأی شہر میں پیدا ہوئے اور ۹ سال کی عمر میں غار میں چھپ گئے اور آج تک اس غار سے باہر تشریف نہیں لائے (تاریخ ائمہ ص ۳۸۰)

(تذکرہ صاحب العصر والزمان علیہ السلام)

قرب قیامت یہ غار سے نکل کر حکومت کریں گے۔ سب سے پہلے ان کی بیعت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ہوں گے اس کے بعد ابوبکر صدیق، عائشہ اور عمر فاروق کو زندہ کریں گے اور ان کو سخت سزا دیں گے۔ "حق الیقین" میں ملا مجلسی نے اس مقام پر لکھا ہے:

حق الیقین: از امام باقر علیہ السلام کہ چوں قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیروں آید خدا اورا یاری کند بملائکہ واوّل کسی کہ با او بیعت کند محمد صلی اللہ علیہ وسلم باشد وبعد از آں علی علیہ السلام وشیخ طوسی ونعمانی از امام رضا علیہ السلام آنست کہ بدان برہنہ در پیش قرص آفتاب ظاہر خواہد شد ومنادی ندا خواہد کرد کہ ایں امیر المومنین است برگشتہ است کہ ظالماں را ہلاک کند۔

(حق الیقین، دربیان اثبات رجعت باب پنجم ص ۲۱۹)

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب قائم آلِ محمد ظاہر ہوں گے فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیعت کریں گے اور اس کے بعد حضرت علی۔ شیخ طوسی اور نعمانی حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قائم علیہ السلام کے ظاہر ہونے کی علامت یہ ہے کہ ننگے جسم سورج کی ٹکیہ کے سامنے آئیں گے اور منادی کرنے والا منادی کرے گا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں اور نافرمان کو ہلاک کریں گے۔

اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھا ہے:

از امام باقر علیہ السلام کہ چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ را بکشد۔

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہمارے "قائم" ظاہر ہوں گے۔ عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو زندہ کریں گے تاکہ ان پر حضرت فاطمہ کا انتقام لیں اور ان پر حد جاری کریں۔

آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۱۶ میں مذکور ہے:

یعنی ابوبکر و عمر و لشکر ہائی الشاں کہ غصب حق آل محمد کردند منہم یعنی از آل محمد آنچہ غصب کردند از کشتن و عذاب

ترجمہ: ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور ان کے ساتھیوں کو کہ جنہوں نے آلِ محمد کے حقوق چھینے ان کو سخت ترین عذاب دیں گے اور قتل کریں گے۔

خلاصہ روایاتِ مذکورہ:

مذکورہ روایات میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور امام مہدی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جس قدر توہین کی گئی ناظرین سے مخفی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء اور تمام رسولوں کے رسول اور اللہ کی کائنات کے والی و مختار ہیں۔ ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ جس کے ہاتھ پر آپ بیعت کریں اور حضرت عائشہ صدیقہ تمام مومنین کی ماں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہیں ان کو کس جرم کی "حد" لگائی جائے گی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ کے سردار کہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر فی الجنۃ، عمر فی الجنۃ" تو ان سے آلِ محمد کے حقوق کا غصب کس طرح ممکن ہے اور حقیقی امام مہدی تو وہ ہوں گے جو ساری انسانیت کے امام ہوں گے اور شریعتِ مصطفویہ کو زندہ کریں گے۔

غور فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو گنبدِ خضراء سے نکال کر سزا دینا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا پر "حد" جاری کرنا اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کا برہنہ برآمد ہونا کیا عند الشرع ممکن ہے جس امام قائم آلِ محمد کا تصور یہ شیعہ لوگ پیش کرتے ہیں اس کا ظہور محال ہے تو جس کا ظہور محال ٹھہرا۔ وہ آیتِ استخلاف کا مصداق کیسے بنے گا؛ لہٰذا معلوم ہوا یہ باتیں فرضی اور حقیقت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں اور آیت استخلاف کا مصداق وہی ہے جن کو گزشتہ اوراق میں تحریر کر چکے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقّہ پر دلیل دوم

مرتدین کی سرکوبی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور خلیفہ برحق ثابت ہوئے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ (پارہ ششم، رکوع ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے (تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحمدل ہیں (اور) کافروں کے لیے سخت راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ صاحب وسعت وعلم ہے۔ (ترجمہ مقبول)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین مخلصین اور بظاہر مومنین (منافقین) کے متعلق ایک پیش گوئی فرمائی کہ تم میں سے جو مرتد ہو گئے ان مرتدین کے ساتھ وہ لوگ جہاد کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا محبوب ہو گا اور وہ مجاہد مسلمانوں کے لیے نہایت رحم دل، کفار کے لیے انتہائی سخت ہوں گے۔ انہیں جہاد سے روکنے کیلیے کسی کی ملامت اور خوف قطعاً موثر نہیں ہوں گے۔ ان مذکورہ صفات کے حامل مجاہدین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئے جس کی تصدیق خود کتب شیعہ بھی کرتی ہیں۔

مجمع البیان: لَمَّا بَیَّنَ تَعَالٰی حَالَ الْمُنَافِقِیْنَ وَ اَنَّھُمْ یَتَرَبَّصُوْنَ الدَّوَائِرَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَ عَلِمَ اَنَّ قَوْمًا مِنْھُمْ یَرْتَدُّوْنَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ اِعْلَمْ اَنَّ ذَالِکَ کَائِنٌ وَ اَنَّھُمْ لَا یَنَالُوْنَ اَمَانِیَّھُمْ وَ اللّٰہُ یَنْصُرُ دِیْنَہٗ بِقَوْمٍ لَھُمْ صِفَاتٌ مَخْصُوْصَۃٌ تَمَیَّزُوْا بِھَا مِنْ بَیْنِ الْعَالَمِیْنَ فَقَالَ (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ) اَیْ مَنْ یَّرْجِعْ مِنْکُمْ اَیْ مِنْ جُمْلَتِکُمْ اِلَی الْکُفْرِ بَعْدَ اِظْھَارِ الْاِیْمَانِ فَلَنْ یَّضُرَّ دِیْنَ اللّٰہِ شَیْئًا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِیْ دِیْنَہٗ مِنْ اَنْصَارٍ یَّحْمُوْنَہٗ (فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ) اَیْ یُحِبُّھُمُ اللّٰہُ وَ یُحِبُّوْنَ اللّٰہَ (اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ) اَیْ رُحَمَاءُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ غِلَاظٌ شِدَادٌ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ھُوَ مِنَ الذُّلِّ الَّذِیْ ھُوَ اللِّیْنُ لَا مِنَ الذُّلِّ الَّذِیْ ھُوَ الْھَوَانُ قَالَ ابْنُ

عَبَّاسٍ تَرَاهُمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ كَالْوَلَدِ لِوَالِدِهٖ وَ كَالْعَبْدِ لِسَيِّدِهٖ وَ هُمْ فِي الْغِلْظَةِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ كَالسَّبُعِ عَلٰى فَرِيْسَتِهٖ (يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) بِالْقِتَالِ لِإِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰهِ وَ إِعْزَازِ دِيْنِهٖ (وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ) فِيْمَا يَأْتُوْنَ مِنَ الْجِهَادِ وَ الطَّاعَاتِ وَ اخْتُلِفَ فِيْ مَنْ وُصِفَ بِهٰذِهِ الْأَوْصَافِ مِنْهُمْ فَقِيْلَ هُمْ أَبُوْبَكْرٍ وَ أَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا أَهْلَ الرِّدَّةِ ۔

(تفسیر مجمع البیان مطبوعہ تہران جلد ۲ ؛ جزء ۳ ص ۲۰۸)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے پچھلی آیات میں منافقین کی حالت بیان فرماتے ہوئے کہا کہ وہ مومنوں کے گھیرے میں لیے جانے کا انتظار کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلا دیا کہ ان میں سے ایک قوم آپ کی وفات کے بعد مرتد ہو جائے گی اور یہ بھی جتلا دیا کہ ایسا ہو کر رہیگا لیکن وہ اپنی خواہشات پوری ہوتی نہ دیکھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے خلاف اپنے دین کی حفاظت ایسی قوم سے فرمائے گا جو اپنی مخصوص صفات کی وجہ سے تمام انسانوں سے ممتاز ہوں گے تو فرمایا: (یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ) یعنی تم سب میں سے اے مومنو! جو ایمان کے ظہور کے بعد کفر کی طرف لوٹ جائے گا تو وہ اپنے اس فعل سے اللہ کے دین کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو کبھی اس طرح نہ چھوڑے گا ——— کہ اس کا کوئی معاون اور حامی نہ ہو۔ (فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ) یعنی جلد ہی ان کے ارتداد کے بعد اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جو اللہ کو

دوست رکھتی ہو اور اللہ اس کو محبوب سمجھتا ہو (اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین) یعنی مومنوں کے لیے وہ لوگ نہایت رحم دل ہوں گے اور کفار کے لیے سخت و مضبوط۔ لفظ "الذل" کا معنی نرم ہے۔ ذلت سے نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو انہیں مومنین کے لیے اس طرح پائے گا جس طرح باپ اپنی اولاد کے لیے رحمدل ہوتا ہے اور جس طرح آقا اپنے غلام کے حق میں نرم خو ہوتا ہے اور وہ کفار کے لیے اس طرح سخت ہوں گے جس طرح شیر اپنے شکار کے لیے۔ (یجاھدون فی سبیل اللہ) اللہ کے راستہ میں اس کے دین کو بلند و بالا کرنے کے لیے اور اس کے کلمات کو غالب کرنے کے لیے جہاد کریں گے (ولا یخافون لومۃ لائم) جہاد اور بندگی کے مختلف طریقوں میں جو لوگ انہیں ملامت کریں گے اس کی انہیں پرواہ تک نہ ہو گی۔

ان مخاطبین میں سے کون شخص تھا جو ان اوصاف کا حامل ہوا اس میں اختلاف ہے لیکن کہا گیا ہے کہ یہ خوش قسمت جماعت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی تھی جنہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔

مذکورہ آیت کی اس تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱: وہ مجاہدین اپنی مخصوص صفاتِ حسنہ کی بنا پر سب سے ممتاز ہوں گے۔

۲: وہ اللہ کے محبوب اور اللہ ان کا محبوب ہو گا۔

۳: وہ مسلمانوں کے لیے ایسے ہوں گے جس طرح باپ اپنی اولاد کے لیے اور آقا اپنے غلام کے حق میں مہربان ہوتے ہیں اور کفار کے لیے اس قدر ہیبت والے جس طرح شیر اپنے شکار پر ہوتا ہے۔

۴: ان کا جہاد صرف "اعلاءِ کلمۃ اللہ" اور "عزتِ دین" کے لیے ہو گا۔ اس میں ذاتی

اغراض و مقاصد قطعاً نہیں ہوں گے۔

۵ - جہاد اور بندگیٔ رب میں انہیں کسی قسم کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی۔

۶ - اللہ تعالیٰ اپنے وسیع علم سے ان کے ظاہر و باطن کو جانتے ہوئے ان پر لطف و کرم فرمائے گا۔

لمحۂ فکریہ آیت زیرِ بحث میں اللہ تعالیٰ نے جو پیش گوئی فرمائی اس کا پورا ہونا صاحب مجمع البیان سے بھی واضح ہوگیا۔ اور پوری بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے جہاد کرنے سے ہوئی تو جس سے اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی پوری فرمائی وہ ان اوصافِ مخصوصہ کا یقیناً حامل ہوا۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرما کر اپنی پیش گوئی پوری فرما دی اور انہیں خلافتِ حقہ عطا کی جو اللہ کو محبوب تھی۔ اب اتنی صراحت کے بعد خلافت صدیقی کو باطل قرار دینا (معاذ اللہ) دراصل اللہ کی پیش گوئی کو باطل ٹھہرانا ہے۔ اور وہ باطل ہو نہیں سکتی۔

تو ثابت ہوا کہ خلافتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حق ہے اور اللہ کی پیش گوئی بھی یقیناً حق ہوئی۔

اعتراض آپ (اہلِ سنت وجماعت) نے مذکورہ آیت کی پیش گوئی کو جب حق ثابت کر دیا تو اس سے لازم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ دلیل پیش ہو رہی تھی خلافتِ صدیقی کے حق ہونے پر اور اُلٹا ہمارا (اہلِ تشیع کا) مدعا ثابت ہو گیا۔ کسی نے سچ کہا "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔ اگر واقعی یہ آیت کریمہ ان کے مرتد ہونے کی دلیل نہیں تو پھر دوسرے کون لوگ تھے جو مرتد ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیا لیکن یہ سب باتیں بحوالہ قرآن مجید اور کتبِ شیعہ ہونی چاہییں۔ پھر تو ہم بھی تمہاری بات مان لیں

ورنہ لکم دینکم و لنا دیننا۔

جواب مندرجہ بالا سوال میں دو باتیں پیش کی گئی ہیں :
۱۔ آیتِ کریمہ سے بطورِ دلیل مذہبِ شیعہ کی تائید ہوتی ہے نہ کہ اہلسنت وجماعت کی۔ وہ اس طرح کہ اس سے صحابہ کرام کا (معاذ اللہ) مرتد ہونا ثابت ہوا اور یہی ہمارا دعوٰی ہے۔
۲۔ اگر واقعی ابوبکر صدیق وغیرہ مرتد نہیں تو پھر مرتدین کون تھے جن سے جہاد کیا گیا۔
آیئے ان دونوں باتوں کا ترتیب وار جواب سنیئے :
آیتِ کریمہ میں لفظ "مومنین" سے مراد صحابہ کرام عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ منافقین ہیں جو بظاہر ایمان دار ہونے کا دعوٰی کرتے تھے۔ اسی لیے "ملا کاشانی شیعی" نے اس کی تفسیر یوں کی ہے :
"تسمیۂ اہلِ نفاق بامومنین بر سبیل توسع وتجوز است" یعنی اس آیتِ کریمہ میں منافقوں کو جو مومن کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ یہ مجازاً ہے اور حقیقتہً وہ مومن نہ تھے اور یہی ظاہراً مومن کہلانے والے ہی مرتد ہو گئے۔ لہٰذا شیعہ لوگوں کا یہ کہنا کہ تین افراد کو چھوڑ باقی سب صحابہ کرام (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے تھے۔ بالکل باطل اور لغو ہے۔ تم خود ہی بتلاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں شریک تمام صحابہ کرام کو قطعی جنتی فرمایا اور "صلح حدیبیہ" کے وقت بیعت کرنے والے ۱۵۲۵ صحابہ کرام کو آپ نے جنتی کہا۔ کیا ان میں سے حضور کی وفات کے بعد کوئی بھی باقی نہ تھا۔ صرف وہی تین تھے جنہیں تم مومن کہتے ہو؟
تفسیر منہج الصادقین میں صلح حدیبیہ کی بیعت کے متعلق تحریر ملاحظہ ہو :
"وتسمیہ ایں عقد بہ بیعت بسبب آں است کہ انعقاد آں بر انفس ایشاں بود بدخول روضہ جناں"
یعنی اس عقد کا نام "بیعت" اس وجہ سے رکھا گیا کہ انہوں نے جنت کے دخول

کے بدلے میں اپنی جانوں کو بیچ ڈالا تھا۔

(منہج الصادقین جلد ۸ صفحہ ۳۵۹ زیر آیت ان الذین یبایعونک)

پھر اسی تفسیر میں جلد ۸ ص ۳۶۵ پر مذکور ہے:

"حضرت فرمود اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ شما امروز بہترین اہل زمین اید و از جابر مرویست کہ رسولِ خدا فرمود کہ یک کس بدوزخ نہ رود از آں مومناں کہ در زیر درخت شجرہ بیعت کردند۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیعتِ رضوان" میں شریک تمام صحابہ کرام کو فرمایا تم اس وقت زمین پر سب سے افضل ہو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مومنوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی اگر بالفرضِ محال شیعہ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے تو لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کے لیے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا اور اگر اس غلط بات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو نہ قرآن باقی نہ ایمان، خدارا انصاف کرو۔ الیس منکم رجل رشید۔

سوال کی شق ۲ کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے صحابہ مہاجرین کی شان بہت سی آیاتِ مبارکہ میں بیان فرمائی اور ان کے ایمان کی پختگی کا تذکرہ بھی فرمایا

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔

مہاجرین میں سے خاص کر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سعادتِ ہجرت عطا فرمائی تو ایسی شخصیت کے ایمان میں شک لانا اور ان کا مرتدین کے خلاف جہاد کرنے کے بارے میں دلیل مانگنا کتنی حماقت ہے۔

پہلے ہماری نہ سہی تم اپنے مجتہد "ملا فتح اللہ کاشانی شیعی" کی تفسیر میں مذکور بات ہی مان لو۔ وہ رقمطراز ہیں:

منہج الصادقین | در تواریخ مذکور است کہ سیزدہ قبیلہ از اسلام مرتد شدند۔ سہ در آخر عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآنہا:

۱۔ بنو مدیح بودند۔ کہ رئیس ایشاں ذوالحمار اسود عنسی است کہ مردے کاہن و مشعبد بود، بیمن رفت و دعوئ نبوت کرد۔ وقبل از او رسول صلی اللہ علیہ وسلم باذان را بریمن و ولایت آں والی ساختہ بود۔ و اول کسی بود از ملوک عجم کہ ایمان بآں حضرت آوردہ بود و چوں فرمان یافت پسرش شہر بن باذان را بریمن والی گردانید نزل ہدایۃ کار اسود بود شہر در ولایت او در ولایت خود استیلائے تمام داشت۔ اما چوں اسود قوت گرفت و اتباع ایشاں زیادہ شدند۔ عاملان رسول را از یمن اخراج کردند۔ رسول نامہ نوشت بہ معاذ بن جبل و سائر مسلمانانی کہ آنجا بودند و ایشاں را استمالت دادہ از اضلال و اغوای اسود تحذیر فرمود۔ و جمعی از اشرافِ یمن را بآں کارزار فرمان داد۔ و ایشاں رفتند و اسود را بگرفتند و فیروز دیلمی او را بکشت و قتل او در شبی واقع شد کہ در صبح آں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجوارِ رحمت ایزدی پیوست۔ و قبیلہ دوم،

۲۔ بنی حنیفہ بودند در یمامہ اصحاب مسیلمہ کذاب کہ دعوی نبوت کرد و گفت کہ من شریک محمدم صلی اللہ علیہ وآلہ و نامہ نوشت بآں حضرت کہ من مسیلمہ

رسول اللہ الی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اما بعد فان الارض نصفہا لی و نصفہا لک وآں نامہ را بدو مرد از اشراف داد و فرستاد چوں رسولاں بیامدند، وآں نامہ را بآنحضرت دادند، فرمود کہ بمسیلمہ ایمان آورید۔ گفتند آری فرمود کہ اگر نہ آں بودی کہ عادت جاری گشتہ بر آنکہ رسولاں را نکشند می فرمودم تا ہمہ شما را بکشتند پس فرمود کہ در جواب نامہ نوشتند کہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مسیلمہ الکذاب اما بعد فان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ و العاقبۃ للمتقین وبعد ازاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیمار شد و بجوار ایزدی پیوست و کار مسیلمہ قوت گرفت و ابوبکر چوں بخلافت نشست خالد بن ولید را بجماعتی بجانب خیبر فرستاد تا او را مقہور کردند و بر دست وحشی قاتل حمزہ کشتہ شد و وحشی بعد از قتل او میگفت کہ دو کس بر دست من کشتہ شدند یکے بہترین مرداں در زمانہ جاہلیت و دیگرے بدترین خلق خدا در زمان اسلام وگرویدن من بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ اول حمزہ بود، دوم مسیلمہ کذاب، قبیلہ سوم (۳) بنو اسد قبیلہ طلیحہ بن خویلد کہ مرتد شدہ دعوی نبوت کرد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ خالد را با جمعی بآنصوب فرستادہ و بعد از کارزار بسیار و کشتہ شدن قوی بے شمار از فجار طلیحہ فرار نمود و بجانب بنی حنیفہ رفت از ولایت شام و آنجا اسلام آورد و عقیدہ خود را نیکو گردانید و در عہد ابی بکر ہفت قبیلہ مرتد گشتند یکے فزارہ قوم عیینہ ابن حصین، دوم غطفان قوم مرۃ بن سلمۃ، سوم بنی سلیم قوم فجاع بن عبد یالیل، چہارم بنی یربوع قوم مالک بن نویرہ، پنجم بعضی از قبیلہ بنی تمیم قوم سجاح بن منظر کہ زوجہ مسیلمہ بود و دعوی نبوت کرد، ششم کندہ قوم اشعث بن قیس، ہفتم بنو بکر بن وائل بود در بحرین کہ قوم حطیم بودند حق تعالی

شر ایشاں را کفایت کرد بدست مسلماناں تقتل آمدند و در زمان عمر غسان قوم جبلہ بن ایہم نصرانی شدہ بشام گریختند،

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم مطبوعہ تہران ص ۲۵۰ - ۲۵۸)

ترجمہ: کتب تاریخ کے مطابق تیرہ قبیلے ایسے تھے جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ ان میں سے تین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں اسلام سے پھر گئے۔ ان تین میں سے پہلا قبیلہ "بنو مدیح" کا تھا جس کا سردار "ذوالخمار اسود عیسیٰ" ایک بہت بڑا نجومی اور شعبدہ باز تھا۔ یہ یمن گیا اور وہاں نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "باذان" کو یمن کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ وہ شخص تھا کہ عجمی بادشاہوں میں سے سب سے پہلے اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب "باذان" کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کی ولایت کا پیغام ملا تو اس نے اپنے بیٹے "شہر بن باذان" کو والی یمن مقرر کر دیا۔ شروع شروع میں "اسود" کے خلاف "شہر بن باذان" غالب رہا۔ لیکن جب "اسود" مضبوط ہوا اور اس کے کاسہ لیسوں کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی۔ تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ "عاملین" کو یمن سے نکال باہر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کی طرف ایک پیغام لکھا اور ان تمام مسلمانوں کو جو وہاں بستے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ "اسود" کے گمراہ کرنے اور دین اسلام کو اغوا کرنے سے تمہیں چوکنا رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک مسلمانوں کی جماعت کو جو یمن کی سرکردہ شخصیات پر مشتمل تھی۔ اس کے خلاف نبرد آزما ہونے کا حکم بھی صادر فرمایا۔ آپ کے حکم کے مطابق انہوں نے "اسود" کو گرفتار کر لیا۔ اور "فیروز دیلمی" نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا قتل کی رات ہوا جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے جوار رحمت

میں تشریف لے گئے۔

دوسرا مرتد ہونے والا قبیلہ "بنو حنیفہ" کا تھا۔ یمامہ" میں یہ لوگ قیام پذیر تھے۔ ان کے ایک سرپھرے نے دعویٰ نبوت کیا جس کا نام "مسیلمہ کذاب" تھا اور کہنے لگا کہ میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ شریک نبوت ہوں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک رقعہ بھیجا جس کے الفاظ یہ تھے: مِنْ مُسَیْلَمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ نِصْفُھَا لِیْ وَ نِصْفُھَا لَکَ "یعنی یہ رقعہ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف ہے۔ بعد ازیں بیشک زمین آدھی تمہاری اور آدھی میری ہے۔ اس رقعہ کو دس معزز آدمیوں کے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جب اس کے نمائندے آپ کے پاس پہنچے اور وہ رقعہ آپ کو دیا تو آپ نے رقعہ لانے والوں سے پوچھا کیا تم مسیلمہ پر ایمان لا چکے ہو۔ انھوں نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر قاصدوں کے متعلق یہ عادت نہ ہوتی کہ ان کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم سب کے قتل کا حکم دے دیتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے رقعہ کا جواب لکھو۔ اس کے الفاظ یہ ہوں: "مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ اِلٰی مُسَیْلَمَۃَ الْکَذَّابِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ" (یہ رقعہ) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف ہے۔ بعد ازیں! زمین بیشک سب اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام بخیر صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور اس دنیا سے رحلت

فنا کر جار ایزدی میں پہنچ گئے۔ ادھر "مسیلمہ کذاب" کا بازار خوب گرم ہو گیا۔ جب صدیق اکبر خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے "خالد بن ولید" کو ایک جماعت کے ساتھ خیبر کی طرف اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا بالآخر حضرت حمزہ کے قاتل "وحشی" کے ہاتھوں یہ نامراد مارا گیا۔ اس کے قتل کرنے کے بعد "وحشی" کہا کرتے تھے کہ میرے ہاتھوں زمانۂ جاہلیت میں ایک عظیم الشان قتل ہوا (حضرت حمزہ) اور میرے اسلام لانے کے بعد ایک بدترین شخص کو میں نے کیفر کردار تک پہنچایا (مسیلمہ کذاب)

تیسرا قبیلہ (مرتدین کا) "طلیحہ بن خویلد" کی قوم "بنی اسد" تھا۔ اس (طلیحہ) نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت خالد کے ساتھیوں نے اچھی خاصی جنگ کے بعد اس کے کچھ ساتھیوں کو تہ تیغ کیا لیکن یہ بدبخت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور شام میں "بنی جیفہ" کے پاس چلا گیا لیکن وہاں جا کر اسلام لے آیا اور اپنے عقائد کو درست کر لیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران سات قبیلے اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ ایک "فزارہ قوم عیینہ بن حصین، دوسرا غطفان قوم مرہ بن سلمہ، تیسرا بنی سلیم قوم فجاع بن عبد یالیل، چوتھا بنی یربوع قوم مالک بن نویرہ، پانچواں بنی تمیم کے کچھ لوگ سجاح بن منذر کی قوم جو کہ مسیلمہ کی بیوی بنی تھی اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ چھٹا کندہ قوم اشعث بن قیس، ساتواں بنو بکر بن وائل تھا۔ جو بحرین میں رہائش رکھتا تھا جو قوم حطیم سے تعلق رکھتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے شر سے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ سب مارے گئے۔ حضرت عمر بن خطاب کے زمانۂ خلافت۔

میں "غسان قوم جبلہ بن ایہم" یہودی ہو کر ملک شام بھاگ گئے۔

ہم نے جن دو باتوں کے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا بفضلہ تعالیٰ "منہج الصادقین" کی اس عبارت سے بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات آخری عمر میں تین قبائل مرتد ہوئے جن میں سے صرف ایک قبیلہ (بنی مدیح) کے ساتھ آپ کا عہدِ نبوی میں جہاد ہوا جس کا سرغنہ رات مارا گیا جس رات آپ نے انتقال فرمایا۔

۲۔ ابوبکر صدیق کے دورِ خلافت میں سات قبائل مرتد ہوئے اور صرف ایک قبیلہ فاروقِ اعظم کے دور میں مرتد ہوا۔ اس طرح کل گیارہ قبائل مرتد ہوئے۔ ایک کے ساتھ جہاد عہدِ نبوی میں اور ۹ کے ساتھ جہاد ابوبکر صدیق کی خلافت میں ہوا اور ایک کے ساتھ دورِ فاروقی میں۔

اس سے ثابت ہوا کہ صدیقِ اکبر نے جن کے خلاف جہاد کیا وہ مرتدین تھے اور ان کی تعداد ۹ قبائل پر مشتمل تھی۔ تو جس نے مرتدین سے جہاد کیا وہ از روئے آیت قرآنی اللہ کا محبوب اور خلیفہ برحق بھی ہوا۔

لہٰذا اے شیعو! تمہیں اب حق کو تسلیم کر لینا چاہیے اور ابوبکر صدیق و فاروقِ اعظم کی غلامی قبول کر لینی چاہیے۔ سچے دل سے توبہ کر کے اہل سنت و جماعت میں داخل ہو جاؤ۔

خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل سوم

امام باقر نے فرمایا غلبہ روم کی قرآنی پیش گوئی عہدِ فاروقی میں پوری ہوئی:

الٓمٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ

اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ وَعْدَ اللّٰہِ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَهٗ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ

بہت قریب کے ملک میں رومی نصاریٰ، اہلِ فارس آتش پرستوں سے ہار گئے مگر یہ لوگ عنقریب ہی اپنے ہار جانے کے بعد چند سالوں میں پھر اہلِ فارس پر غالب آجائیں گے کیوں کہ ہر امر کا اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے اور اس دن ایماندار لوگ اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے اور وہ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے یہ خدا کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (ترجمہ فرمان علی شیعہ)

نوٹ: اس آیت کریمہ کی تفسیر کتب شیعہ میں دو طرح سے وارد ہوئی ہے:

۱۔ غیر اہلِ بیت سے، ۲۔ اہلِ بیت سے

ان دونوں طریقوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ سیرت اور ان کی خلافت حق ہونے پر شہادت ملتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

تفسیر اوّل از غیر اہل بیت

روایت اوّل:

[مجمع البیان] عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ کَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یُجَادِلُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَهُمْ بِمَکَّةَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ الرُّوْمَ اَهْلُ کِتَابٍ وَقَدْ غَلَبَهُمُ الْفُرْسُ وَاَنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اِنَّکُمْ سَتَغْلِبُوْنَ بِالْکِتَابِ الَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ عَلٰی نَبِیِّکُمْ فَسَنَغْلِبُکُمْ کَمَا غَلَبَتْ فَارِسُ الرُّوْمَ وَ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی الٓمّٓ غُلِبَتِ

الرُّومُ اِلٰی قَوْلِہٖ بِضْعِ سِنِیْنَ -

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم جُزء ۸ ص ۲۹۵)

ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ مکہ میں مشرکین مسلمانوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرتے رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رومیوں کے اہل کتاب ہونے کے باوجود ان پر ایرانی غالب آگئے اور مسلمانو! تم گمان کیے بیٹھے ہو کہ اس قرآن کی وجہ سے تمہیں غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ جو قرآن تمہارے پیغمبر پر نازل کیا گیا، (لیکن ایسا نہیں ہوگا بلکہ) عنقریب جس طرح ایرانی رومیوں پر غالب آئے ہم بھی تم پر غالب آئیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے "سورہ روم" کی ابتدائی آیات "بضع سنین" تک نازل فرمائیں۔

روایت ثانی:

منہج الصادقین | ابوبکر اہل شرک را گفت شما ایں شاد شدہ اید چشم شما روشن مباد، بخدا کہ اہل روم بر مردم فارس غالب خواہند شد۔ در بضع سنین گفتند ایں را از کجا میگوئی گفت از رسول خدا۔ ابی ابن خلف گفت کَذَبْتَ یَا اَبَا الْفَضْلِ ابوبکر گفت کَذَبْتَ اَنْتَ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ۔ ابی گفت اگر راست گوئی وقتے معین کن تا گرو بندیم اگر آں وقت منقضی شود۔ چناں باشد کہ تو گفتی من گرو بدہم و اگر نہ تو گرو ادا کنی۔ پس گرو بستند بسہ سال بدہ شتر چوں ابوبکر رسول را از ایں صورت اخبار نمود آں حضرت فرمود کہ خطا کردی زیراں کہ بضع سنین ثلثہ و تسعہ است۔ برو و در مال و مدت بیفزائی۔ ابوبکر باز گشت و تا مدت نہ سال بصد شتر مراہند کردند وایں صورت قبل ازاں بود کہ گرو حرام شود و چوں ابوبکر میخواست کہ از مکہ بیروں آید۔ ابی گفت ترا رہا نہ کنم تا کہ ضامنی بدہی۔

پسرش عبداللہ ضامن پدر شد و چوں ابی قصد کرد کہ بجنگ احد رود عبداللہ بن ابی بکر گفت ترا نگذارم تا ضامنی برائے خود تعیین کنی۔ ابی ضامن بداشت، و بجنگ احد میرفت و بعد از واقعہ احد مجروح بمکہ آمد و در آں جراحت بمرد۔ ابو سعید خدری روایت کردہ کہ در بدر چوں مسلماناں ظفر یافتند بر مشرکاں و در ہماں روز خبر آمد کہ رومیاں غلبہ کردند بر فارسیاں مسلماناں شاد شدند و ابوبکر نزد ورثۂ ابی خلف رفتہ مال رھانت از ایشاں بستد و نزد رسول آورد آنحضرت فرمود ایں را تصدق کن ابوبکر ہماں را تصدق نمود۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۷، ص ۱۵۸)

ترجمہ: ابوبکر صدیق نے مشرکوں کو کہا کہ تم ایرانیوں کی فتح سے بہت خوش ہوئے ہو تمہاری مراد کبھی پوری نہ ہو۔ اللہ کی قسم! رومی ایک وقت آئے گا کہ ایرانیوں کو شکست دیں گے۔ چند سال انتظار کرو۔ مشرکین نے ابوبکر سے پوچھا تم یہ بات کس بھروسہ پر کہہ رہے ہو تو ابوبکر نے جواب دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں اس کا علم ہوا۔ یہ سُن کر "ابی بن خلف" نے کہا اے ابوالفضل! تو نے جھوٹ کہا ہے۔ ابوبکر صدیق نے اس کے جواب میں کہا اے اللہ کے دشمن! جھوٹ تمہارا شیوہ ہے۔ پھر "ابی بن خلف" کہنے لگا اگر واقعی تم سچے ہو تو اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر دو اور پھر باہمی شرط لگائیں اگر وقت مقررہ تک تمہارے کہنے کے مطابق ہو گیا تو میں شرط دوں گا اور اگر وقت گزر گیا اور تمہاری بات پوری نہ ہوئی تو تمہیں اپنی باندھی ہوئی شرط ادا کرنا ہو گی تو طے یہ پایا کہ تین سال کا عرصہ ہو گا اور دس دس اونٹ شرط ہوں گے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال سے باخبر کیا تو آپ نے فرمایا تم غلطی کر بیٹھے ہو اس لیے کہ لفظ "بضع" تین

سے نو سال تک کے عرصہ کے لیے بولا جاتا ہے۔ جاؤ اور جا کر اپنے مقابل سے دوبارہ بات چیت کر کے وقت بھی بڑھاؤ اور مال بھی زیادہ باندھو چنانچہ ابوبکر گئے اور دونوں میں طے یہ پایا کہ مدت ۹ سال اور اونٹ سو سو ہوں گے۔ یہ شرط اس وقت باندھی گئی تھی جب شرط باندھنا ابھی حرام نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد جب ایک مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ سے باہر کہیں جانے کا ارادہ کیا تو ابی کہنے لگا کہ بغیر ضامن دیے میں تمہیں باہر نہیں جانے دوں گا۔ اس پر ابوبکر صدیق کے بیٹے "عبداللہ" ضامن بنے۔ پھر جب ابی نے جنگِ احد میں شرکت کرنا چاہی "عبداللہ بن ابوبکر" نے کہا کہ اب میں بھی تمہیں بغیر ضامن دیے باہر نہ جانے دوں گا۔ ابی نے ضامن دیا۔ اور جنگِ احد میں شرکت کے لیے چل نکلا۔ اس جنگ میں زخمی ہو کر جب واپس مکہ آیا تو اسی زخم سے مر گیا۔

جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے کہ مقام بدر میں جب مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور مشرکین نے ہزیمت اٹھائی تو اسی دن خبر آئی کہ رومیوں نے ایرانیوں کو پچھاڑ دیا ہے۔ یہ سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابی کے ورثاء کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے شرط والا مال وصول پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تمام مال کو خیرات کر دو۔ ابوبکر صدیق نے وہ سارا مال صدقہ کر دیا۔

روایت ثالث :

مجمع البیان | وَقَالَ الشَّعْبِی لَمْ تَقْضِ تِلْکَ الْمُدَّۃُ الَّتِیْ عَقَدَھَا

اَبُوْبَکْرٍ مَعَ اُبَیِّ بْنِ اَبِیْ خَلْفٍ حَتّٰی غَلَبَتِ الرُّوْمُ فَارِسًا وَرَبَطُوْا خُیُوْلَهُمْ بِالْمَدَائِنِ وَبَنَوُا الرُّوْمِیَّةَ فَاَخَذَ اَبُوْبَکْرٍ الْخَطَرَ مِنْ وَرَثَتِهٖ وَجَآءَ بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ جزء ۸ ص ۲۹۵)

ترجمہ: امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو مدت ابوبکر صدیق نے ابی بن ابی خلف کے ساتھ (بطور شرط) مقرر کی تھی۔ ابھی نہ گزرنے پائی تھی کہ رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا اور اپنے گھوڑوں کو مدائن میں باندھ دیا اور "رومیہ" شہر آباد کیا۔ ابوبکر صدیق نے ابی کے وارثوں سے وہ شرط وصول کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے اسے صدقہ کر دیا۔

مذکورہ روایات سے خاص کر تین امور کی طرف ہم نشاندہی کرتے ہیں۔ اول یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "بضع سنین" کے لفظ قرآنی پر اتنا یقین تھا کہ جس کی بنا پر سو اونٹ تک شرط لگانے میں کوئی پس و پیش نہ کیا۔ دوم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال سے بڑھا کر ۹ سال تک کرنے کا ارشاد فرمایا تاکہ "بضع سنین" کے احتمال کی وجہ سے "صداقتِ صدیقی" پر حرف نہ آئے۔ اگرچہ یہ غلبہ تین سال سے پہلے ہی ہو گیا جو کہ ابتداً ابوبکر صدیق نے شرط میں میعاد مقرر کی تھی۔ سوم یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط جیتنے کے بعد جب سو اونٹ ابی کے ورثاء سے لیے تو سیدھے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے تاکہ ان کا استعمال آپ کے ارشاد کے مطابق ہو اور جب آپ نے یہ گراں قدر (سو اونٹ) مال صدقہ کر دینے کو کہا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً انہیں صدقہ میں دے دیا۔

لمحہ فکریہ: امور مذکورہ کی روشنی میں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صدیق اکبر کی صداقت کا فیصلہ ازل سے ہی ہو چکا تھا اور اللہ نے آپ کو مخصوص صفات

سے نوازا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بچپن سے آخر تک آپ کو میسر رہی۔ اس قرب خاص کے ساتھ ساتھ جانی و مالی قربانی بھی آپ کا طرۂ امتیاز رہی۔ اس جگہ تو سو اونٹ قربان کرنے کا واقعہ ملتا ہے۔ ادھر غارِ ثور میں جان بھی واری جارہی ہے۔ انہی اعمال صالحہ ممتازہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں اپنے مصلی پر انہیں کھڑا کر کے نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا اور "آیتِ استخلاف" میں مذکورہ مواعید کا مصداق بھی آپ ہی کو بنایا گیا۔

تفسیر ثانی از اہلِ بیت:

فروع کافی | عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ سَئَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ فَقَالَ اِنَّ لِهٰذَا تَاوِیْلًا لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَهِیَ الشَّامَاتُ وَمَا حَوْلَهَا وَهُمْ یَعْنِیْ فَارِسَ بَعْدَ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ یَعْنِیْ یَغْلِبُهُمُ الْمُلُوْکُ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یَوْمَئِذٍ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ فَلَمَّا غَزَا الْمُسْلِمُوْنَ فَارِسَ وَفَتَحُوْهَا فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ وَقَدْ مَضٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ سِنُوْنَ کَثِیْرَةٌ مَعَ رَسُوْلٍ وَفِیْ اِمَارَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاِنَّمَا غَلَبَ الْمُؤْمِنُوْنَ فَارِسَ فِیْ اِمَارَةِ عُمَرَ فَقَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَکُمْ اِنَّ لِهٰذَا تَاوِیْلًا وَتَفْسِیْرًا لِلّٰهِ الْمَشِیَّةُ فِی الْقَوْلِ اَنْ یُّؤَخِّرَ مَا قَدَّمَ وَیُقَدِّمَ مَا اَخَّرَ فِی الْقَبْلِ اِلٰی یَوْمٍ یَحْتِمُ الْقَضَآءَ بِنُزُوْلِهٖ

اَلنَّصْرَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ -

(فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۶۹ تا ص ۲۷۰ طبع جدید - تذکرہ حدیث نوح علیہ السلام یوم القیامۃ - طبع قدیم نولکشور ص ۱۲۶)

ترجمہ: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر جناب امام باقر رضی اللہ عنہ سے "الٓم غلبت الروم" کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی تاویل اللہ اور آلِ محمد کے راسخین فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اہل ایران غلبہ کے وقت عنقریب چند سالوں کے اندر اندر مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب ہو جائیں گے۔ پہلے اور بعد ہر وقت حکم اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے بہت خوش ہوں گے اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے۔ پھر جب مسلمانوں نے ایران سے جنگ کی اور اسے فتح کر لیا تو اللہ کی مدد سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے پھر سوال کیا۔ کیا اللہ عزوجل نے "بضع سنین" نہیں فرمایا (یعنی چند سالوں میں فتح ہو گی) حالانکہ بہت سے سال گزر گئے کچھ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور کچھ خلافتِ صدیقی میں۔ لیکن مسلمانوں کو ایرانیوں پر غلبہ اتنے سالوں بعد عمر بن الخطاب کے دورِ خلافت میں ہوا تو امام باقر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہیں کہہ چکا ہوں کہ اس لفظ کی تاویل و تفسیر میں اللہ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ قبل اور بعد اس کی مشیت سے بعد اور قبل بن جاتے ہیں تو ہمیں اس کا علم اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ قضار کو مکمل فرماتے ہیں اور اپنی مدد سے مسلمانوں کو نواز کر غلبہ عطا فرما دیتے ہیں۔

نوٹ: امام باقر رضی اللہ عنہ کی مذکور تفسیر سے ایک ایسی تاویل و تشریح سامنے آتی ہے جس کے بارے میں خود انہی کی زبانی دعویٰ ہے کہ اس کو اللہ اور اہلِ بیت سے

راسخین فی العلم ہی جانتے تھے اور وہ یہ تھی کہ "یومئذ یفرح المؤمنون" سے مراد "فتح فارس" کی خوشی تھی کیوں کہ یہ کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھی۔ لہٰذا اس سے حقیقۃً مسلمانوں کو خوشی ہوئی برخلاف ایرانیوں کے رومیوں پر غالب آجانے کی خوشی کوئی حقیقی خوشی نہ تھی کیوں کہ رومی بھی کافر ہی تھے۔ دیکھیے "مجمع البیان" میں اسی مقام پر مذکور ہے:

مجمع البیان | يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللهِ وَ يَوْمَ يَغْلِبُ الرُّوْمُ فَارِسًا يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِدَفْعِ الرُّوْمِ فَارِسًا عَنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لَا بِغَلَبِ الرُّوْمِ عَلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَإِنَّهُمْ كُفَّارٌ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ج ۰ ص ۲۹۵)

ترجمہ: جس روز مسلمان اہلِ فارس پر غالب آئیں گے تو مسلمانوں کو خوشی اس وجہ سے ہوگی کہ رومیوں نے اہلِ فارس کو بیت المقدس سے نکال باہر کیا اس لیے نہیں کہ رومی بیت المقدس پر غالب آگئے کیوں کہ رومی بھی تو کافر ہی ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق "يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ" میں ایک مستقل پیش گوئی فرمائی گئی ہے جس کے سمجھنے کی خاطر سائل نے وضاحت چاہی امام مذکور نے اس کی وضاحت بھی فرمائی۔

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اگرچہ ان آیات میں عام روایات کے مطابق اہلِ ایران پر روم کے غلبہ کی پیش گوئی تھی جو کہ عہدِ نبوی میں "فتح بدر" کو پوری ہوئی۔ لیکن امام باقر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق اس سے مراد وہ فتح اور غلبہ ہے جو عہدِ فاروقی میں "فتح فارس" کی صورت میں مسلمانوں کو حاصل ہوا۔ لہٰذا نظرِ انصاف سے کام لیتے ہوئے شیعہ حضرات کو یہ بات لینی چاہیے کہ یہ پیش گوئی حق ہوئی اور جس خلافت میں پوری ہوئی وہ بھی "خلافتِ حقہ" تھی اور اس وقت کا خلیفہ بھی "خلیفۂ برحق" تھا کیوں کہ دیگر روایات کے مقابلہ میں ان کے نزدیک امام باقر کی روایت زیادہ اہمیت رکھتی ہے تو تعصب چھوڑو اور غلط عقائد سے توبہ

کر کے حضرت عمر بن الخطاب کے "برحق خلیفہ" ہونے کو مان لو اور اہل سنت وجماعت" کا مذہب اختیار کر کے "سنی" بن جاؤ

خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل چہارم

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانِ الٰہی کیمطابق اپنے بعد خلافتِ شیخین کی پیش گوئی فرمائی

تفسیر صافی

فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۔ اَلْقُمِّي كَانَ سَبَبُ نُزُوْلِهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ كَانَ فِيْ بَعْضِ بُيُوْتِ نِسَائِهٖ وَ كَانَتْ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةُ تَكُوْنُ مَعَهٗ تَخْدِمُهٗ وَ كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَذَهَبَتْ حَفْصَةُ فِيْ حَاجَةٍ لَهَا فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ مَارِيَةَ فَعَلِمَتْ حَفْصَةُ بِذٰلِكَ فَغَضِبَتْ وَ اَقْبَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ يَوْمِيْ وَ فِيْ دَارِيْ وَ عَلٰى فِرَاشِيْ فَاسْتَحْيٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَقَالَ كُفِّيْ فَقَدْ حَرَّمْتُ مَارِيَةَ عَلٰى نَفْسِيْ وَلَا اَطَأُهَا بَعْدَ هٰذَا اَبَدًا وَ اَنَا اُفْضِيْ اِلَيْكِ سِرًّا اِنْ اَنْتِ اَخْبَرْتِ بِهٖ فَعَلَيْكِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ فَقَالَتْ نَعَمْ مَا هُوَ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ يَلِي الْخِلَافَةَ بَعْدِيْ ثُمَّ بَعْدَهٗ اَبُوْكِ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۔

(تفسیر صافی جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۷۱۶)

ترجمہ: "القمی" نے مندرجہ آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنی ازواجِ مطہرات میں سے ایک کے گھر جلوہ فرما تھے اور "ماریہ قبطیہ" خدمت کے لیے موجود تھیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر رونق افروز تھے، حضرت حفصہ کسی کام کی غرض سے گھر سے باہر تشریف لے گئیں تو ان کی عدم موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ماریہ قبطیہ" سے ہمبستری فرمائی۔ جب "حفصہ" کو اس کا علم ہوا تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور! میری باری، میرے گھر اور میرے بچھونے پر؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرما گئے اور فرمایا تم اب خاموش ہو جاؤ۔ آج سے "ماریہ قبطیہ" کو میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور آئندہ ہمیشہ کے لیے اس سے ہم بستری نہیں کروں گا۔ ہاں سنو! میں تمہیں ایک راز کی بات بتانے لگا ہوں اگر تم نے کسی کو اس پر مطلع کیا تو اللہ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت تم پر ہوگی۔ کہنے لگیں حضور ٹھیک ہے فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد خلافت ابوبکر کو ملے گی اور اس کے بعد تمہارے والد خلیفہ بنیں گے۔ جناب حفصہ نے عرض کی۔ یہ بات آپ کو کس نے بتلائی؟ فرمایا اللہ علیم و خبیر نے۔

اس تفسیر سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی اتنی اہم تھی کہ ان کی رضاجوئی کی خاطر "ماریہ قبطیہ" کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

۲۔ آپ کی پیش گوئی تھی کہ میرے وصال کے بعد خلیفہ بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

۲ "مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ" کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کی "خلافت بلافصل" اور ان کے بعد عمر بن الخطاب کی خلافت کی پیش گوئی اللہ علیم وخبیر نے آپ کو دی تھی۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت "من جانب اللہ" تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ شریفہ میں ہی تمام صحابہ کرام واہلبیت کی موجودگی میں ابوبکر صدیق کو مصلیٰ امامت پر کھڑا ہو کر نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بعد میں خلافتِ صدیقی کے استحقاق کے لیے اسی امامت کو بطور دلیل پیش کیا گیا اور ابوبکر خلیفہ منتخب ہو گئے۔

انصار ومہاجرین نے جن کو اپنا خلیفہ بنانا پسند کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان الفاظ سے اس کی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذَالِكَ لِلّٰهِ رِضًی۔ (نہج البلاغہ خط ۶ ص ۳۶۷)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خطوط "نہج البلاغہ" میں درج ہیں ان میں ایک خط آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارسال فرمایا تھا جس میں تحریر تھا کہ مہاجرین وانصار اگر کسی شخص کو امامت کے لیے بالاتفاق چن لیتے ہیں تو وہ اللہ کا پسندیدہ ہو گا۔

لمحۂ فکریہ: جن کی خلافت کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اظہار فرمائیں اور اپنی زندگی میں مصلیٰ امامت پر انہیں متمکن فرمائیں تمام صحابہ کرام اور اہل بیت ان کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی اقتدار کریں اور کسی قسم کی کوئی شکایت ان کے خلاف نہ کریں اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسی خلافت کو اللہ کا رضا سمجھیں تو ایسی خلافت کا انکار اور اسے خلافتِ مغصوبہ کہنا پورے درجے کی بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے کیوں کہ اس انکار سے اللہ کی خبر میں کذب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب غلط اور حضرت علی کی تائید فضول لازم آتی ہے۔ یہ تمام باتیں لازم تب

آئیں۔ جب خلافت صدیقی کو نہ مانا گیا اس لیے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد اور بے باکی سے منہ موڑ دو۔

اعتراض :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو راز کی بات کے اظہار پر لعنت کا مستحق گردانا تھا اس کے باوجود انہوں نے اس راز کو راز نہ رہنے دیا بلکہ دیگر حضرات کو اطلاع کر دی۔ تو کیا اس طرح حضرت حفصہ اس لعنت کی مستحق نہ ٹھہریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی تھی۔

جواب :

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری بحث خلافت کے بارے میں چل رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر درست اور سچی ہوئی یا نہیں۔ جب یہ بات مسلمہ ہے کہ اللہ کی خبر صادق ہوتی ہے تو لازم آیا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی خلافت بھی حق ہو۔ لہٰذا اس راز کو ظاہر کریں یا نہ کریں اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔

لیکن مسئلہ لعنت کے متعلق بھی سُن لیجیے اور وہ یہ ہے کہ اس کا ذکر صرف تمہاری تفسیر صافی نے ہی کیا ہے۔ اور یہ الفاظ اسی تفسیر کے مصنف کے تراشیدہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کے الفاظ نہیں۔ اعتبار نہ آئے تو تفسیر "مجمع البیان" جلد پنجم جزدہم ص ۳۱۴ مطبوعہ تہران اٹھا کر دیکھ لیں۔

مجمع البیان: اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا یَعْنِیْ حَفْصَۃَ عَنِ الزَّجَاجِ قَالَ وَلَمَّا اَحْرَمَ مَارِیَۃَ قِبْطِیَّۃَ اَخْبَرَ حَفْصَۃَ اَنَّہٗ یَمْلِکُ مِنْ بَعْدِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ۔

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حضرت حفصہ سے پوشیدہ بات

کی "زجاج" سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب "ماریہ قبطیہ" کو اپنے لیے حرام کر لیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے بتلایا کہ میرے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر مملکتِ اسلامیہ کے مالک ہوں گے۔

ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

منہج الصادقین: مروی است کہ چوں پیغمبر ماریہ را بر خود حرام ساخت و در اخفائی آں امر فرمود حفصہ را فرمود کہ مرا با تو سرے دیگر ہست باید کہ آں را نیز بہ ہیچکس نگوئی۔ و در گمان آں خیانت نہ کنی یعنی افشائے آں ننمائی و آں اینست کہ بعد من ابوبکر و پدر تو مالک ایں امت شوند۔ و پادشاہی کنند و بعد از ایشاں عثمان متصدی حکومت گردد۔ (تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۳۳۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "ماریہ قبطیہ" کو اپنے لیے حرام کر دیا تو سیدہ حفصہ کو اس بات کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ اس کے علاوہ ایک اور بات بطور راز تمہیں بتانا چاہتا ہوں وہ کسی کو مت بتانا اور اس میں خیانت نہ کرنا یعنی کسی پر ظاہر نہ کرنا وہ یہ ہے کہ میرے بعد ابوبکر اور اس کے بعد تیرا باپ عمر رضی اللہ عنہما اس اُمت کے مالک اور بادشاہ ہوں گے اور ان کی اتباع میں عثمان غنی خلیفہ ہوں گے۔

لمحہ فکریہ:

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ "القمی" سے جو روایت "تفسیر صافی" نے نقل کی وہی روایت ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ" اپنی معتبر تفسیر "منہج الصادقین" اور اسی روایت کو علامہ طبرسی شیعہ "مشہور تفسیر مجمع البیان" میں نقل کر رہے ہیں جن میں لفظ "لعنت" موجود نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا ایجاد کنندہ خود "صاحب تفسیر صافی" ہے جس کے ذریعہ اس نے اپنی روحانی ماں

کا انکار کرتے ہوئے اپنے لعنتی اور حرامی ہونے کا اظہار کیا ہے۔

ملعون ہونا اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ جب کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے تو جس پر لعنت کی گئی اگر وہ مستحق نہ تھا تو لعنت واپس لعنت کرنے والے پر آتی لہٰذا ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف "لعنت" کی نسبت کرنے والا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا اپنا خانہ خراب کر گیا۔

بے اصل اور حرامی ہونا بایں طرح کہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو من جملہ اور اوصاف کے تین وصف ایسے عطا فرمائے جن کی بنا پر وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

۱۔ مطلقاً عورتوں کے لیے ارشاد ہے ھن لباس لکم و انتم لباس لھن عورتیں مردوں کے لیے بمنزلہ ان کے لباس اور مرد عورتوں کے لیے بمنزلہ ان کے لباس کے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وجہ سے لباس نبوی ہوئیں اور دوسری وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "لباس ازواج" ہوئے اس طرح لباس مصطفیٰ (ازواج النبی) کی طرف لعنت کی نسبت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت اور اس جرأت سے خود نسبت کرنے والا اوّل درجہ کا لعنتی۔

۲۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ " اے نبی کی بیبیو! تم اس نسبت زوجیت میں اپنی مثال آپ ہو۔ دنیا کی کوئی عورت تمہاری مثل نہیں۔

۳۔ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ " حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں جب یہ پاک وطاہر شخصیات کائنات میں تمام عورتوں سے ممتاز اور تمام مومنین کی مائیں ٹھہریں تو ان روحانی ماؤں کی طرف "لعنت" کی (معاذ اللہ) نسبت کرنے والا بے اصل نہ ہوا تو کیا ہوا؟ پھر اس سے مزید یہ کہ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کو ایذا پہنچانا ہے کیوں کہ آپ کی کسی زوجہ کو ایذا پہنچانا گویا آپ کو رنجیدہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ (پ ۲۲ ع ۴) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ ان پر دنیا میں بھی لعنت اور آخرت میں بھی لعنت ہوگی۔ لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ "صاحب تفسیر صافی" اور "القمی" تمام دنیا میں بہت بڑے ملعون اور باطل بے اصل ہیں۔

خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل پنجم

حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت کو اپنے پر لازم قرار دیا:

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰی آخُذَ الْحَقَّ لَهٗ وَ الْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰی آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِیْنَا عَنِ اللّٰهِ قَضَاءَهٗ وَ سَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ اَتَرَانِیْ اَكْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اللّٰهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَیْهِ فَنَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ وَ اِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ۔

([illegible] مطبوعہ بیروت جلد ۲ ص ۸۱)

ترجمہ: ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور قوی میرے لیے کمزور ہے یہاں تک کہ میں مستحق کا حق اس سے دلا دوں۔ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہو گئے اور اس کے امر کو اسی کے سپرد کیا تو سمجھتا ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھوں گا خدا کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے

کریں ہی سب سے پہلا جھٹلانے والا ہوں۔ میں نے آپنے معاملہ میں غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا ابوبکر کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لیے بیعت لینے سے بہتر ہے اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے۔

اس روایت کے کچھ الفاظ کی "ابن میثم" اس طرح شرح کرتا ہے:

شرح ابن میثم

فَقَوْلُهٗ فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ اَیْ طَاعَتِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اَمَرَنِیْ بِهٖ مِنْ تَرْکِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْاِمْتِنَاعِ مِنْهَا وَقَوْلُهٗ وَاِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ اَیْ مِیْثَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدُهٗ اِلَیَّ بِعَدَمِ الْمُشَاقَّةِ وَقِیْلَ الْمِیْثَاقُ مَا لَزِمَهٗ مِنْ بَیْعَةِ اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ اِیْقَاعِهَا اَیْ فَاِذْ مِیْثَاقُ الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِیْ فَلَمْ یُمْکِنِّی الْمُخَالَفَةُ بَعْدَهٗ۔ (شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد دوم مطبوعہ تہران ص ۹۷ طبع جدید)

ترجمہ: پس میں نے غور و فکر کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ میرا اطاعت کرنا بیعت لینے سے سبقت لے گیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو ترک قتال کا حکم دیا تھا وہ اس بات پر سبقت لے گیا کہ میں قوم سے بیعت لوں" فاذا المیثاق فی عنقی لغیری" سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ سے عہد لینا۔ مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے جب لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں تو میں بھی بیعت کرلوں۔ پس جب قوم کا وعدہ مجھ پر لازم ہوا یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی تو اس کے

بعد میرے لیے ناممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا ۔

مذکورہ خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے ۔

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اپنے فرمان کے مطابق آپ کے نزدیک قوی اور ضعیف برابر تھے کیوں کہ آپ ہر قوی سے قوی ہیں ۔ اس لیے کسی کمزور کا حق اسے دلا سکتے ہیں

۲۔ جب اللہ نے قضاء کے مطابق صدیق اکبر کی خلافت کا فیصلہ کر دیا تو ہم نے اسے تسلیم کرتے ہوئے اسے اللہ کے سپرد کر دیا ۔

۳۔ جب ایمان لانے میں مجھے سب سے اولیت حاصل ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میں (تقیہ کی آڑ لے کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں ۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ میرے بعد مسئلہ خلافت میں کسی سے لڑائی نہ کرنا ۔

۵۔ مسئلہ خلافت میں غور و فکر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرے لیے ابوبکر کی بیعت کر لینا اپنی بیعت لینے سے زیادہ راجح ہے ۔

۶۔ میری گردن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عہد بندھا ہوا ہے کہ جب لوگ ابوبکر صدیق کی بیعت کریں تو میں بھی بیعت کر لوں ۔

۷۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ابوبکر صدیق کی بیعت کرنے کا میرے ذمہ لازم ہے تو کیسے ممکن ہے کہ میں آپ کا عہد توڑ دوں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے منہ موڑ لوں ۔

ان تمام امور بالا سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی طرح بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت سے اعراض نہ کر سکتے تھے کیوں کہ اللہ کی رضا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی سے عہد اور خود حضرت علی کا فیصلہ ابوبکر صدیق کے خلیفہ برحق ہونے کا بین ثبوت ہیں تو اس امر بیعت کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس قدر اہم سمجھتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے اتنی جلدی کی کہ پورا لباس بھی زیب تن نہ کر

سکے "صاحب روضۃ الصفار" نے اس کو یوں نقل کیا ہے۔

روضۃ الصفا | امیر المؤمنین علی چوں استماع نمود کہ مسلماناں بر بیعت ابوبکر اتفاق نمودند بتعجیل از خانہ بیروں آمد چنانچہ ہیچ در بر نداشت بغیر از پیرہن نہ ازار ونہ ردا بہماں نزد صدیق رفتہ باو بیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامہ بمجلس آوردند۔ و در بعضی روایات وارد شدہ کہ ابوسفیان پیش از بیعت با امیر المؤمنین علی گفت کہ تو راضی میشوی کہ شخصی از بنی تمیم متصدی کاری حکومت شود بخدا سوگند کہ اگر تو خواہی ایں وادی را پر از سوار و پیادہ گردانم علی گفت اے ابوسفیان تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ می انگیختی و حالا نیز می خواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی۔ ابوبکر را شائستہ ایں کار میدانم۔

(روضۃ الصفار جلد دوم صفحہ ۴۳۲ ذکر بیعت امیر المؤمنین)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سُنا کہ تمام مسلمانوں نے ابوبکر صدیق کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے تو اس قدر جلدی درِ دولت سے باہر تشریف لائے کہ چادر اور تہبند بھی نہ اوڑھ سکے۔ صرف پیراہن میں ملبوس تھے۔ اسی صورت میں ابوبکر صدیق کے ہاں پہنچے اور بیعت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد چند آدمی کپڑے لینے کے لیے بھیجے تا کہ مجلس میں کپڑے لے آئیں۔ بعض روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ ابوسفیان نے بیعت سے قبل حضرت علی کو کہا کہ اے علی! کیا تو بنو تمیم کے ایک آدمی کو حکومت کا والی بنانے پر راضی ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ یہ سُن کر حضرت علی نے کہا اے ابوسفیان! دورِ جاہلیت میں بھی تو فتنہ پرداز رہا ہے اور اب بھی چاہتا ہے کہ اسلام میں فتنہ بپا کرے۔ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کاروبارِ حکومت کے لیے نہایت

مناسب آدمی سمجھتا ہوں۔

نوٹ: "واذا المیثاق فی عنقی لغیری" جملہ کی تشریح "ابن میثم" اور اس کے بعد "روضۃ الصفا" سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان دونوں شیعوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس جملہ کی جو شرح کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بخوشی اور بسرعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے چل پڑے، کوئی مجبوری نہ تھی اور نہ زبردستی بیعت کرنے پر ان کو آمادہ کیا گیا۔ اگر خوشی و رضا نہ تھی تو ابوسفیان کی فرمائش بڑی برمحل تھی اسے نہ ٹھکراتے خود بھی قوی تھے اور ابوسفیان کی طرف سے سواروں اور پیادوں سے میدان بھر دینا۔ ایسے میں مجبوری کب ٹھہر سکتی تھی، کتنے بیوقوف وہ لوگ ہیں جو حضرت علی کی اس بیعت کو "بیعت مکرہ" کا نام دیتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ بعد میں آئے گی۔

خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ششم

حضرت علی نے عمر فاروق کو آیت استخلاف کا مصداق اور خلیفہ برحق سمجھا:

وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ شَاوَرَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوْجِ إِلٰى غَزْوَةِ الرُّوْمِ وَقَدْ تَوَكَّلَ اللّٰهُ لِأَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِإِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ وَالَّذِيْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَا يَمْتَنِعُوْنَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔

إِنَّكَ مَتٰى تَسِرْ إِلٰى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ أَقْصٰى بِلَادِهِمْ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُوْنَ إِلَيْهِ فَابْعَثْ إِلَيْهِمْ رَجُلًا مِحْرَبًا وَاحْفِزْ مَعَهٗ أَهْلَ الْبَلَاءِ وَ

نہج البلاغہ | النَّصِيحَةِ فَإِنْ أَظْهَرَ اللهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَىٰ كُنْتَ رِدْءًا لِلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِلْمُسْلِمِينَ۔

(نہج البلاغہ" خطبہ نمبر ۱۳۲ ص ۱۹۲-۱۹۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب خلیفہ ثانی نے روم پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور آپ سے بھی مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔ نواحی اسلام کو غلبۂ دشمن سے بچانے اور مسلمانوں کی شرم رکھنے کا اللہ ہی ضامن اور کفیل ہے وہ ایسا خدا ہے جس نے انہیں اس وقت فتح دی ہے جب ان کی تعداد نہایت قلیل تھی اور کسی طرح فتح نہیں پا سکتے تھے۔ انہیں اس وقت مغلوب ہونے سے بچایا ہے۔ جب یہ کسی طرح روکے نہ جا سکتے تھے اور وہ خداوندِ عالم حی لایموت ہے (جیسے اس وقت موجود تھا ویسے ہی اب بھی قائم ہے) اب اگر تو خود دشمن کی طرف کوچ کرے اور منکوب و مخذول ہو جائے تو یہ سمجھ لے کہ مسلمانوں کو ان کے انتہائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی اور تیرے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہو گا جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ لہٰذا تو دشمنوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو آزمودہ کار ہو اور اس کے ماتحت ان لوگوں کو روانہ کر جو جنگ کی سختیوں کے متحمل ہوں اپنے سردار کی نصیحت کو قبول کریں۔ اب اگر خدا نے غلبہ نصیب کیا تب تو یہ وہی چیز ہے جسے تو دوست رکھتا ہے اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کا مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو بن ہی جائے گا۔

(ترجمہ نیرنگِ فصاحت ص ۱۹۰)

نوٹ:

اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے "علامہ البحرانی" نے "وقد توکل علی اللہ" سے کر "حی لا یموت" تک یوں لکھا ہے:

ابن میثم

صَدَرَ لِهٰذِهِ النَّصِيحَةِ وَالرَّأْيِ نَبَّهَ فِيهِ عَلَى وُجُوهِ التَّوَكُّلِ عَلَى اللهِ وَ الْإِسْتِنَادِ إِلَيْهِ فِي هٰذَا الْأَمْرِ وَخُلَاصَتُهَا أَنَّهُ ضَمِنَ إِقَامَةَ هٰذَا الدِّيْنِ وَإِعْزَازَ حَوْزَةِ أَهْلِهِ وَ كَنّٰى بِالْعَوْرَةِ عَنْ هَتْكِ السَّتْرِ فِي النِّسَاءِ وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ إِسْتِعَارَةً لِمَا يَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنَ الذُّلِّ وَ الْقَهْرِ لَوْ أُصِيبُوْا فَضَمِنَ سُبْحَانَهُ سَتْرَ ذَالِكَ بِإِمْضَاءِ النَّصْرِ عَلَيْهِمْ وَهٰذَا الْحُكْمُ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالٰى (وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد دوم ص ۱۶۲، طبع سوم)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس خطبہ کو اس نصیحت اور رائے کے لیے ارشاد فرمایا جس میں توکل کے مختلف طریقوں سے آگاہی فرمائی اور یہ بھی تنبیہ فرمائی کہ مسئلہ جہاد کو اللہ کے سپرد کیا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو قائم رکھنے اور اس کے اہل کو عزت دینے کی ذمہ داری اٹھائی ہے اور لفظ "عورۃ" سے حضرت علی نے عورتوں کی بے ستری کی طرف کنایہ کیا ہو اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ان پر قہر و غضب ہو۔ اگر قتل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد نازل فرما کر اس کی پردہ پوشی کی ضمانت عطا فرمائی ہو (مدد کی ضمانت اٹھانا) یہ وہ حکم ہے جو آیتِ استخلاف سے ماخوذ ہے (آیتِ استخلاف کا ترجمہ :- وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے تم میں سے

مومنین اور نیک اعمال والوں کے ساتھ کہ انہیں وہ زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرنے والوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لیے ان کے دین کو مضبوط فرمائے گا جو دین اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند فرمایا اور یقیناً ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرمائے گا۔

خطبہ اور اس کی شرح سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوگئے :

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاروقِ اعظم کے لشکر کو لشکرِ اسلام " سے تعبیر فرمایا۔

۲۔ اس اسلامی لشکر کی فتح و شکست کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑا۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فاروقِ اعظم کی زندگی اتنی عزیز تھی کہ انہیں بذاتِ خود جنگ میں جانے سے منع فرمایا۔

۴۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو آپ نے " امیر المؤمنین " فرما کر تمام مسلمانوں کا مرجع و ملجا بھی قرار دیا اور فرمایا کہ تمہارے ساتھ جانے سے اگر فتح ہوئی تو مقصود ملا۔ اور اگر خدانخواستہ شکست ہوئی تو پھر مسلمانوں کی کوئی جائے پناہ نہ ہوگی لہٰذا آپ پیچھے رہیں اور ان کی جائے پناہ بنیں۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لشکرِ اسلام کی فتح کو ضمانتِ خداوندی دیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ فاروقِ اعظم کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے اور خلیفہ برحق کے لیے آیتِ استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے جتنے وعدے فرمائے۔ ان کا مصداق فاروقِ اعظم کو ہی سمجھے

خلاصۂ کلام :

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ میں اس بات کو واضح فرما دیا کہ آپ کو فاروقِ اعظم سے قطعاً کوئی ناراضگی نہ تھی بلکہ انہیں وہ سب سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اس کی واضح علامت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے

پیدا شدہ اپنی لختِ جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی فاروقِ اعظم سے کی تھی۔

اس عزت و عظمت کے ساتھ ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ان وعدوں کا مصداق بھی سمجھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آیتِ استخلاف میں فرمائے ہیں اسی لیے بنفسِ نفیس جنگ میں جانے سے منع فرمایا۔

خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل، ہفتم

ارشادِ علی مرتضیٰ سب سے زیادہ کامل الایمان رسول کا خلیفہ (صدیقِ اکبر) اور خلیفہ کا خلیفہ (عمر فاروق) ہیں۔

واقعہ صفین — حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خط لکھا تھا جس کو "نصر ابن مزاحم" نے اپنی کتاب "واقعہ صفین" میں یوں نقل کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مُحَمَّدًا بِعِلْمِهٖ وَ جَعَلَهُ الْاَمِيْنَ عَلٰى وَحْيِهٖ وَ الرَّسُوْلَ اِلٰى خَلْقِهٖ وَ اجْتَبٰى لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَعْوَانًا اَيَّدَهُ اللّٰهُ بِهِمْ فَكَانُوْا فِيْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ فَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِيْ اِسْلَامِهٖ وَ اَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهِ الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ خَلِيْفَةَ خَلِيْفَتِهٖ وَ الثَّالِثَ الْخَلِيْفَةَ الْمَظْلُوْمَ عُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ حَسَدْتَّ وَ عَلٰى كُلِّهِمْ بَغَيْتَ۔ (واقعہ صفین ص ۷۱-۷۲ مطبوعہ مطبع حاج ایسر بیروت طبع قدیم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ (یہ خط) معاویہ بن سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کی طرف (لکھا جا رہا ہے) آپ پر سلامتی ہو۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر کوئی معبود نہیں ۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے علم کی بنار پر سب سے چن لیا اور انہیں اپنی وحی کا امین بنایا اور اپنی مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور مسلمانوں میں سے ان کے مددگار اور معاون بنائے جن کی وجہ سے اللہ نے آپ کی تائید فرمائی تو وہ آپ کے نزدیک اپنا مرتبہ اسلام میں فضیلت کی بنار پر رکھتے تھے ۔ اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر زیادہ دھیان رکھنے والے خلیفہ اول تھے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ اور تیسرے خلیفہ جناب عثمان جو مظلوم تھے ۔ تم نے ان سب خلفار سے حسد کیا اور ہر ایک سے بغاوت کی ۔

اس خط کے جواب میں جو کچھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تحریر فرمایا وہ مختلف روایات کے اعتبار سے مختلف مضامین پر مشتمل ہے لہٰذا ہم انہیں جواب اول، دوم اور سوم کے عنوان سے تحریر کریں گے ۔ ملاحظہ ہو :

جوابِ اوّل :

حضرت علی نے شیخین کے مقام کو عظیم سمجھتے ہوئے ان کے لیے دعارِ خیر کی

واقعۂ صفین | مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ بْنِ سُفْیَانَ اَمَّا بَعْدُ. ..... وَذَکَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ اجْتَبٰی لَہٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَعْوَانًا اَیَّدَہُ اللّٰہُ بِھِمْ فَکَانُوْا فِیْ مَنَازِلِھِمْ عِنْدَہٗ عَلٰی قَدْرِ فَضَائِلِھِمْ فِی الْاِسْلَامِ فَکَانَ اَفْضَلُھُمْ زَعَمْتَ فِی الْاِسْلَامِ وَاَنْصَحُھُمْ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہِ الْخَلِیْفَۃَ وَخَلِیْفَۃَ الْخَلِیْفَۃِ وَلَعَمْرِیْ

اَنَّ مَکَانَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ وَ
جَزَاھُمَا بِاَحْسَنِ الْجَزَاءِ وَ ذَکَرْتَ اَنَّ عُثْمَانَ کَانَ فِی
الْفَضْلِ ثَالِثًا فَاِنْ یَکُنْ عُثْمَانُ مُحْسِنًا فَسَیَجْزِیْہِ
اللّٰہُ بِاِحْسَانِہٖ وَ اِنْ یَکُ مُسِیْئًا فَسَیَلْقَی اللّٰہَ رَبًّا
غَفُوْرًا ۔ (واقعہ صفین ص ۶۳)

ترجمہ: (یہ خط) عبداللہ علی امیرالمومنین کی طرف سے جناب معاویہ بن سفیان کو دکھایا رہا ہے) اما بعد! آپ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں سے ایک معاون اور مددگار جماعت منتخب فرمائی تھی اور ان معاونین کے آپ کے نزدیک ایسے ہی درجات تھے جیسے اسلام میں ان کی افضلیت تھی ان سب میں سے اللہ اور اس کے رسول کے زیادہ خیرخواہ خلیفہ اول ابوبکر تھے پھر ان کے خلیفہ فاروق اعظم مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں حضرات کا اسلام میں بہت اونچا مقام ہے اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے اور انہیں اچھی جزاء سے نوازے اور تم نے حضرت عثمان کا ذکر کیا کہ وہ فضیلت میں تیسرے درجے پر تھے تو اگر عثمان نیکوکار تھے تو اللہ ان کی نیکی کی بہت جلد جزاء عطا فرمائیگا اور اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تو عنقریب اس اللہ سے ملنے والے ہیں جو رب غفور ہے

جواب دوم حضرت علی کے نزدیک شیخین عادل اور برحق خلیفہ تھے اور ان کے وصال سے اسلام کو سخت نقصان پہنچا :

واقعہ صفین

ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ : فَاِنَّ اللّٰہَ بَعَثَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ فَاَنْقَذَ بِہٖ مِنَ الضَّلَالَۃِ وَ الْغَشِّ بِہٖ
مِنَ الْھَلَکَۃِ وَجَمَعَ بِہٖ بَعْدَ الْفُرْقَۃِ ثُمَّ قَبَضَہٗ

اللهُ اِلَيْهِ وَقَدْ اَدّٰى مَا عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ عُمَرَ وَ اَحْسَنَا السِّيْرَةَ وَعَدَلَا فِي الْاُمَّةِ وَقَدْ وَجَدْنَا عَلَيْهِمَا اَنْ تَوَلَّيَا الْاَمْرَ دُوْنَنَا وَ نَحْنُ اٰلُ الرَّسُوْلِ وَ اَحَقُّ بِالْاَمْرِ فَغَفَرْنَا ذَالِكَ لَهُمَا۔

(واقعہ صفین ص ۱۴۹)

ترجمہ: اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر لوگوں کو گمراہی اور ہلاکت سے آپ کی وجہ سے بچایا اور منتشر لوگوں کو آپ کی بدولت جمع فرمایا پھر آپ اللہ کو پیارے ہو گئے آپ نے اپنی ذمہ داری کا صحیح نباہ فرمایا پھر لوگوں نے آپ کے بعد ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور ابوبکر نے اپنے بعد عمر کو خلافت سونپی۔ یہ دونوں اچھی سیرت کے مالک تھے اور انہوں نے لوگوں میں خوب انصاف کیا اور ہمیں افسوس تھا کہ ہم آلِ رسول کے ہوتے ہوئے وہ امرِ خلافت کے والی بن گئے حالانکہ اس کے ہم زیادہ حق دار تھے۔ سو ہم نے انہیں معاف کر دیا (کیونکہ عدل و انصاف اور اچھی سیرت کے حامل تھے)

جواب سوم:

ابن میثم

وَ ذَكَرْتَ اَنَّ اللهَ اجْتَبٰى لَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَعْوَانًا اَيَّدَهُمْ بِهٖ فَكَانُوْا فِيْ مَنَازِلِهِمْ عِنْدَهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضَائِلِهِمْ فِي الْاِسْلَامِ وَكَانَ اَفْضَلُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَ اَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ الْخَلِيْفَةَ الصِّدِّيْقَ وَخَلِيْفَةَ

الْخَلِیْفَۃِ الْفَارُوْقَ وَ لَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِھِمَا لَجَرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ یَرْحَمُھُمَا اللّٰہُ وَ جَزَاھُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد ۴ ص ۳۶۲ مطبوعہ تہران طبع جدید زیر خط نمبر ۹)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسلمانوں میں بہت سے معاون اور مددگار منتخب فرمائے جن کے ذریعہ آپ کی تائید فرمائی۔ ان حضرات کی آپ کی بارگاہ میں اس ترتیب سے قدر و منزلت تھی جو انہیں اسلام میں فضیلت کے اعتبار سے تھی اور اسلام میں ان سب سے افضل جیسا کہ تمہارا بھی خیال ہے۔ خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق ہیں اور یہی ان تمام میں سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ" فاروق اعظم" کا مرتبہ ہے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! اسلام میں ان دونوں کا مقام یقیناً عظیم ہے ان کی رحلت سے اسلام میں بہت سے مصائب پیدا ہو گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کے اعمال کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت علی سے مروی ان جوابات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو گئے۔

۱۔ ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کو جو مرتبۂ خلافت ملا اور حضور کی بارگاہ میں وقعت نصیب ہوئی تو یہ سب کچھ ان کے اسلام میں فضائل کے مطابق ہوا۔

۲۔ ان دونوں کی رحلت سے اسلام کو بہت نقصان پہنچا۔

۳۔ اسلام میں سب سے افضل ابوبکر صدیق اور ان کے بعد فاروقِ اعظم ہیں۔

۴۔ حضرت علی نے جب دونوں کے عدل و انصاف اور سیرت کا ملاحظہ فرمایا جو خود حضرت علی کا اپنے لیے خلافت سے مقصود تھا۔ تو ان پر راضی ہو گئے اور ان کا مشیر بننا پسند

کرلیا۔

۵ - حضرت علی نے قسمیہ کہا کہ ان دونوں حضرات کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔
ان پانچ امور کے ذکر کرنے کے بعد میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ شیخین عادل تھے یا فاسق و فاجر؟ ۲۔ حضرت علی کے معاف کر دینے سے انہیں معافی مل یا نہیں؟ ۳۔ حضرت علی نے ان کی تعریف و توصیف میں جو کچھ فرمایا وہ سچ تھا یا جھوٹ؟ اگر آپ کو تم لوگ سچا جانتے ہو تو پھر چشم ما روشن دل ماشاد اور اگر اسے جھوٹ گردانتے ہو تو حضرت علی کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت و عقل عطا فرمائے، اور جو عقیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شیخین کے بارے میں تھا۔ وہی عقیدہ تمہیں بھی عطا کرے۔

خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل ہشتم

نہج البلاغۃ | وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مُعَاوِيَةَ
إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ وَإِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضًى فَإِنْ خَرَجَ عَنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ أَبَى قَاتَلُوهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللَّهُ مَا تَوَلَّى۔

(نہج البلاغہ خط ۶ ص ۳۶۶ - ۳۶۷ مطبوعہ بیروت، الاخبار الطوال
مصنفہ احمد ابن داؤد الدینوری مطبوعہ بغداد طبع جدید ص ۱۴۰)

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط میں سے ایک خط جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا:

بات یہ ہے کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی کی تھی اور مقصدِ بیعت بھی وہی تھا جو ان سے تھا لہذا موجود حضرات میں سے کسی کو علیحدگی کا اختیار نہیں اور نہ غائب لوگوں کو اس کی تردید کی اجازت ہے۔ مشورہ مہاجرین اور انصار کو ہی شایان شان ہے تو اگر یہ سب کسی شخص کے خلیفہ بنانے پر متفق ہو جائیں تو یہ اللہ کی رضا ہو گی اور اگر ان کے حکم سے کسی نے بوجہ طعن یا بدعت کے خروج کیا تو اسے واپس لوٹا دو اور اگر واپسی سے انکار کرے تو اس سے قتال کرو کیوں کہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کے اجتماعی فیصلہ کو ٹھکرانے والا ہے اور اللہ نے اسے متوجہ کر دیا جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے۔

اس خط سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی بیعت کی تھی۔ ان ہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

۲۔ ان تمام کا کسی کے ہاتھ بیعت کر لینا اتنا اہم ہے کہ اس کے بعد حاضرین یا غائبین لوگوں میں سے کسی کو اس کے خلاف کا اختیار نہیں رہ جاتا۔

۳۔ شوریٰ کا استحقاق مہاجرین اور انصار کو ہی تھا۔

۴۔ مہاجرین اور انصار کا باہمی مشورہ سے کسی کو امام یا خلیفہ پسند کر لینا دراصل خوشنودی خدا ہوتا ہے۔

۵۔ ان کے متفقہ طور پر کسی کو منتخب کر لینے کے بعد اگر کوئی بوجہ طعن بیعت نہ کرنے کی کوشش کرے تو اسے زبردستی واپس لایا جائے اور اگر پھر بھی انکار پر ڈٹا رہے

تو اس سے قتال کیا جائے کیوں کہ اس طرح وہ جمیع مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر علیحدگی اختیار کرتا ہے۔

لمحہ فکریہ :

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں کہ اس خط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ کو کتنا صاف اور واضح الفاظ میں ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت فرمادی کہ خلیفہ کا انتخاب بطور شخصیت منصوص من اللہ ہونا ضروری نہیں کیوں کہ مہاجرین و انصار کی مشاورت سے کسی کا بطور خلیفہ نامزد اور منتخب ہونا دراصل رضائے الٰہی ہوتا ہے اور وہ خلیفہ برحق ہوتا ہے۔

"شارح ابن میثم" نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو علم منطق کے ذریعہ ان کی خلافت حقہ کے لیے جو ترتیب دی ہے وہ بطریق اختصار یوں ہے :

صغریٰ : میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی۔

کبریٰ : جس آدمی کی وہی لوگ بیعت کرلیں تو اس کے بعد کسی غائب یا حاضر کو بیعت نہ کرنے یا اس کے رد کا اختیار نہیں۔

نتیجہ : چوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی انہی لوگوں نے کرلی ہے۔ لہٰذا کسی کو اس کے رد کا اختیار نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو یہ ارشاد فرمایا : انما الشوریٰ للمهاجرين والانصار، تو اس کی تفسیر "ابن میثم" نے ان الفاظ سے کی۔

وَخَصَّ الشُّورٰی وَالْاِجْمَاعَ فِی الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلّٰی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا اتَّفَقَتْ كَلِمَتُهُمْ عَلٰى حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ كَاجْتِمَاعِهِمْ عَلٰى بَيْعَتِهٖ وَ تَسْمِيَتِهٖ اِمَامًا كَانَ ذَالِكَ اِجْمَاعًا حَقًّا هُوَ رِضَى اللّٰهِ اَیْ مَرْضِیٌّ لَهٗ وَ سَبِيْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِیْ يَجِبُ اِتِّبَاعُهٗ ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن میثم جلد چہارم ص ۳۵۳-۳۵۴ طبع جدید
زیر خط نمبر۶ بالفاظ مختلفہ اخبار طوال مصنفہ دینوری
ص ۱۴۹)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شوریٰ کو صرف مہاجرین اور انصار کے لیے مخصوص فرمایا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اہل حل وعقد (ارباب بست وکشاد) وہی ہیں اور جب وہ کسی معاملہ پر متفق ہو جائیں جس طرح حضرت علی کی امامت وبیعت پر متفق ہوئے تو ان کا یہ اجماع واتفاق "حق" ہوگا اور وہ اجماع اللہ کا پسندیدہ ہوگا اور مومنین کا ایسا راستہ ہوگا جس کی اتباع واجب ہے

ابن میثم کے کلام کا خلاصہ:

اجماع حقہ وہی ہے جو مہاجرین وانصار کا اجماع ہو (کیوں کہ ان دونوں میں اکثریت ان حضرات کی ہے جو غزوۂ بدر اور بیعت رضوان میں شامل تھے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی) اور ان کا اجماع اللہ کا پسندیدہ ہے لہٰذا ہر ایک کے لیے واجب الاتباع ٹھہرا۔

تو معلوم ہوا کہ ان کا اجماع جنتیوں کا اجتماع ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ سب کسی دوزخی کے لیے متفق ہوگئے ہوں، تو اس سے معلوم ہوا کہ مہاجرین وانصار کی اجتماعی مشاورت سے جو لوگ منتخب ہوئے وہ جنتی ہیں۔ اور خلفاء ثلاثہ کا انتخاب انہی کے اتفاق کا نتیجہ ہے جس طرح تادم آخر یہ قائم رہے۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ بھی لازمی جنتی ٹھہرے فاعتبروا یا اولی الابصار

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل نہم

کتبِ شیعہ میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت بغیر جبر و اکراہ کے بطریقِ رضا کی ہے جیسا کہ شیعوں کے امام الاکبر محمد الحسینی آل کاشف الغطاء نے اپنی مشہور کتاب اصل الشیعہ واصولہا میں اس طرح تصدیق اور توثیق کی ہے،

اصل الشیعہ واصولہا :

وَحِيْنَ رَاٰى اَنَّ الْمُتَخَلِّفِيْنَ اَعْنِي الْخَلِيْفَةَ الْاَوَّلَ
وَالثَّانِيَ بَذَلَا اَقْصَى الْجُهْدِ فِيْ نَشْرِ كَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ
وَتَجْهِيْزِ الْجُنُوْدِ وَتَوْسِيْعِ الْفُتُوْحِ وَلَمْ
يَسْتَاْثِرُوْا وَلَمْ يَسْتَبِدُّوْا بَايَعَ وَسَالَمَ وَ
اَغْضٰى عَمَّا يَرَاهُ حَقًّا لَّهٗ مُحَافَظَةً عَلَى الْاِسْلَامِ
اَنْ تَتَصَدَّعَ وَحْدَتُهٗ وَتَتَفَرَّقَ كَلِمَتُهٗ وَيَعُوْدَ
النَّاسُ اِلٰى جَاهِلِيَّتِهِمِ الْاُوْلٰى وَبَقِيَ شِيْعَتُهٗ
مُنْضَوِيْنَ تَحْتَ جَنَاحِهٖ وَمُسْتَنِيْرِيْنَ،

لِلشِّيْعَةِ وَالتَّشَيُّعِ يَوْمَئِذٍ مَجَالٌ لِّلظُّهُوْرِ لِاَنَّ
الْاِسْلَامَ كَانَ يَجْرِيْ عَلٰى مَنَاهِجِهِ الْقَوِيْمَةِ
حَتّٰى اِذَا تَمَيَّزَ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ وَتَبَيَّنَ الرُّشْدُ
مِنَ الْغَيِّ وَامْتَنَعَ مُعَاوِيَةُ عَنِ الْبَيْعَةِ لِعَلِيٍّ
وَحَارَبَهٗ فِيْ (صِفِّيْنَ) اِنْضَمَّ بَقِيَّةُ الصَّحَابَةِ

إِلَىٰ عَلِيٍّ حَتَّىٰ قُتِلَ أَكْثَرُهُمْ تَحْتَ رَايَتِهِ وَكَانَ مَعَهُ مِنْ عُظَمَاءِ أَصْحٰبِ النَّبِيِّ ثَمَانُونَ رَجُلًا، كُلُّهُمْ بَدْرِيٌّ عُقْبِيٌّ كَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَخُذَيْمَةَ ذِي الشَّهَادَتَيْنِ وَأَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ وَنُظَرَائِهِمْ ثُمَّ لَمَّا قُتِلَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاسْتَتَبَّ الْأَمْرُ لِمُعَاوِيَةَ وَانْقَضَىٰ دَوْرُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ سَارَ مُعَاوِيَةُ بِسِيرَةِ الْجَبَابِرَةِ فِي الْمُسْلِمِينَ

(اصل الشیعہ واصولہا صفحہ ۱۱۵ تذکرہ صرف القوم الخلافۃ عن علی مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ: جب دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق نے کلمہ توحید کی نشر و اشاعت میں اور لشکروں کی تیاری میں پوری پوری کوشش کی اور انہوں نے اپنی ذات کو کسی معاملے میں ترجیح نہ دی اور نہ ہی کسی پر زیادتی کی تو حضرت علی نے ان سے مصالحت کرتے ہوئے ان کی بیعت کر لی اور اپنے حق سے چشم پوشی کی کیوں کہ اس میں اسلام کے متفرق ہونے سے حفاظت تھی۔ تاکہ لوگ پہلی جہالت کی طرف نہ لوٹ جائیں اور باقی شیعہ کمزوری کی وجہ سے آپ کے زیرِ دست رہے اور آپ کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے رہے اور شیعہ اور ان کے مذہب کے لیے ان ایام میں ظہور کی مجال نہیں تھی کیوں کہ اسلام مضبوط طریقے پر چل رہا تھا یہاں تک حق باطل سے اور ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی تھی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کیا اور معرکہ صفین میں ان سے جنگ کی تو اس وقت جتنے صحابہ کرام موجود تھے انہوں نے حضرت علی

کا ساتھ دیا حتیٰ کہ حضرت علی کے جھنڈے کے نیچے اکثر صحابہ کرام شہید ہوئے اور آپ کے ساتھ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے اسی وہی صحابہ تھے جو کل کے کل بدری تھے مثل عمار یاسر اور حضرت خزیمہ جن کی شہادت دو شہادتوں کے برابر تھی اور ایوب انصاری اور اسی مدینے کے اور صحابہ اور پھر جب حضرت علی شہید ہوئے اور امر خلافت امیر معاویہ کی طرف لوٹا تو اس کے ساتھ خلفاء راشدین کا دور ختم ہوا اور امیر معاویہ نے مسلمانوں میں جابرین کی سیرت کو اپنایا۔

مذکورہ عبارت سے مندرجہ ذیل امور صراحتاً ثابت ہوئے :

۱ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصود خلافت حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ کلمہ توحید کی نشر اور لشکروں کی تیاری کے ساتھ فتوحات میں توسیع دینا تھا۔ اسی لیے جب نے دیکھا کہ جو اسلام کے مقاصد تھے وہ سب کے سب شیخین نے پورے کر دیے تو حضرت علی نے رضامندی کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان کی بیعت کر لی۔

۲ - شیخین کے زمانہ میں شیعہ اور ان کے مذہب کا اس لیے ظہور نہیں ہوا کہ اسلام صحیح اور مضبوط طریقے پر چل رہا تھا یہاں تک کہ حق باطل سے اور ہدایت گمراہی سے جدا ہو چکی تھی۔

۳ - جنگ صفین کے زمانہ تک بدری صحابی موجود تھے جو اسی کی تعداد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوئے۔

۴ - خلفاء ثلاثہ، خلفاء راشدین تھے نہ کہ ظالم فاسق اور فاجر۔

۵ - نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام کے ارتداد کا مسئلہ (معاذ اللہ) حضرات کا خود ساختہ ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک بدری

موجود رہے جو کہ قطعی جنتی تھے اور جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

الحاصل :

مذکورہ امور نے واضح کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس قسم کے افسانے جو گھڑے گئے کہ ان کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچے ہوئے لوگ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور جان سے مار دینے کی دھمکی دی تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زاری کرتے ہوئے ندا دی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یعنی اے میرے بھائی لوگوں نے مجھے کمزور کر دیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں۔ یہ فریاد کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور اسی قسم کے اور بہت سے افسانے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مظلومیت پر شیعہ حضرات نے گھڑے ہیں وہ سب کے سب باطل ہوئے کیوں کہ مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا ہے کہ نہ حضرت علی خلافت کے طالب تھے اور نہ ہی آپ کو خلافت سے رغبت تھی بلکہ آپ کا مقصد اسلام کی بلندی اور اس کی مضبوطی تھی۔ جب شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس مقصد کو پورا کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی اور رضامندی کے ساتھ یکے بعد دیگرے شیخین کی بیعت کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کریمین کے دورِ خلافت میں کبھی ان کی مخالفت نہیں کی بلکہ ان کے مشیر اور وزیر اور قاضی رہے جیسا کہ نہج البلاغہ اور تاریخ یعقوبی میں موجود ہے۔ اور دوسرا اس عبارت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ شیعہ حضرات کا یہ الزام بھی سراسر غلط اور باطل ہے کہ شیخین کے دورِ خلافت میں ظلم و تشدد جاری رہا کیوں کہ مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا کہ شیخین کے زمانے میں طریق مستقیم پر چلنے کی وجہ سے اسلام عروج پر رہا ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات

کا یہ عقیدہ بھی سراسر غلط اور باطل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سب صحابی مرتد ہو گئے سوائے چار کے کیوں کہ مذکورہ عبارت میں موجود ہے کہ جلیل القدر صحابہ کرام اور وہ بدری صحابہ کرام کہ جن کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی پیشگوئی فرمائی وہ سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے تو جن صحابہ کرام کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے وہ مرتد کیسے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا زمانہ صفین تک یہ لوگ موجود تھے کہ جن سے ارتداد ناممکن و محال ہے اور اس کے علاوہ شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ بھی باطل ہوا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ ظالم اور غاصب تھے کیوں کہ مذکورہ عبارت نے واضح کر دیا کہ وہ غاصب ظالم اور فاسق نہیں تھے بلکہ وہ خلفاء راشدین تھے۔ اسی لیے اسی کتاب کے صفحہ ۱۱ پر یوں مذکور ہے۔

اعنی یوم خلافۃ معاویۃ ویزید انفصلت السلطۃ الدنیۃ عن الدینیۃ و کانت مجتمعۃ فی الخلفاء الاولین۔

ترجمہ: یزید اور امیر معاویہ کے خلافت کے ایام میں بادشاہت اور حکومت دین سے جدا ہو چکی تھی حالاں کہ پہلے خلفاء کے زمانہ میں دین اور حکومت یکجا جمع رہے۔

۔ جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ، دین دار اور پکے اور سچے مومن تھے جس کی بنا پر ان کی حکومت اسلام کے عین مطابق رہی اسی لیے ان کو خلفائے راشدین کہا جاتا ہے جیسا کہ شیعی کاشفی نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے خلفاء ثلاثہ کے دور کو خلفائے راشدین کا دور کہا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل دہم

فرمانِ علی رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے لیے بہترین شخص کا انتخاب فرمایا؛

تلخیص الشافی؛

اِنَّ فِی الْخَبَرِ الْمَرْوِیِّ عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قِیْلَ لَہٗ اَلَا تُوْصِیْ فَقَالَ مَا اَوْصٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُوْصِیْ وَلٰکِنْ اِنْ اَرَادَ اللّٰہُ بِالنَّاسِ خَیْرًا اِسْتَجْمَعَھُمْ عَلٰی خَیْرِھِمْ کَمَا جَمَعَھُمْ بَعْدَ نَبِیِّھِمْ عَلٰی خَیْرِھِمْ فَتَضَمَّنَ لِمَا یَکَادُ یُعْلَمُ بُطْلَانُہٗ ضَرُوْرَۃً لِاَنَّ فِیْہِ التَّصْرِیْحُ الْقَوِیُّ بِفَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ خَیْرٌ مِّنْہُ وَالظَّاھِرُ مِنْ اَحْوَالِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالْمَشْھُوْرُ مِنْ اَقْوَالِہٖ وَ اَحْوَالِہٖ جُمْلَۃً وَتَفْصِیْلًا یَقْتَضِیْ اِنَّہٗ کَانَ یُقَدِّمُ نَفْسَہٗ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَغَیْرِہٖ

(تلخیص الشافی تالیف شیخ الطائفہ ابی جعفر طوسی جلد دوم ص ۲۳۶ دلیل آخر علی امامتہ علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ: امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی؟ کہ میں وصیت کروں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو ان کو ان میں سے بہترین شخص پر جمع کرے گا جیسا کہ اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں بہترین شخص پر جمع کیا۔ یہ اس چیز کو متضمن ہے کہ قریب ہے کہ اس کا بطلان بداہۃً معلوم ہو جائے کیوں کہ اس میں ابوبکر صدیق کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تصریح قوی ہے اور یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی سے بہتر ہیں۔ لیکن امیرالمؤمنین کے احوال اور ان کے اقوال و احوال سے اجمالاً اور تفصیلاً جو ظاہر اور مشہور ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ پر مقدم جانتے ہیں۔

الحاصل:

مذکورہ عبارت سے دو اہم مسائل ثابت ہوئے۔

۱: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو وصی نہیں بنایا۔

۲: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت کے سب سے بہترین شخص کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا جیسا کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امت کے بہترین شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے منتخب فرمایا۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اجماعِ امت نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا مگر حقیقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ہی خلیفہ منتخب فرمایا کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ شیعہ حضرات کا میرے لیے وصی رسول ہونے

کا مسئلہ گھڑ لینا سراسر غلط اور مجھ پر بہتان ہے کیوں کہ حق یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو وصی نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے سب سے بہترین شخص کا انتخاب فرمایا اور اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہترین امت نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ پر نہ بیعت کرتے اور نہ ہی ان کو اپنی نمازوں کے لیے امام بناتے۔

تنبیہہ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس صریح حدیث کے بعد طوسی کی ہٹ دھرمی اور غلط تاویلیں بے معنی ہیں، کیوں کہ طوسی کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث باطل ہے اس کے بے معنی ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب کہ اپنے بعد خلیفہ کے سب سے افضل ہونے کے لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دی تو اگر مشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی کے مطابق یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل اور خلیفہ برحق ہیں تو صدیق اکبر کے تمام امت سے افضل اور خلیفہ برحق ہونے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے اور اسکے علاوہ طوسی کا حضرت علی کے فرمان کو باطل کرنے کیلئے اپنی طرف سے بلا دلیل قطعی کے یہ کہہ دینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو کیسے باطل کیا جا سکتا ہے جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ مجھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا محبوب ہیں اور مردوں میں ان کے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

(تاریخ روضۃ الصفاص ۲۸۰ جلد دوم ذکر احوال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نولکشور، طبع قدیم)

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل یازدہم

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے بعد خلیفہ اور جنتی ہونے کی پیشین گوئی فرمائی۔

تلخیص الشافی:

رُوِیَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ عِنْدَ اِقْبَالِ اَبِیْ بَكْرٍ اَنْ یُّبَشِّرَهٗ بِالْجَنَّةِ وَ بِالْخِلَافَةِ بَعْدَهٗ وَ اَنْ یُّبَشِّرَ عُمَرَ بِالْجَنَّةِ وَ بِالْخِلَافَةِ بَعْدَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ رُوِیَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَكَلَّمَتْهُ فِیْ شَیْءٍ فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ رَجَعْتُ فَلَمْ اَجِدْكَ (تَعْنِی الْمَوْتَ) قَالَ اِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِیْ فَاْتِ اَبَا بَكْرٍ۔

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۳۹ فصل فی ابطال قول من خالف فی امامۃ امیر المؤمنین بعد النبی علیہما السلام بلا فصل مطبوعہ قم، طبع جدید)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مجلس میں آنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ انہیں،

(ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو جنت اور میرے بعد خلافت کی خوشخبری سنا دو اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت دو اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں ایک عورت آئی اور کسی معاملہ میں آپ سے بات چیت کی۔ حضور نے اسے حکم دیا کہ پھر میرے پاس آنا۔ عورت نے عرض کی کہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ (یعنی اس وقت تک اگر آپ وصال کر جائیں تو پھر کیا کروں؟) آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا (اور ان سے اپنا مسئلہ حل کروا لینا)

الحاصل:

مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ برحق ہیں اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرا یہ جنتی بھی ہیں اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ عورت کو اسی لیے اپنے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت فرمائی کیوں کہ آپ من جانب اللہ جانتے تھے کہ میرے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے

تنبیہ :۔ طوسی شیعی کی بے معنی قلق :

مذکورہ دونوں حدیثوں پر شیعی طوسی نے جو جرح کی ہے وہ حقیقت سے بے تعلق بے معنی اور لغو ہے کیوں کہ اس نے آگے چل کر مذکورہ حدیثوں پر یوں جرح کی ہے کہ یہ اخبار احاد ہیں ان سے خلافت ثابت نہیں ہوتی اور دوسری جرح یوں کی پہلی حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک ہیں جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل چھپانے میں مشہور ہیں اور اس کے

علاوہ یہ کہ وہ عادل نہیں ہیں۔ اور تیسری جرح یوں کی کہ دوسری حدیث کے الفاظ میں کچھ اپنی طرف سے مداخلت کی گئی ہے کیوں کہ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَاْتِ اَبَا بَکْرٍ کا یہ معنی کرنا کہ اگر تو آئے اور میں وصال کر جاؤں تو تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا تو یہ زیادتی علی الارشاد ہے کیوں کہ حدیث کا معنی یہ ہے ؛

مَتٰی لَمْ تَجِدْہُ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ کَانَ فِیْہِ اَنْ تَلْقٰی اَبَا بَکْرٍ لِتُصِیْبَ مِنْہُ حَاجَتَہَا لِاَنَّہٗ کَانَ تَقَدَّمَ اِلَیْہِ فِیْ مَعْنَاہَا بِمَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ ۔

ترجمہ ؛ جب کہ نہ پائے وہ عورت آپ کو اس جگہ کہ جس جگہ آپ تشریف فرما تھے تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملے تاکہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر سکے کیوں کہ جس حاجت میں وہ عورت تھی اس کے پورا کرنے میں ابوبکر صدیق، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔

پہلی جرح کا جواب ؛

طوسی کا یہ کہنا کہ خبر احاد سے خلافت ثابت نہیں ہوتی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ طوسی نے بھی مانا اس خبر واحد میں زمانۂ ماضی کی حکایت نہیں کی گئی بلکہ زمانۂ آئندہ میں پیش گوئی دی گئی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پیش گوئی پوری بھی ہوئی کہ نہیں اور جب یہ بات مسلم ہے کہ یہ پیش گوئی اسی طرح پوری ہوئی جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو پھر اس پیشین گوئی کے حق کے سچ ہونے میں کیا شک رہا ؟ اور اب اس پر واویلا کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا یہ طوسی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بن جانے سے معزول کر سکتا ہے یا اپنے دل کی قلق کو پورا کر سکتا ہے بایں قلق طوسی اور طوسی چیلے چانٹوں کو قیامت تک رہے گی۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق بن گئے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی

زبانی ہے۔

دوسری جرح کا جواب :

طوسی کا یہ کہنا کہ انس بن مالک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو چھپانے میں مشہور تھے اور دوسرا ان کی عدالت بھی ساقط تھی یعنی یہ کہ وہ عادل نہیں تھے ۔ طوسی کی یہ قلق بھی طوسی اور طوسی کے پیروکاروں تک محدود ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ قرآن نے فرمایا ہے کہ :

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ	ہم نے صحابہ کرام کے دلوں سے حسد وبغض کو کھینچ لیا ۔

کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بدری ہیں اور بدریوں کے بارے میں اس سے پہلے کئی دفعہ کتب شیعہ کے حوالے سے میں تحریر کر چکا ہوں کہ وہ سب جنتی ہیں اور جنتیوں کے سینوں سے اللہ تعالیٰ نے حسد وبغض اور کینہ کو نکال دیا ہے جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق حسد و بغض نہیں ہو سکتا کہ آپ ان کے فضائل چھپاتے رہے ۔ اور دوسرا اس حدیث میں جبکہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کی بات ہی نہیں ہو رہی تو پھر آپ کے فضائل کو چھپانے کا کیا معنیٰ ؟

اور اس کے علاوہ طوسی کا یہ کہنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ عادل نہیں ہیں ۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام پر ایک بہتانِ عظیم ہے اور پھر طوسی کہ جس کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام معاذ اللہ مرتد ہو گئے تو ایسے بدعقیدہ آدمی کے کہنے سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عدالت کیسے ساقط ہو سکتی ہے جبکہ اسماء الرجال کی بہت بڑی معتبر کتاب تہذیب التہذیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق یوں لکھا ہے :

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یوں دعا کی ،

اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَ وَلَدَهُ وَ اَدْخِلْهُ فِی الْجَنَّةِ قَالَ لِاَنَسٍ شَهِدْتَ بَدْرًا قَالَ لَا اُمَّ لَكَ وَ اَيْنَ اَغِيْبُ عَنْ بَدْرٍ ..... قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنِ ابْنِ اُمِّ سُلَيْمٍ ..... فَقَامَ اَنَسٌ فَتَوَضَّاَ وَ خَرَجَ اِلَى الْبَرِيَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ عَادَ فَرَاَيْتُ السَّحَابَ يَلْتَئِمُ قَالَ ثُمَّ مُطِرَتْ حَتّٰى مَلَئَتْ كُلَّ شَیْءٍ ۔

(تہذیب التہذیب جلد اوّل صفحہ ۳۷۷، تذکرہ انس بن مالک)

اے اللہ انس بن مالک کے مال اور اولاد کو زیادہ کر دے اور اس کو جنت میں داخل کر دے ...... انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ بدر کی لڑائی میں شامل ہوئے۔ آپ نے فرمایا تیری ماں گم ہو میں بدر میں کہاں غائب ہوا تھا (یعنی میں بدر میں موجود تھا)۔۔
.... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی آدمی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا ...
..... (قحط سالی کے زمانہ میں جب لوگوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خشک سالی کی شکایت کی)، تو آپ نے وضو فرمایا اور جنگل میں تشریف لے آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بادل کو جمع ہوتے دیکھا اور خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ ہر شے سیراب ہو گئی۔

ناظرین کرام ذرا غور فرمائیں کہ جس آدمی کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں

داخل ہونے کی دعا فرمائیں اور پھر وہ بدری بھی ہیں کہ جنت واجب ہے جن پر، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھنے والا ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالیہ میں دُعا کرے تو آسمان پر فوراً بادل جمع ہوں اور زمین کو سیراب کر دیں تو ایسے آدمی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ عادل نہیں ہے یہ چاند پر تھوکنے کی مانند ہے اور اسی مقام میں تہذیب التہذیب میں یہاں تک موجود ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن فرمایا کہ:

ذَهَبَ الْيَوْمَ نِصْفُ الْعِلْمِ — آج کے دن آدھا علم دنیا سے روانہ ہو گیا۔

تو جس آدمی سے امت کو نصف علم ملا ہے اگر وہی معاذ اللہ حاسد اور کینہ ور ہو اور غیر عادل ہو تو پھر اس کے وصال سے علم کے اٹھ جانے کا کیا معنیٰ؟

اللہ تعالیٰ ان شیعوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے

تیسری جرح کا جواب:

طوسی شیعی نے جو یہ جرح کی ہے کہ اِنْ لَمْ تَجِدْنِیْ کا معنیٰ جو وفات لیا گیا ہے اور اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ثابت کیا گیا ہے یہ صحیح نہیں کیوں کہ اس کا معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تو اس جگہ مجھے نہ پائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنا بے معنیٰ ہے طوسی کی عقل پر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی مبارک کے آخری دن پیر وار کا ہے تو پھر اس سے وفات کے علاوہ دوسری تاویل کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ طوسی یہ بات بھی تسلیم کر رہا ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس عورت کی حاجت روائی کے لیے سب سے زیادہ آپ کے قریب تھے تو پھر یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے

یہ معلوم کرتے ہوئے کہ میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ لہٰذا میرے بعد مسائل کا حل ان کے ذمہ ہوگا۔ اس لیے آپ نے اس عورت کو فرمایا کہ اگر تیرے آنے تک میں رحلت کر جاؤں تو تُو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ جرح میں طوسی شیعہ کی صرف اور صرف بغضِ صحابہ کرام کی وجہ سے ہے، ورنہ حقیقتِ امر یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے پیشین گوئی فرمائی یا حکم دیا من و عن اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کر دیا جس سے صاف ثابت ہوا کہ شیخین خلیفہ برحق اور جنتی ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل ہیں۔

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل دوازدہم

خلافتِ حقہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ تک پورا ہوا۔

مروج الذہب:

وَوَجَدْتُ فِیْ بَعْضِ کُتُبِ التَّوَارِیْخِ فِیْ اَخْبَارِ الْحَسَنِ وَمُعَاوِیَةَ اَنَّ بِخِلَافَةِ الْحَسَنِ صَحَّ الْخَبْرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً لِاَنَّ اَبَا بَکْرِ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَقَلَّدَهَا سَنَتَیْنِ وَ ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ وَ ثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَشَرَ سِنِیْنَ وَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ وَ اَرْبَعَ لَیَالٍ

وَعُثْمَانُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِحْدٰی عَشْرَۃَ سَنَۃً وَ اَحَدَ عَشَرَ شَھْرًا وَ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ یَوْمًا وَعَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَرْبَعَ سِنِیْنَ وَ سَبْعَۃَ اَشْھُرٍ اِلَّا یَوْمًا وَالْحَسَنُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ثَمَانِیَۃَ اَشْھُرٍ وَّ عَشَرَۃَ اَیَّامٍ فَذٰلِکَ ثَلَاثُوْنَ سَنَۃً۔

(مروج الذہب لمسعودی شیعی جلد دوم صفحہ ۴۲۹ ذکر خلافت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

تاریخ کی بعض تحریروں میں امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے حالات میں میں نے یہ بات دیکھی ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی"، کیوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین ماہ اور آٹھ دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ ماہ اور چار راتیں، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے گیارہ سال گیارہ ماہ اور تیرہ دن، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چار سال ایک دن کم سات ماہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ اور دس دن خلافت کی۔ یہ کل مدت تیس سال ہوئی۔

الحاصل:

مذکورہ عبارت میں شیعی مؤرخ علامہ مسعودی نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ پر اس خبر صحیح کو بطور دلیل پیش کیا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد تیس سال خلافتِ حقہ ہوگی تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت تک

ہی تیس سال پورے ہوتے ہیں تو اس سے دو چیزیں واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں :

۱ : یہ تیس سال خلافت حقہ کی روایت شیعہ مورخ کے نزدیک صحیح ہے ۔

۲ : اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خلافت حقہ نہ مانا جائے تو حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کا زمانۂ خلافت تو صرف پانچ سال تین ماہ اور دس دن ہی بنتا ہے اور خبر صحیح میں زمانہ خلافت کا عرصہ کل تیس سال مذکور ہے جس میں سے اگر پانچ سال تین ماہ اور دس دن کی خلافت کو خلافت حقہ مانا جائے تو لامحالہ باقی پونے پچیس برس کی خلافت کو خلافتِ حقہ ماننا پڑے گا (کیوں کہ حدیث میں اس بات کی تصریح ہرگز نہیں کہ پانچ سال تو خلافتِ حقہ ہو گی اور باقی پچیس سال خلافت غاصبانہ ہو گی) اور شیعہ مورّخ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے ۔ پونے پچیس برس کا عرصہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا زمانہ تھا ۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت حضرت علی اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرح خلافتِ حقہ تھی اور اس کو خلافتِ غاصبانہ کہنا شیعہ حضرات کی اپنی اختراع ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل سیزدہم

فرق الشیعہ :

ذَكَرُوْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ اَمَرَهٗ فِيْ لَيْلَةِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا بِالصَّلٰوةِ بِاَصْحَابِهٖ فَجَعَلُوْا ذٰلِكَ الدَّلِيْلَ عَلٰى اِسْتِحْقَاقِهٖ اِيَّاهُ

وَقَالُوْا رَضِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ لِاَمْرِ دِيْنِنَا وَرَضِيْنَا لِاَمْرِ دُنْيَانَا وَاَوْجَبُوْا الْخِلَافَةَ بِذٰلِكَ...... اِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ الْاِمَامَةُ لَا تَصْلَحُ اِلَّا فِیْ قُرَيْشٍ فَرَجَعَتْ فِرْقَةُ الْاَنْصَارِ وَمَنْ تَابَعَهُمْ اِلٰى اَمْرِ اَبِیْ بَكْرٍ غَيْرَ نَفَرٍ يَسِيْرٍ......... فَصَارَ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ السَّوَادُ الْاَعْظَمُ وَالْجُمْهُوْرُ الْاَكْثَرُ فَلَبِثُوْا مَعَهٗ وَمَعَ عُمَرَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلَيْهِمَا رَاضِيْنَ بِهِمَا۔

(فرق الشیعۃ مصنفہ ابی محمد الحسن شیعی ص ۳ تا ۴ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کی بیعت کی۔ انھوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کے مستحق ہونے پر یہ دلیل پیش کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس رات کو امامت کا حکم دیا جس رات آپ کا وصال ہوا۔ اور انھوں نے کہا جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہمارے امورِ دین کے لیے راضی ہوئے اور ہم راضی ہوئے اپنے امور دنیا کے لیے ہم نے اسی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو واجب سمجھا...
..... (اس کے بعد نوبختی صاحب کتاب نے یوں لکھا ہے کہ مہاجرین و انصار

میں جب خلافت کے بارے اختلاف ہوا تو مہاجرین نے یہ بات کہی) کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام و خلیفہ قریش سے ہوں گے اور بعض نے کہا کہ امامت سوائے قریش کے ہو ہی نہیں سکتی۔ تو انصار اور ان کے متبعین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف مراجعت فرمائی سوائے چند آدمیوں کے۔۔ ۔۔۔۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سوادِ اعظم (بڑی جماعت) اور جمہور اور اکثریت وابستہ ہو گئی اور ان تمام نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے رضامند ہونے پر اجماع کر لیا۔

بلحم فکریہ

علامہ نوبختی نے اپنی اس عبارت میں اس مسئلہ کو واضح کر دیا کہ سوادِ اعظم اور جمہور صحابہ کرام نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ منتخب کر لیا تو انہوں نے آپ کی خلافت پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دلیل بنایا ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ امامت کو اپنے آخری وقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا ہے تو ہم پر ضروری ہے کہ ہم مسئلہ خلافت کو بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کو واجب قرار دیا تو اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ (یعنی تم پر اکثر کا ساتھ دینا ضروری ہے) اور اس بات کو شیعہ مورخ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سوادِ اعظم (اکثریت) نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خلافتِ حقہ سمجھا ہے۔

لہٰذا اس کے بعد کسی کو بھی حق حاصل نہیں کہ وہ آپ کی خلافت کو خلافتِ حقہ نہ سمجھے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی بیعت کرتے ہوئے سوادِ اعظم کی مخالفت نہیں کی اب جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے حقیقت میں فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل علی رضی اللہ عنہ کا منکر ہے اور گستاخ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے گستاخوں اور ہٹ دھرموں سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

خلفاء راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل چہاردھم

خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو برحق نہ سمجھنے والا حضرت علی کے نزدیک لعنتی ہے

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ لَمْ یَقُلْ اِنِّیْ رَابِعُ الْخُلَفَآءِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللهِ۔

(مناقب علامہ ابن شہر آشوب جلد سوم ص ۶۳)

ترجمہ: حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو مجھے "رابع الخلفاء" نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

(مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم ص ۲۰۷ مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس کراچی)

وضاحت:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اس کلام میں صاف صاف فیصلہ فرمایا کہ میں چوتھے نمبر پر خلیفہ ہوں اور جس کو یہ عقیدہ درست معلوم نہ ہو اس پر اللہ کی پھٹکار تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہمیں دو باتیں حاصل ہوئیں۔

۱۔ آپ کو "خلیفہ بلافصل" کہنا باطل ہے اور ایسا کہنے والے پر لعنت ہے۔

۲۔ آپ خلفائے اربعہ میں سے چوتھے نمبر پر خلیفہ ہیں اور یہی عقیدہ ضروری بھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس کلام پر عمل کرنا اور اسے درست تسلیم کرنا اس وقت تک محال ہوگا جب تک "خلیفہ بلافصل" حضرت ابوبکر صدیق کو نہ مانا جائے دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب اور تیسرے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو تسلیم نہ کرلیا جائے۔ ان تینوں کے بعد حضرت علی کی خلافت کو مانا جائے ورنہ اس کے بغیر "اللہ کی لعنت" سے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ بچنا محال ہو جائے گا۔

سوال :

"مناقب ابن شہر آشوب" کے مذکورہ حوالہ سے "رابع الخلفاء" کا مطلب وہ نہیں جو تم ...
یہ کہ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب اور عثمان غنی کے بعد چوتھے خلیفہ حضرت علی ہیں۔ نہیں بلکہ اس ...
یہ ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت آدم تھے "انی جاعل فی الارض خلیفہ" ان کے بارے ...
آیا ہے اور دوسرا خلیفہ "یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض" کے ...
حضرت داؤد علیہ السلام ہوئے اور "یا ہارون اخلفنی فی قومی" کے الفاظ سے ...
خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر کیا گیا۔ ان تینوں کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ چوتھے خلیفہ
قرار پائے لہٰذا آپ کا چوتھے نمبر پر ہونا اس طرح ہے جس طرح ہم نے ابھی ثابت کیا۔ تمہاری
ترتیب کے مطابق نہیں۔

جواب :

یاد رہے کہ شیعہ سُنی کا اختلاف "خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے بارے میں ہے نہ کہ "خلیفۃ
اللہ" کے متعلق۔ کیوں کہ اگر مراد "خلیفۃ اللہ" ہو تو خلیفۃ اللہ کا منصب پیغمبروں کو ہی ملا اسی طرح ...
علی کا نبی ہونا لازم آتا ہے حالاں کہ خود امام باقر رضی اللہ عنہ کی تحریر سے حضرت علی کو نبی ماننے ...
پر لعنت آئی ہے۔ ملاحظہ ہو رجال کشی کی عبارت :

حدیث : رجال کشی

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ قَالَ اِنَّا نَبِیَاءُ فَعَلَیْہِ
لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَمَنْ شَکَّ فِیْ ذَالِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔

(رجال کشی ص ۲۵۵ مطبوعہ کربلا، تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ : حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص ہمیں نبی کہے اس پر اللہ کی لعنت اور

جو اس میں شک لائے وہ بھی اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔

خلاصۂ جواب :

اگر آپ حضرت علی کے قول "رابع الخلفاء" اور امام باقر کے ارشاد "علیہ لعنۃ اللہ" کے مضمون کو سامنے رکھیں تو پھر شیعہ حضرات کو لعنت سے بچنے کی ایک صورت نظر آئے گی وہ یہ کہ شیعیت چھوڑیں، سنیت اختیار کرلیں۔ اگر "چوتھا خلیفۃ الرسول" نہیں مانتے تو حضرت علی کی زبان سے لعنت اور اگر "خلیفۃ اللہ" میں شامل کر کے چوتھا مانیں تو امام باقر کے نزدیک لعنتی ٹھہرے ؎

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

لطیفہ :

شیعہ لوگوں کی بیوقوفی کی بھی حد نہیں۔ جن حضراتِ انبیاء کا "خلیفۃ اللہ" ہونا قرآن سے پیش کیا۔ ان کے تو اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ صراحت کے ساتھ اسماء گرامی ذکر فرمائے لیکن جس شخصیت کو ان انبیاء کے بعد اللہ نے اپنا چوتھا خلیفہ مقرر فرمایا ان کا پورے قرآن مجید میں نام تک نہیں۔ اگر واقعی ایسا تھا تو کسی نہ کسی مقام پر اس قسم کے الفاظ تو ضرور ہوتے، "یَا عَلِیُّ اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَۃً" بَعْدَ رَسُوْلِنَا مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) بِلَا فَصْلٍ
عجیب بات ہے کہ قرآن بھی امت کی رشد و ہدایت اور نظام حکومت کے لیے اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا لیکن "خلیفہ رسول" کا اس میں نام تک ذکر نہ فرمایا اور پھر دعویٰ یہ بھی کہ حضرت علی کی خلافت "منصوص من اللہ" ہے۔

اگر کوئی شیعہ پورے قرآن پاک میں سے ایک آیت ایسی دکھا دے جس میں بطور نص اللہ نے حضرت علی کی "خلافت بلافصل" کا ذکر کیا ہے تو منہ مانگا انعام پائے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ۔

خلفاءِ راشدین کی خلافتِ حقّہ پر دلیل پانزدھم

درہ نجفیہ | فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْمَرَضُ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَ قَدِ اخْتُلِفَ فِيْ صَلٰوتِهِ بِهِمْ فَالشِّيْعَةُ تَزْعَمُ اَنَّهٗ لَمْ يُصَلِّ بِهِمْ اِلَّا صَلٰوةً وَّاحِدَةً وَ هِيَ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا يَتَهَادٰى بَيْنَ عَلِيٍّ وَ الْفَضْلِ فَقَامَ فِي الْمِحْرَابِ مَقَامَهٗ وَ تَاَخَّرَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ الصَّحِيْحُ عِنْدِيْ وَ هُوَ الْاَكْثَرُ الْاَشْهَرُ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ اٰخِرَ الصَّلٰوةِ فِيْ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بِالنَّاسِ جَمَاعَةً وَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ صَلّٰى بِالنَّاسِ بَعْدَ ذٰلِكَ يَوْمَيْنِ ثُمَّ مَاتَ ۔ (درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۲۲۵)

ترجمہ: جب آپ کا مرض بہت شدت اختیار کر گیا تو آپ نے صدیق اکبر کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس میں اختلاف کیا گیا کہ ابوبکرؓ نے لوگوں کو کتنی نمازیں پڑھائیں۔

شیعہ حضرات کا گمان ہے کہ صرف ایک نماز پڑھائی اور یہ وہی نماز تھی جس کی ادائیگی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور فضل بن عباس کے سہارے مسجد میں جلوہ فرما ہوئے تھے۔ آپ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور ابوبکر وہاں سے پیچھے ہٹ آئے۔ میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی مشہور اور اکثر کا قول ہے کہ یہ نماز جو آپ نے پڑھائی آپ کی حیات مقدسہ کی آخری نماز نہ تھی۔ ابوبکر صدیق نے اس کے بعد دو دن متواتر نمازیں پڑھائیں۔

دو دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔

توضیح :

"درہ نجفیہ" کی اس عبارت نے واضح کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

کتب شیعہ میں اہمیت نماز

نماز ایک ایسا اہم رکن دین ہے جس کے ترک پر خود شیعہ کتب میں بڑی بڑی وعیدیں آئی ہیں۔

وعید اول

بے نماز کی ایک لقمہ سے مدد کرنیوالا ایسا ہے جیسے نبی علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے ستر انبیاء کا قاتل ہے

جامع الاخبار: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعَانَ عَلٰى تَارِكِ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ أَوْ كِسْوَةٍ كَأَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا أَوَّلُهُمْ آدَمُ وَ آخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص ۲۰۰ فصل نمبر ۳۵)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی تارک نماز کی ایک لقمہ یا لباس کی شکل میں مدد کی۔ گویا اس نے ستر پیغمبروں کو شہید کیا جن میں پہلے آدم اور آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وعید دوم

تارک الصلوۃ کتے اور خنزیر سے برا ہے لہذا اسے غسل، کفن نہ دینا چاہیے اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے

جامع الاخبار: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ ثَلَاثَةً

أَيَّامٍ فَإِذَا مَاتَ لَا يُغَسَّلُ وَ لَا يُكَفَّنُ وَ لَا يُدْفَنُ فِي قُبُورِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُولُ الْكَلْبُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي كَلْبًا وَ لَمْ يَخْلُقْنِي خِنْزِيْرًا وَ يَقُولُ الْخِنْزِيْرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي خِنْزِيْرًا وَ لَمْ يَخْلُقْنِي كَافِرًا وَ يَقُولُ الْكَافِرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي كَافِرًا وَ لَمْ يَجْعَلْنِي مُنَافِقًا وَ الْمُنَافِقُ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَنِي مُنَافِقًا وَ لَمْ يَجْعَلْنِي تَارِكَ الصَّلٰوةِ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۴، الفصل الخامس والثلاثون فی فضائل صلوٰۃ اللیل)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تین دن کی نماز نہ پڑھی اور مر گیا تو اسے نہ غسل دیا جائے اور نہ کفن اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفنایا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتا اپنے کتے پیدا ہونے پر اللہ کا شکر کرتا ہے اور کہتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے خنزیر نہیں بنایا۔ خنزیر شکر کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے خنزیر بنایا کافر نہیں۔ کافر شکر ادا کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے کافر بنایا منافق نہیں۔ اور منافق شکر کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے منافق بنایا بے نماز نہیں بنایا۔

وعید سوم بے نماز کے چہرے کو دیکھ کر خوش ہونیوالا ستر انبیاء کے قتل کرنے اور حقیقی ماں سے ستر دفعہ زنا کرنے والے سے زیادہ برا ہے:

انوارِ نعمانیہ وَ قَدْ وَرَدَ فِي الْأَخْبَارِ أَنَّ مَنْ تَبَسَّمَ فِي وَجْهِ تَارِكِ الصَّلٰوةِ فَكَأَنَّمَا هَدَمَ الْبَيْتَ الْمَعْمُوْرَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَ كَأَنَّمَا قَتَلَ أَلْفَ مَلَكٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ

الْمُقَرَّبِيْنَ وَ الْاَنْبِيَاءِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ وَ لَا حَظَّ فِي الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ وَ مَنْ اَحْرَقَ سَبْعِيْنَ مُصْحَفًا اَوْ قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَ زَنٰى مَعَ اُمِّهٖ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَ افْتَضَّ سَبْعِيْنَ بِكْرًا بِطَرِيْقِ الزِّنَا فَهُوَ اَقْرَبُ اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ مِنْ تَارِكِ الصَّلٰوةِ مُتَعَمِّدًا وَ مَنْ اَعَانَ تَارِكَ الصَّلٰوةِ بِلُقْمَةٍ اَوْ كِسْوَةٍ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا وَمَنْ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا اَوْ تَرَكَهَا حُبِسَ عَلَى الصِّرَاطِ ثَمَانِيْنَ حُقْبًا كُلَّ حُقْبٍ ثَلٰثُمِائَةٍ وَ سِتُّوْنَ يَوْمًا كُلَّ يَوْمٍ كَعُمُرِ الدُّنْيَا فَمَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّيْنَ وَ مَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّيْنَ ۔

(انوار نعمانیہ ص ۲۲۱ طبع قدیم تذکرہ تہدید تارک الصلوٰۃ ، طبع جدید جلد ۲ ص ۲۱۰)

ترجمہ: احادیث میں آیا ہے کہ جو بے نماز کے سامنے ہنسے گویا اس نے ستر مرتبہ بیت المعمور کو گرایا اور گویا اس نے ایک ہزار مقرب فرشتوں اور انبیاء مرسلین کو قتل کیا۔ بے نماز کا نہ ایمان اور نہ ہی اسلام میں اس کا کچھ حصہ ہے۔ جس نے ستر قرآن جلائے، یا ستر پیغمبر قتل کیے اور اپنی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا اور ستر کنواری عورتوں کو زنا سے داغدار کیا تو اتنا بڑا مجرم اللہ کی رحمت سے بہ نسبت بے نماز کے زیادہ قریب ہے۔ جس نے کسی بے نماز کو لقمہ دیا یا کپڑے کے ذریعہ مدد کی تو گویا اس نے ستر پیغمبروں کو شہید کیا اور جس نے نماز کو وقت پر ادا نہ کیا یا بالکل ترک کر دیا۔ پلصراط پر اسے اسی حقبہ قید کیا جائیگا ہر حقبہ ۳۶۰ دن کا اور ہر ایک دن دنیا کی بقدار لمبا ہوگا اور جس نے نماز قائم کی

اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کی عمارت منہدم کر دی۔

دو اہم چیزیں :

مذکورہ روایات سے دو اہم چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تمام کام حتیٰ کہ ماتم بھی چھوڑ کر نماز ادا کرنا چاہیے ورنہ تارک نماز کے لیے جو وعید آئیں ان کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ نماز جب دین کا دار و مدار ہوئی تو اس شان والی بندگی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حضرات صحابہ کرام میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلی پر کھڑے ہو کر اس کی ادائیگی کا حکم دینا گویا "دین محمدی" کا پیشوا ہونا ثابت کرتا ہے۔ "تقیفہ بنی ساعدہ" میں خلافت کے معاملہ میں ابوبکر صدیق کے حق میں اسی لیے اس امامت کو بطور استدلال پیش کیا گیا تو جس شخصیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں امت کا امام بنا دیا۔ ان کی امامت اور خلافت پر ہمیں بھی اتفاق کر لینا چاہیے اور راضی ہو جانا چاہیے۔

غور طلب امر :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امور دینیہ میں " وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ " کے مطابق کبھی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرمایا بلکہ وہ آیت کے مطابق امر الٰہی ہوتا ہے اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کسی کے خوف و لالچ سے اللہ کے حکم کو ہرگز نہ تبدیل کرتا ہے اور نہ ہی اس کو چھپاتا ہے۔ " یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ " اس امر کی شاہد ہے۔ ان دونوں باتوں

کے ذہن نشین ہونے کے بعد اگر کوئی شخص غور کرے تو معلوم ہو گا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اہلبیت اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امامت، کے یے حضور کا منتخب فرمانا نہ کسی خواہش کی تکمیل تھا اور نہ ہی کسی قسم کا خوف و لالچ اس میں کارفرما تھا بلکہ اللہ کا حکم تھا اور اس کے مطابق آپ نے اس پر عملدرآمد فرمایا۔

خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل شش دھم

بقول حضرت علی نبی علیہ السلام نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خود خلیفہ بنایا

عَنِ الْبَاقِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ وَفَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَ النَّاسُ مُجْتَمِعُوْنَ بِصَوْتٍ عَالٍ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ فَقَالَ لَہٗ ابْنُ عَبَّاسٍ یَا اَبَا الْحَسَنِ لِمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ قَالَ قَرَأْتُ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَقَدْ قُلْتَہٗ لِاَمْرٍ قَالَ نَعَمْ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ فِیْ کِتَابِہٖ وَ مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا فَنَشْھَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ اَنَّہٗ اسْتَخْلَفَ اَبَا بَکْرٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ اَوْصٰی اِلَّا اِلَیْکَ قَالَ فَھَلَّا بَایَعْتَنِیْ قَالَ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَکُنْتُ مِنْھُمْ۔

۱- تفسیر صافی جلد دوم سورۃ محمد ص ۵۹۲ مطبوعہ تہران،

۲- تفسیر قمی ص ۶۲۴۔

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں مسجد کے اندر بلند آواز سے "الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم" پڑھا (جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا ان کے نیک اعمال ضائع ہو گئے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے ابو الحسن! جو کچھ آپ نے پڑھا کیوں پڑھا؟ حضرت علی نے فرمایا: میں نے تو قرآن پاک سے یہ آیت پڑھی ہے۔ ابن عباس نے پھر عرض کی۔ آپ نے یقیناً کسی خاص مقصد کے لیے اسے تلاوت فرمایا تو حضرت علی نے فرمایا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ "رسول اللہ" جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لیا کرو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جایا کرو تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے "ابوبکر" کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ ابن عباس نے عرض کی میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف آپ کے "وصی" ہونے کا ہی سُنا ہے تو آپ نے فرمایا (اگر یہی درست تھا) تو تو نے ابوبکر کی بیعت کیوں کی؟ ابن عباس نے جواباً کہا سب لوگ تو ابوبکر کی بیعت پر متفق ہو گئے تھے اس لیے میں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور ابوبکر کی بیعت کر لی۔

دو باتیں:

اس روایت سے ایک بات تو یہ صراحۃً ثابت ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کے بعد اپنا مقصد "فنشھد الخ" سے بیان فرمایا جس میں بطور شہادت حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا ثبوت اور وہ بھی حضور سے ذکر فرمایا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت ابن عباس نے اگرچہ حضرت علی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے "وصی" کے الفاظ سنے تھے لیکن اتفاق واجماع صحابہ کو دیکھتے ہوئے اسے مرجوح قرار دیا اور خلافتِ صدیق کے حق ہونے کی بیعت کی۔

سوال :

تفسیر صافی اور تفسیر قمی کی جو مذکورہ روایت تم نے ذکر کی ہے اس کی پوری عبارت نقل نہ کرکے خیانت سے کام لیا۔ اگر پوری عبارت نقل کرتے تو تمہارے مقصد کی اس میں تردید نظر آتی اس کی پوری عبارت ملاحظہ ہو :

تفسیر قمی | فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَمَا اجْتَمَعَ اَهْلُ الْعِجْلِ عَلَی الْعِجْلِ هٰهُنَا فَتَنْتُمْ وَ مَثَلُکُمْ کَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَکَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۔

ترجمہ : (ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جس طرح اکٹھے ہو گئے بچھڑا پوجنے والے بچھڑے کے ارد گرد تو تم اس وقت فتنہ میں پڑ گئے اور تمہاری کہاوت اس جیسی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب اس کا ارد گرد آگ نے روشن کر دیا۔ اللہ نے ان کی روشنی ختم کر دی اور تہ بہ تہ اندھیروں میں انہیں چھوڑ دیا انہیں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ وہ اندھے، بہرے اور گونگے ہیں۔ پس وہ نہیں لوٹیں گے۔

ثابت ہوا۔ اس عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جناب ابن عباس کو بتانا چاہتے ہیں کہ جس اتفاق و اجتماع کو تو نے قابلِ ترجیح جانا وہ اجتماع تو بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کے اجتماع جیسا تھا جو باطل پر تھا اس لیے تم اس کو ترجیح دے کر فتنہ میں پڑ گئے کیوں کہ جس طرح بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کا اجتماع وقتی تھا اور اس کے بعد وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گمراہی کے اندر بھٹکتے رہے۔ اسی طرح تمہیں بھی وقتی طور پر کچھ تسلی ہو سکتی ہے

اس کے بعد افسوس اور ندامت ہی باقی رہ جائے گی تو ثابت ہوا کہ ان الفاظ کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ابن عباس کے فیصلہ کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے "ابوبکر صدیق" کی خلافت تم نے کیسے حق ہونا سمجھی؟

جواب اول :

"ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا" آیت کریمہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اللہ کا قانون بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس قانون کے تحت میں گواہی دیتا ہوں۔ اس اندازِ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ ہم اس خلافت عطا کیے جانے اور حق ہونے کی شہادت دیتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے قانونِ بالا کے مطابق ہمیں چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اتباع کریں لیکن سوال کے ضمن میں جو عبارت پیش کی گئی وہ حضرت علی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی جس کی ایک وجہ تو صاف بیان ہوئی کہ حضرت علی تو آیتِ کریمہ کی روشنی میں حضور کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھنے کی گواہی دیں اور سوال میں مذکور الفاظ صاف اس کی تردید کریں۔ دوسری وجہ یہ کہ "صم بکم عمی فھم لا یرجعون" اللہ رب العزت نے تو منافقین کے بارے میں نازل فرمائی اور اگر اس سے وہی مراد لی جائے جو تم لے رہے ہو تو تمام صحابہ کرام کا (معاذ اللہ) مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے جو نہ حضرت علی کا عقیدہ تھا اور نہ ہی کسی مقام پر آپ سے کوئی ایسی روایت پائی گئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ الفاظ "صاحب قمی و صافی" کے وضع کردہ ہیں اور ان کے خبث باطن کے مشعر ہیں۔

"صم بکم عمی الخ" کے متعلق خود اسی کور باطن (صاحب قمی) نے اس کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے :

تفسیر قمی	فَاِنَّمَا نُزِلَتْ فِیْ قَوْمِ الْمُنَافِقِیْنَ اَظْهَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ

الْإِسْلَامَ فَكَانُوْا اِذَا رَاَوُا الْكُفَّارَ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ وَاِذَا لَقُوا الْمُؤْمِنِيْنَ قَالُوْا نَحْنُ مُؤْمِنُوْنَ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ لِلْكُفَّارِ اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۔

(تفسیر قمی ص ۳۰)

ترجمہ: صمٌ بکمٌ الخ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسلام کا اظہار کرتے اور جب کفار نظر پڑتے تو انہیں کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب مومنین سے ملاقات ہوتی تو انہیں کہتے ہم مومن ہیں اور کفار کو کہا کرتے تھے کہ ہم واقعی تمہارے ساتھ ہیں، مسلمانوں سے تو ہم مذاق کرتے ہیں۔

اسی طرح "صاحب مجمع البیان" نے بھی اس کا نزول منافقین کے بارے میں لکھا ہے:

نَزَلَتْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ وَهُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ اُبَيِّ سَلُوْل وَجَدُّ ابْنُ قَيْسٍ وَمُعَتَّبُ بْنُ قُشَيْرٍ وَاَصْحَابُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ مِنَ الْيَهُوْدِ ۔

(تفسیر مجمع البیان جزء اوّل جلد اوّل صفحہ ۴۹ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل کی گئی اور وہ منافقین عبد اللہ بن ابی سلول، جد بن قیس، معتب بن قشیر اور ان کے ساتھی تھے جن کی اکثریت یہودی تھی

جواب دوم:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف جو اجماع صحابہ کے رد اور ان کے کفر کو منسوب کیا گیا ہے حاشا ثم حاشا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جو خطبات "نہج البلاغہ" میں درج کیے گئے ان کو ذرا دیکھ لیا ہوتا۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں: فان اجتمعوا علی رجل وسموہ

اما ما کان ذالک علی اللہ رضا ۔ (اگر مہاجرین والانصار متفق طور پر کسی کو امامت و خلافت کے لیے مقرر کریں، تو یہ اللہ کی رضا ہوگی۔ کتنے صاف الفاظ میں اجماع صحابہ کی تعریف اور عند اللہ خوشنودی بیان فرما رہے ہیں اور اس پر مزید یہ کہ جن حضرات کو خلیفہ بنایا گیا ان کے بارے میں بھی آپ نے فرمایا:

ابن میثم | وَلَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَهُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ یَرْحَمُهُمَا اللّٰهُ وَ جَزَاهُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا ۔

(شرح ابن میثم جلد ۴ ص ۲۰۲ طبع جدید زیر مکتوب نمبر ۹)

ترجمہ: مجھے اپنی عمر کی قسم! ان دونوں (ابوبکر صدیق، عمر فاروق) کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے اور ان کی رحلت سے اسلام کو شدید دھچکا لگا۔ اللہ ان پر رحم کرے اور ان کے اعمالِ حسنہ کی انہیں اچھی جزا عطا فرمائے۔

ان دونوں عبارتوں کو بار بار پڑھیں اور "تفسیر قمی، صافی" کے الفاظ بے ہودہ کو بھی سامنے رکھیں پھر انصاف کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا وہ الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے ہو سکتے ہیں؟ ؎

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار!

خلفائے راشدین کی خلافت حقہ پر دلیل ہفدھم

علی مرتضیٰ کا ارشاد:

"میں نے صحابہ ثلاثہ کی بیعت کی اور ان کا وفادار رہا۔

اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قُبِضَ وَ اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِهٖ وَ بِالنَّاسِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ فَبَایَعْتُمْ اَبَا بَكْرٍ وَ عَدَلْتُمْ عَنِّیْ فَبَایَعْتُ اَبَا بَكْرٍ كَمَا بَایَعْتُمُوْهُ وَ كَرِهْتُ اَنْ اَشُقَّ عَصَا الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَنْ اُفَرِّقَ بَیْنَ جَمَاعَتِهِمْ ثُمَّ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ جَعَلَهَا لِعُمَرَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلَی النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ بِالنَّاسِ مِنْ بَعْدِهٖ فَبَایَعْتُ عُمَرَ كَمَا بَایَعْتُمُوْهُ فَوَفَیْتُ لَهٗ بِبَیْعَتِهٖ حَتّٰی لَمَّا قُتِلَ جَعَلَنِیْ سَادِسَ سِتَّةٍ فَدَخَلْتُ حَیْثُ اَدْخَلَنِیْ وَ كَرِهْتُ اَنْ اُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَایَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَایَعْتُهٗ۔

(امالی شیخ طوسی جلد دوم ص ۱۲۱ الجزء الثامن عشر طبع ایران)

ترجمہ: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اٹھا لیے گئے اور میں آپ کے نزدیک اور تمام لوگوں کے نزدیک سب سے بہتر تھا۔ لوگوں نے کہا ہاں سب سے بہتر تھے۔ پھر فرمایا۔ تم نے مجھے چھوڑ کر ابوبکر کی بیعت کر لی تو میں نے تمہاری طرح ان کی بیعت کر لی اور مسلمانوں کی وحدت کو توڑنا اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کرنا میں نے اچھا نہ سمجھا۔ پھر ابوبکر صدیق نے اپنے بعد خلافت حضرت عمر کے سپرد کر دی حالاں کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام لوگوں کے نزدیک میں سب سے بہتر

تھا۔ تو تمہاری طرح میں نے بھی حضرت عمر کی بیعت کر لی اور اپنی بیعت کی پاسداری کرتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر قتل ہو گئے مجھے حضرت عمر نے مجلس مشاورت میں چھٹے درجہ پر رکھا تو میں مجلس میں اسی طرح داخل ہوا جس طرح حضرت عمر نے مجھے داخل کیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت کو توڑنا اور ان کی وحدت اور مضبوطی کو ختم کرنا میں نے بُرا جانا۔ لہٰذا میں نے تمہاری طرح حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔

حاصل کلام:

مذکورہ حدیث سے یہ بات بالکل وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور جو لوگ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے پھر حضرت علی کے بیعت کرنے کا انکار کرتے ہوئے ان کا انکار یا تو از رہ جہالت ہے یا پرلے درجے کا کذب ہے۔

کیوں کہ شیعوں کے صحاح اربعہ کے مصنفین میں سے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقرار کو صاف صاف الفاظ میں نقل کیا ہے وہ یہ کہ حضرت علی نے "جنگِ جمل" کے موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے یوں خطاب فرمایا:

"میں نے ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کی بیعت کی اور پھر ان کی بیعت کی مکمل وفاداری اور پاسداری کی۔ یعنی نہ تو اسے توڑا اور نہ ہی ان کی مخالفت کی کیوں کہ ان کے دورِ خلافت میں میں نے ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں۔"

"تفسیر قمی" کے الفاظ پر ذرا نظر فرمائیں۔

ثُمَّ قَامَ وَ تَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَ حَضَرَ الْمَسْجِدَ وَ صَلّٰى

خَلْفَ اَبِیْ بَکْرٍ (قمی ص ۵۰۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر کے اٹھے اور نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ پھر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر صدیق کے پیچھے (ان کی اقتدا میں) نماز پڑھی" اور جہاد میں ان کے ساتھ شریک رہا اور ہر مشکل میں ان کو مشورہ دیتا رہا جیسا کہ "نہج البلاغہ" کے خطبات میں موجود ہے۔

"جنگِ فارس و روم کی تیاری کر کے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود اس جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے اس اقدام کے متعلق صحابہ کرام نے مختلف مشورے دیے لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام کے مشوروں کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو قابلِ عمل سمجھ کر اسے قبول کیا۔

(خطبہ نمبر ۱۳۴ و ۱۳۵)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی وہ انہیں خلیفہ برحق مان کر بیعت کی تھی ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باطل کے ہاتھ پر بیعت کی جو کہ شانِ علی اور شجاعتِ علی کے بالکل منافی ہے۔ پھر آپ خود ہی اس بیعت کے حق ہونے کی صراحت اس طرح فرما رہے ہیں کہ میں نے ان کی بیعت کر کے پھر اس کی تابعداری اور پاسداری کی اور ان کی قطعاً مخالفت نہ کی۔ ایسی باتیں وہی شخص کہہ سکتا ہے جو بیعت کو "بیعتِ حق" سمجھے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر دلیل ہشتدہم

ارشاد القلوب وَلَوْ وَجَدْتُ اَنَا يَوْمَ بُوْيِعَ اَبُوْ بَكْرٍ بِالْخِلَافَةِ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا يُطِيْعُوْنَنِيْ وَيَنْصُرُوْنَنِيْ لَمَا قَعَدْتُ عَنِ الْقِتَالِ اَمَّا يَوْمَ عُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَاَنِّيْ كُنْتُ قَدْ بَايَعْتُ وَمِثْلِيْ لَا يَنْكُثُ بَيْعَتَهٗ ۔

(ارشاد القلوب مصنفہ شیخ ابی محمد الحسن بن محمد الدیلمی ص ۳۹۶

طبع بیروت)

ترجمہ: جس دن ابوبکر صدیق کی خلافت کے معاملہ میں بیعت کی گئی، اگر مجھے چالیس مرد ایسے مل جاتے جو میرا کہا مانتے اور میری مدد کرتے تو میں لڑائی سے ہرگز نہ ہٹتا لیکن حضرت عمر فاروق وعثمان غنی کی بیعت کے وقت چونکہ میں (اس سے پہلے ابوبکر صدیق کی) بیعت کر چکا تھا۔ اور مجھ جیسا حق گو اور حق پرست بیعت کر کے توڑا نہیں کرتا۔

حاصل کلام:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں خلفاء کی بیعت کی تھی اور اس بیعت کو توڑا نہیں تھا بلکہ صاف صاف فرمادیا کہ میں بیعت کرنے سے پہلے سوچ لیتا ہوں اور میرا فیصلہ جلد بازی کا نہیں ہوتا کہ بعد میں مجھے پچھتانا پڑے۔ اس لیے میں نے بیعت خوب سمجھ کر اور سوچ کر اس پر عمل کیا تھا لہٰذا مجھ جیسے دور اندیش، حق گو اور حق پرست سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ بیعت کر کے پھر توڑ دوں گا۔

میں شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت

ان کو برحق خلیفہ سمجھ کر کی تھی تو ہمارا مقصد حاصل۔ اور حق و صداقت بھی یہی ہے اور اگر خلافت کو باطل سمجھ کر بیعت کی تو پھر کہنا پڑے گا کہ "باطل کی وفاداری" کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا شعار بنایا حالاں کہ آپ کی تمام زندگی اور زندگی کے آخری لمحات میں حسنین کریمین کو جو آپ نے وصیت فرمائی، اس سے صاف عیاں ہے کہ آپ نے "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھنا اور حسنین کریمین کو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو تم نے ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے حاکم مسلط کر دے گا جو ظالم ہوں گے اور پھر اللہ سے مانگی ہوئی دعائیں شرفِ قبولیت سے بہرہ ور نہ ہوں گی۔

(حوالہ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۷ ص ۴۲)

جب آپ آخری لمحات میں اپنی اولاد کو نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا ارشاد فرمایا ہے یں تو یہ کیونکر [illegible] ہو سکتا ہے کہ آپ کا اپنا عمل اس وصیت کے خلاف ہو یعنی آپ باطل کے سامنے جھک گئے ہوں اور پھر یہ جھکاؤ وقتی نہ ہو بلکہ پوری زندگی اسی طرح اس کی وفا میں گزار دیں کیا جس نورِ نظر نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر اپنا گھر بار قربان کر دیا لیکن باطل کی بیعت قبول نہ کی۔ اس شخصیت کے والد گرامی "اسد اللہ" کے لقب والے اپنی تمام زندگی باطل کے سامنے جھک کر بسر کر دیں یہ کب ممکن ہے؟ ؎

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

فاعتبروا یا اولی الابصار!

دلیل نہم برخلافتِ خلفائے راشدین

ارشاد علی مرتضیٰ:

خلافتِ صحابہ ثلاثہ کے دور تک میری خلافت کا وقت نہ آیا تھا

وَسُئِلَ الشَّيْخُ الْمُفِيْدُ عَبَّاسِيٌّ بِمَحْضَرِ اَجِلَّتِهِمْ: مَنْ كَانَ الْاِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ دَعَاهُ الْعَبَّاسُ اَنْ يَمُدَّ يَدَهُ لِبَيْعَتِهِ عَلٰى حَرْبِ مَنْ حَارَبَ وَسِلْمِ مَنْ سَالَمَ قَالَ وَمَنْ هٰذَا قَالَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ حَيْثُ قَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ اَهْلُ النَّقْلِ: اُبْسُطْ يَدَكَ يَا ابْنَ اَخِيْ اُبَايِعْكَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ عَمُّ رَسُوْلِ اللهِ بَايَعَ ابْنَ عَمِّهِ فَلَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ اِثْنَانِ، قَالَ كَانَ الْجَوَابُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيَّ اَنْ لَّا اَدْعُوَا اَحَدًا حَتّٰى يَاْتُوْنِيْ وَلَا اُجَرِّدُ سَيْفًا حَتّٰى يُبَايِعُوْنِيْ فَاِنَّمَا اَنَا كَالْكَعْبَةِ اُقْصَدُ وَلَا اَقْصِدُ وَمَعَ هٰذَا فَلِيْ بِرَسُوْلِ اللهِ شُغُلٌ فَقَالَ الْعَبَّاسِيُّ كَانَ الْعَبَّاسُ اِذًا عَلٰى خَطَاءٍ فِيْ دُعَائِهِ اِلَى الْبَيْعَةِ قَالَ: لَمْ يُخْطِئِ الْعَبَّاسُ فِيْمَا قَصَدَ لِاَنَّهُ عَمِلَ عَلَى الظَّاهِرِ وَكَانَ عَمَلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْبَاطِنِ وَكِلَاهُمَا اَصَابَا الْحَقَّ

(مناقب ابن شہر آشوب جلد اول ص ٢٦٢ فی احتجاج الامامۃ طبع جدید)

ترجمہ : شیخ مفید سے بڑے علماء کی موجودگی میں عباسی نے سوال کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امام کون تھا۔ شیخ مفید نے جواب دیا۔ امام وہ آدمی تھا جس کو حضرت عباس نے فرمایا کہ میری طرف ہاتھ بڑھائیں کہ میں آپ کی بیعت کروں اس بات پر کہ جو تم سے جنگ کرے میں اس سے جنگ کروں اور جو تم سے صلح کرے میں بھی اس سے صلح کروں۔ عباسی نے پوچھا وہ کون ہے۔ شیخ مفید نے کہا وہ علی ابن ابی طالب ہے جسے حضرت عباس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے روز کہا (جسے سب نے متفقاً ذکر کیا ہے) اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ کہ میں تمہاری بیعت کروں تاکہ لوگ یہ کہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے تمہاری بیعت کر لی اس لیے امر خلافت میں اس کے بعد تم پر دو آدمی بھی اختلاف نہ کر سکیں گے۔ عباسی نے کہا، پھر علی نے اس کا جواب کیا دیا۔ شیخ مفید نے کہا علی نے کہا نبی کریم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں اپنی خلافت کے لیے کسی کو بھی نہیں بلاؤں گا تا وقتیکہ لوگ خود میرے پاس نہ آئیں اور نہ ہی میں تلوار کو نیام سے نکالوں گا تا وقتیکہ لوگ میری بیعت نہ کر لیں۔ میں کعبہ کی مثل ہوں اس لیے میں کسی کا قصد نہیں کرتا بلکہ میرا قصد کیا جاتا ہے (یعنی میں کسی کے پاس خلافت کے لیے نہیں جاؤں گا بلکہ جب لوگ خود مجھے خلیفہ بنانے کے لیے میرے پاس آئیں گے تو میں خلیفہ بن جاؤں گا۔ علاوہ ازیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں مشغول بھی ہوں۔ عباسی کہنے لگا معلوم ہوا حضرت عباس نے حضرت علی کو بیعت لینے کی جو دعوت دی تھی اس میں وہ غلطی پر تھے۔ شیخ مفید نے جواب دیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی غلطی نہیں کی کیوں کہ ان کا عمل ظاہر پر تھا اور حضرت علی کا عمل باطن پر تھا۔ لہٰذا دونوں ہی حق پر تھے۔

حاصل کلام :

یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی زبان درفشاں سے واضح کر دیا کہ آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد و پیمان ہو چکا تھا کہ آپ حصولِ خلافت کے لیے لوگوں کو خود دعوت نہیں دیں گے حتیٰ کہ اگر لوگ بنفسِ نفیس آپ کے پاس آئیں اور آپ کی بیعت کریں تو پھر آپ مسلمہ خلیفہ ہیں لیکن جو کچھ مقدر ہو چکا تھا وہی ہوا کہ خلفائے ثلاثہ یکے بعد دیگرے مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حسبِ وعدۂ نبوی اس مدتِ خلافت میں نہ کسی کو حصولِ خلافت کے لیے بلایا اور نہ ہی کوئی آپ کی بیعت کو آیا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ المسلمین بننے کا وقت نہ آیا تھا اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بحسبِ منشائے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ وقت آپہنچا جب خود بخود لوگ آپ کی بیعت کو ٹوٹ پڑے اور باجماع مسلمین آپ خلیفہ چن لیے گئے تو آپ احکامِ شرع کے نفاذ میں خلفائے ثلاثہ کی نہج پر چلے اور ابطالِ باطل کے لیے آپ کی شمشیرِ حیدری اعداء کے سر پر کوندی اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کیا اور ان کی خوب قلعی کھولی تو لوگوں نے جان لیا کہ یہی آپ کے اس قول کا عملی جامہ ہے جو آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنی خلافت سے قبل اپنی تلوار بے نیام نہیں کروں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے زمانۂ خلافت میں اس عمل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ خلفائے ثلاثہ کا زمانہ خلافتِ حقہ کا زمانہ تھا اور آپ کی خلافت کا زمانہ وہی تھا جس میں آپ احیائے دین اور اہلِ باطل کی سرکوبی کے لیے خلفائے ثلاثہ کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یوں پوری ہوئی کہ آپ نے فرمایا خلافتِ راشدہ تیس برس رہے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نورِ باطن سے جان لیا تھا کہ میری خلافت کا حصہ آخری پانچ برس ہیں اس لیے آپ بشوق و اشتیاق اس وقت کے منتظر رہے اور خلفائے

ثلاثہ کے زمانہ میں برضا و تسلیم ان کے ممد و مشیر رہے۔ مذکورہ بالا شیعی روایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کشفِ باطنی روحانی علم کو شیخ مفید نے اپنے لفظوں میں یوں بیان کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا عمل ظاہر حال کے مطابق تھا اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ باطن پر عمل پیرا تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اگر میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لوں تو لوگ یہ سمجھ کر کہ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کر لی ہے دھڑا دھڑ بیعتِ مرتضوی پر اُمڈ آئیں گے لیکن یہ معاملہ کچھ مثل واقعہ موسیٰ و خضر علیہما السلام تھا کہ خضر علیہ السلام کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ علم لدنی کے ذریعے جانتے تھے کہ میری خلافت کا زمانہ خلافتِ راشدہ کے آخری پانچ برس ہیں لہذا آپ اس عظیم حکمت کے پیش نظر ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے آنے والے وقت کے منتظر تھے اور خلفائے ثلاثہ کے سرگرم معاون اور مشیر تھے۔ اس لیے ان کے خلاف جہاد کرنے اور خلافت منصوبہ واپس لینے کا شیعی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے حقیقی خیر خواہ اور مخلص رفیق کی طرح آپ انکو مفید مشوروں، نیک دُعاؤں اور پر خلوص ہمدردیوں سے خوش و خرم رکھا جس پر تائید شیعہ کتب سے مثل ان الفاظ کے ملتی ہے:

احقاق الحق

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(احقاق الحق ص ۷)

وہ (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) عادل اور منصف خلیفہ تھے ہمیشہ حق پر رہے اور حق پر ہی جان دی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان پر اپنی رحمتِ کاملہ نازل فرمائے۔ آمین!

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ

دلیل بستم بر خلفائے راشدین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو الوداعی خطبہ میں خلفائے راشدین کی سُنت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

ارشاد القلوب

وَ قَالَ الْعِرْبَاضُ بْنُ سَارِيَةَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ بِهَا الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذِهٖ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا ؟ قَالَ لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْحُجَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ بَعْدَهَا اِلَّا هَالِكٌ وَمَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِيْ بَعْدِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَعَضُّوْا عَلَيْهِمْ بِالنَّوَاجِذِ وَاَطِيْعُوا الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ صَاحِبُهٗ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ كَالْجَمَلِ الْاَلُوْفِ حَيْثُ مَا قِيْدَ اِسْتَقَادَ۔

(ارشاد القلوب جلد اول ص ۳۷ مصنفہ الشیخ ابی محمد الحسن دیلمی فی التخویف و الترھیب، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: عرباض بن ساریہ نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں آخری وعظ یوں سنایا کہ جس سے دل ڈر گئے اور آنکھیں پر نم ہو گئیں۔ ہم نے عرض کی یا رسول

اللہ ! آپ نے کسی الوداع ہونے والے کی طرح وعظ فرمایا ہے لہذا اس وعظ کے ذریعے آپ ہم سے کسی چیز کا عہد لینا چاہتے ہیں۔ فرمایا میں تمہیں ایک ایسی روشن دلیل پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات اس کے دن کی مثل ہے اس سے وہی شخص انحراف کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے جو تم میں سے زندہ رہا اس پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی سنت کو میرے بعد مضبوطی کے ساتھ تھام لے اور حق کی پیروی کرے اگرچہ صاحب حق حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ بیشک مومن مثل شتر ناک کے ہے کہ جہاں باندھا جائے وہاں سے اٹھایا جاتا ہے۔

تنبیہ:

"مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ" کا لفظ شیعی مصنف کی اپنی اختراع ہے کیوں کہ اس کا سیاق و سباق سے کوئی ربط نہیں کیوں کہ اس کے ماقبل لفظ "راشدین" ہے جو کہ جمع مذکر کا صیغہ ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ان لوگوں سے ہے جو زمانہ نبوی میں بقید حیات تھے اور انہوں نے ایسے خلفائے راشدین کا زمانہ نہیں پایا جو سب کے سب اہل بیت سے ہوں اور نہ ہی اس کا تعلق مابعد کی کلام سے ہے کیوں کہ مابعد کی کلام کا مفہوم یہ ہے کہ تم حق کی اتباع کرو اگرچہ صاحب حق ایک حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور غلام حبشی کا بھی نسبی طور پر اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں لہذا ثابت ہوا کہ "من اھل بیتی" کا اضافہ مصنف نے اپنے حسد و بغض کی بنا پر کر دیا ہے تاکہ خلفائے ثلاثہ اس سے نکل جائیں حالاں کہ خلفائے ثلاثہ کو اگر خلفائے راشدین سے نکالا جائے تو اس حدیث کا کوئی مفہوم اور معنی نہیں بنتا اور اس کے علاوہ اس مصنف کی اس زیادتی کی تردید خود کتب شیعہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی کلام سے موجود ہے جیسا کہ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں علی بن عیسیٰ اربلی شیعی نے امام حسن رضی اللہ عنہ

کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا ذکر کرتے ہوئے امام حسن رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ شرائط صلح میں سے ایک شرط کو یوں بیان کیا ہے :

کشف الغمہ | عَلٰی اَنْ یَّعْمَلَ فِیْھِمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سِیْرَۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۰۰ فی کلامہ و مواعظہ علیہ السلام مطبوعہ تبریز طبع جدید)

ترجمہ : (یہ صلح نامہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس شرط پر لیا ہے) کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرتِ خلفائے راشدین کے مطابق عمل کریں گے ۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس شرط میں سوائے خلفائے ثلاثہ کے اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا نیز آپ نے خلفائے ثلاثہ کو خلفائے راشدین قرار دیتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کے طریقہ کی پیروی کو لازمی قرار دیا لہذا ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں جو خلفائے راشدین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد خلفائے ثلاثہ مع حضرت علی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے بھی انہی خلفائے ثلاثہ کی سنت کو واجب العمل قرار دیا ہے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے واضح کر دیا کہ میرے بعد جو فتنے اٹھیں گے (مثل مسیلمہ کذاب وغیرہ کے) تو ان میں میری اور میرے خلفائے راشدین (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار رضی اللہ عنہم) کی سنت کو تم مضبوطی سے پکڑ لینا تاکہ تم ان فتنوں سے محفوظ رہو ۔

لہذا اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ خلفائے ثلاثہ خلفائے راشدین ہیں اور ان کی خلافت خلافتِ حقہ اور منہاج نبوت ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خلفائے ثلاثہ کی اقتدا میں ہمیشہ نمازیں پڑھتے رہے اور ان کے ہر مسئلہ میں مشیر و معاون

رہے اور کبھی ان کی مخالفت مول نہیں لی اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَ عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ۔ یعنی حق علی کے ساتھ ہے اور علی حق کے ساتھ تو اگر خلفائے ثلاثہ، خلفائے حقہ نہ ہوتے تو آپ کبھی ان کا ساتھ نہ دیتے اور جب آپ نے ان کا ساتھ دیا ہے تو اب کسی آدمی کو جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شیعہ ہے اس کو خلفائے ثلاثہ کی مخالفت کرنا ہرگز جائز نہیں ورنہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبین اور متبعین میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار :

خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل یک وستم

امالی صدوق | عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ (ص) اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِيْ ثَلَاثًا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ مَنْ خُلَفَاءُكَ قَالَ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ حَدِيْثِيْ وَ سُنَّتِيْ ثُمَّ يُعَلِّمُوْنَهَا اُمَّتِيْ۔

(امالی شیخ صدوق ص ۱۰۹ المجلس الرابع و الثلاثون مطبوعہ قم، طبع قدیم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم کر تو عرض کی گئی کہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ جو میری حدیث اور سنت کی تبلیغ کریں گے اور پھر میری امت کو سکھلائیں گے۔

•

شرح حدیث از قول علی رضی اللہ عنہ :

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَ دَاوَى الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ (نہج البلاغہ خطبہ ۲۲۸، ص ۳۵۰، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: اللہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے کیوں کہ انہوں نے ٹیڑھی کو سیدھا کیا۔ مرض کا علاج کیا اور سنت کو قائم کیا۔

حاصل کلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس شرح سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جن خلفاء کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپیل کی وہ یہی خلفائے راشدین ہیں کیوں کہ آپ نے ان خلفاء کی یہ علامت بیان کی کہ وہ سنت کی تبلیغ کریں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان اقدس سے اس بات کی تصدیق کر دی کہ عمر فاروق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے خلیفے ہیں جنہوں نے سنت کو قائم کیا۔

خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر دلیل دوو بستم

اگر صحابہ ثلاثہ کی خلافت غاصبانہ تھی تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا؟

تینوں خلفاء یعنی سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم جب اہلِ تشیع کے نزدیک باطل خلیفہ تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ "خلیفہ بلافصل" تھے تو فوراً ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان خلفائے ثلاثہ کے خلاف جہاد کیوں نہ کیا اور حق کی خاطر میدان میں کیوں نہ اترے؟

اس سوال کے جواب میں شیعہ حضرات کے چند من گھڑت بہانہ جات ملاحظہ ہوں:

❖ ❖ ❖

بہانہ اوّل :

حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کیساتھ صرف مددگار نہ ملنے کیوجہ سے جہاد نہ کیا :

جب آپ نے مہاجرین وانصار کو اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھی اور وہ چالیس آدمی بھی جن کو آپ نے سر منڈوا کر اور مسلح ہو کر آنے کو کہا تھا پیٹھ پھیر گئے صرف چار آدمی حامی مل سکے تو آپ نے خاموشی سے وقت بسر کرنا قبول کر لیا۔

احتجاج طبرسی | لَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَدْرَھُمْ وَ قِلَّۃَ وَفَائِھِمْ لَزِمَ بَیْتَہٗ -

(احتجاج طبرسی ص ۵۲ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم۔ طبع جدید جلد اوّل مطبوعہ قم ص ۱۰۷)

ترجمہ : جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بے وفائی اور دھوکہ بازی کا علم ہو گیا تو آپ نے گھر میں بیٹھے رہنا اختیار کر لیا۔

بہانہ دوم :

لوگوں کے مرتد ہونیکے خوف سے حضرت علی نے اپنی خلافت کا اعلان نہ کیا :

انوار نعمانیہ | رُوِیَ عَنْ زُرَارَۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا مَنَعَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَّدْعُوَا النَّاسَ اِلٰی نَفْسِہٖ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَوْفًا اَنْ یَّرْتَدُّوْا -

(انوار نعمانیہ ص ۳۳)

ترجمہ : زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ کونسی رکاوٹیں پیش آئیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کو اپنی طرف سے دعوت نہ دے سکے (یعنی اپنی خلافت کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جہاد کرتے) تو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کے مرتد

ہونے کے خطرہ کے پیشِ نظر ایسا نہ کیا۔

بہانہ سوم :

حضرت علی نے نبی علیہ السلام کے ارشاد کے پیش نظر ابوبکر سے لڑائی چھوڑ کر انکی بیعت کر لی

علامہ بحرانی نے لکھا :

ابن میثم

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ ، اَیْ طَاعَتِیْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا اَمَرَنِیْ بِہٖ مِنْ تَرْکِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ لِلْقَوْمِ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی الْاِمْتِنَاعِ مِنْھَا ۔

(شرح نہج البلاغہ- ابن میثم جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ : میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے غور و فکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ میرا اطاعت کرنا ہی بہتر ہے اور لوگوں سے اپنی بیعت لینا کچھ زیبا نہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے لڑائی سے باز رہنے کا حکم فرمایا تھا میں آپ کے اس حکم کی اطاعت کرنے کو اولیت دیتا ہوں اور اسے چھوڑ کر قوم کو اپنی بیعت لینے کا کہوں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آگے بڑھنا ہے لہذا قوم کی اتباع کرتے ہوئے میں نے بیعتِ صدیق کر لی ہے اور جہاد نہیں کیا۔

مقولہ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد" یعنی جھوٹا شخص یادداشت سے محروم ہوتا ہے۔ اسے اپنا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے کئی اور جھوٹ بولنا پڑتے ہیں اور کذب بیانی میں اتنا غرق ہوتا ہے کہ وہ اپنے پہلے کلام کے متعلق یادداشت نہ رہنے کی بنا پر اس کی تردید بھی کر دیتا ہے اور اسے اس بات کی خبر تک نہیں ہوتی۔ یہی حال ان بہانہ سازوں اور مفتریانِ قوم کا ہے بس ایک دھن سوار ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر لینا دھونس اور مجبوری کے ساتھ بادلِ نخواستہ ہوا تھا لیکن اس ثبوت میں

اگر کلہاڑی اپنے پاؤں پر پڑ رہی ہو تو اس کی طرف خیال تک نہیں جاتا۔ اب ہم ان کے بہانوں سے خود ان کی تردید اور افسانہ طرازی ثابت کرتے ہیں ۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بہانہ اوّل و بہانہ سوم کی تردید

بہانہ اوّل یہ تھا کہ :

حضرت علی کو دو مرتبہ مہاجرین و انصار سے رابطہ قائم کرنے کے بعد صرف چار آدمی باوفا ملے۔ اور اس قلیل تعداد کے پیش نظر آپ اپنے ارادہ جہاد کو ملتوی کر کے گھر بیٹھ گئے تھے۔

لَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ غَدْرَھُمْ وَ قِلَّۃَ وَفَائِھِمْ لَزِمَ بَیْتَہٗ ۔ (احتجاج طبرسی ص ۵۲ طبع قدیم ، طبع جدید جلد اوّل ص ۱۰۷)

تیسرا بہانہ یہ بنایا کہ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ ضرور خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جہاد کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش نظر لڑائی چھوڑ کر بیعت کر لی ۔

فَنَظَرْتُ فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ الخ

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم ج ۲ ص ۹۷ زیر خطبہ ۳۶)

اب ان دونوں بہانوں کے مضمون میں غور فرمائیں ۔ ایک طرف خلافت کے حق کو حاصل کرنے کے لیے سیدہ بنت رسول اور حسنین کریمین کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک گھر پھرا کر انہیں اپنا ہم نوا بنانے کا خیال فرمایا اور جب ناامیدی ہوئی تو ان کی غداری اور بے وفائی سے مایوس ہو کر گھر بیٹھ گئے ورنہ ضرور جہاد کرتے اور اپنا حق کسی کو نہ دیتے ۔

دوسری طرف سرے سے ہی جھگڑا ختم کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منع کر دیا تھا

اور آپ نے ارشاد کے مطابق جہاد سے دستبرداری کر کے بیعت کر لی ۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ لڑائی نہیں کرنی تو مہاجرین وانصار کے پاس بنت رسول کو گھوڑے پر سوار کر کے کیوں لے گئے اور اگر انہیں معاون وہم نوا بنانے کے لیے تگ و دو کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کیوں پس پشت ڈالا ؟ گویا پہلا بہانہ اس بنیاد پر تھا کہ غمخوار نہ ملے ورنہ سب کچھ کر گزرتے اور تیسرا بہانہ یہ کہ حامی تو بہت تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہاتھ نہ اٹھایا ۔ ذرا انصاف فرمائیں ۔ ان دونوں بہانوں میں کتنی مخالفت

بہانہ دوم کی تردید

اب دوسرا بہانہ دیکھیے کہ :

زرارہ کے پوچھنے پر امام باقر رضی اللہ عنہ ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دستبرداری کے متعلق یہ موقف بیان کرتے ہیں :

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَوْفًا اَنْ يَرْتَدُّوْا ۔

(انوارِ نعمانیہ ص ۳۳ طبع قدیم ، طبع جدید جلد اول ص ۹۴۔۱۰ تذکرہ [illegible])

یہاں آپ نے لوگوں کے مرتد ہو جانے کے خطرہ کے پیش نظر اپنے لیے خلافت کی فضا ہموار نہ کی بلکہ خلافت سے دستبرداری قبول فرمالی لیکن مسلمانوں کا مرتد ہونا پسند نہ فرمایا ادھر خود شیعہ کتب یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف تین یا چار اشخاص مسلمان رہ گئے تھے ۔ باقی سب مرتد ہو گئے تو جس خطرہ کے پیش نظر حضرت علی نے دستبرداری کی ۔ وہ تو حقیقت بن گیا تو پھر اس خطرہ کا خطرہ کیا ؟ اسے کہتے ہیں ۔ جھوٹ بھی اور سینہ زوری بھی ۔

آئیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عظیم شخصیت سے خود پوچھیں ۔ کیا اس قسم کے بہانے انہوں نے کیے یا ان کی نسبت آپ کی طرف ہو سکتی ہے ۔ آپ کا کلام ہے :

وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِيْ فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَلَا فِيْ

اَلْوِلَایَةِ اِرْبَةٌ وَلٰکِنَّکُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْھَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْھَا۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۵ ص ۳۲۲)

ترجمہ: خدا کی قسم! نہ تو مجھے خلافت کی کبھی خواہش تھی اور نہ ولایت کی حاجت لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ مجھ پر لاد دیا۔

نہج البلاغہ

وَاِنْ تَرَکْتُمُوْنِیْ فَاَنَا کَاَحَدِکُمْ وَلَعَلِّیْ اَسْمَعُکُمْ وَاَطْوَعُکُمْ لِمَنْ وَلَّیْتُمُوْہُ اَمْرَکُمْ وَاَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَّکُمْ اَمِیْرًا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۲ ص ۱۳۶)

ترجمہ: اور اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی خلیفۂ وقت کی اطاعت اور بات قبول کرنے میں تمہاری طرح ہوں گا بلکہ میری اطاعت اور سمع تم سے بڑھ کر ہو گی اور میں اپنے لیے تمہارا وزیر بننا اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارا امیر بنوں۔

"نہج البلاغہ" سے مذکورہ ان دو خطبوں کے الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبانِ اقدس سے ان کے ارادوں اور خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں وہ یہ کہ نہ تو آپ خلافت کے خواہش مند تھے اور نہ ہی آپ نے اس کے لیے جوڑ توڑ کیا بلکہ عوام (صحابہ کرام) کو صاف صاف فرمایا کہ تمہارا اور میرا فائدہ اسی میں ہے کہ مجھے وزیر بنا لو۔ خلیفہ نہیں۔ اور ایسا فرمانا کوئی "تقیہ" نہ تھا کیوں کہ آپ خلفائے ثلاثہ کے قابلِ اعتماد اور مخلص مشیر رہے اور اس سلسلہ میں آپ نے بڑے خلوص کا ثبوت دیا جس کی شہادت نہج البلاغہ میں جگہ جگہ ملتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے ان کے دورِ خلافت کے بارے میں سوال کیا کہ اے خلیفۂ وقت! وہ فتوحات جو آپ کے پیش رو خلفاء کے زمانہ میں ہوئیں رُک کیوں گئیں؟ فرمایا ان کے مشیر ہم جیسے مخلص لوگ تھے اور میرے مشیر تم ہو لہٰذا فتوحات کیسے جاری رہ سکتی ہیں۔ جب خلوص ہی اُٹھ گیا۔

تو معلوم ہوا کہ آپ خود اپنے بارے میں خلفائے ثلاثہ کا مخلص مشیر ہونا ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر یہ سب "تقیہ" کی نیت سے ہوتا تو پھر مشورہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا جس میں ان خلفائے ثلاثہ کی ناکامی ہوتی اور خود حضرت علی کے لیے خلیفہ بننے کی فضا ساز گار ہوتی لیکن تاریخ بتاتی ہے یہ سب حضرات رحماء بینہم کا مصداق تھے اور ایک دوسرے کے غم گسار اور سچے ہمدرد تھے۔

"لکن المنافقین لا یفقہون"

بہانہ چہارم :

حلیۃ الابرار | عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ اِنَّمَا اَشَارَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْكَفِّ عَنْ عَدُوِّهِ مِنْ اَجْلِ شِيْعَتِنَا لِاَنَّهُ كَانَ يَعْلَمُ اَنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ بَعْدَهُ فَاَحَبَّ اَنْ يَقْتَدِيَ بِهِ مَنْ جَاءَ بَعْدِي لِيَسْتَنَّ فِيْهِمْ بِسِيْرَتِهِ وَيَقْتَدِيَ بِالْكَفِّ عَنْهُمْ بَعْدَهُ

(حلیۃ الابرار مصنفہ سید ہاشم البحرانی جلد نمبر ا ص ۲۱۸

باب التاسع والعشرون)

ترجمہ : زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنے سے ہاتھ کھینچا وہ دراصل ہمارے شیعوں کے بھلے کی خاطر کیا تھا اس لیے کہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ عنقریب ان پر ان کے دشمن غالب آجائیں گے۔ لهذا آپ نے یہ پسند فرمایا کہ بعد میں آنے والے اس معاملہ میں آپ کی اقتدا کریں اور جس راستے آپ چلے۔ اسی راستہ پر چلیں۔ اور

ان سے ہاتھ روکے رکھیں یعنی ان سے نہ لڑیں جیسے آپ نہیں لڑے۔

تردید بہانہ چہارم :

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بہانہ کی تردید اپنے خطبہ میں ارشاد فرمائی۔ آپ نے فرمایا میں دو آدمیوں سے جنگ ضرور کروں گا۔ ایک وہ شخص جو خلافت کا مدعی ہو لیکن اس کا اہل نہ ہو۔ دوسرا وہ شخص جو اس چیز سے اپنے نفس کو منع کرے جو اس کے لیے واجب ولازم ہو۔

(نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۴۹)

۲: یایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین (الایۃ پ ع[۱۵]) اس آیت کے تحت علامہ کاشانی شیعی نے اپنی معتبر تفسیر "صافی" میں یوں لکھا ہے:

تفسیر قمی

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ فَجَاهَدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُفَّارَ وَجَاهَدَ عَلِيٌّ جِهَادَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۱۔ تفسیر قمی طبع جدید ص ۶۸۸ سورۃ تحریم ۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۱۴، ۱۵، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت یایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین الخ اسی طرح نازل کی گئی (یعنی اس میں تحریف نہیں ہوئی)، تو اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جہاد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا جہاد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی منافقین کے ساتھ کیا۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ کرنے کا یہ بہانہ باطل ہو گیا (یعنی آپ نے بایں وجہ خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کی کہ کہیں بعد میں آنے والے شیعہ اس سے رہنمائی حاصل کر کے جنگ جاری رکھیں اور وہ اہل اسلام کے (باطل کے خلاف جہاد کر کے) ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس بہانہ کے بطلان کی وجہ یہ بنی کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشاد سے یہ بات واضح کر دی کہ قرآن پاک کے حکم "یا ایہا النبی جاھد الکفار" پر عمل فرماتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منافقین سے جنگ لڑی اور اگر آپ منافقین سے جنگ نہ کرتے تو آیت کے کچھ حصہ پر عمل نامکمل ہوتا۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے جنگ لڑ کر "جاہد الکفار" پر عمل کیا اور "منافقین" کے ساتھ جہاد کی نوبت نہ آسکی۔ لہٰذا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی منافقین سے جنگ نہ فرماتے "والمنافقین" کے الفاظ پر عمل کس طرح اور کون کرتا؟

باقی رہا کہ وہ منافقین کون تھے جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نبرد آزما ہوئے تو وہ کوئی بھی ہو سکتے ہیں۔ شیعہ لوگ چاہے ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما ہی کیوں نہ مراد لیں لیکن ان حضرات کے ساتھ جنگ کرنا بھی چونکہ شیعوں کے نزدیک "منافقین کے ساتھ لڑنے" میں شامل ہے۔ اس لیے "جہاد بالمنافقین" پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ہو گیا۔ لہٰذا یہ بہانہ تراشنا کہ آپ نے خلفائے ثلاثہ سے صرف اس وجہ سے جنگ نہ لڑی کہ کہیں آئندہ آنے والے شیعہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ محض غلط اور بے بنیاد بہانہ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۲: اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف اس وجہ سے خلفائے ثلاثہ کے مقابلہ میں میدانِ جنگ میں نہ اترے کہ کہیں بعد میں آنے والے شیعہ اسی

طریقہ جہاد پر عمل کر کے تباہ و برباد نہ ہو جائیں تو ان بہانہ سازوں سے میں پوچھوں گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کی اتباع کیا سب سے پہلے ان کی اولاد پر لازم نہ تھی۔

مگر ہم دیکھتے ہیں امام عالی مقام نے جامِ شہادت نوش فرمالیا لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا بلکہ مجاہدانہ جیے اور مجاہدانہ ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور عزیزو اقارب کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ طرزِ عمل نہ بتلایا حتیٰ کہ وہ بھی ایک ایک کر کے شہادت پا گئے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ بہانہ تراشا گیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو من گھڑت طور پر منسوب کیا گیا ہے اگر اس میں حقیقت ہوتی تو میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جامِ شہادت نوش نہ فرماتے بلکہ اپنے والدِ گرامی کے عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے خود بھی اور اپنے دیگر ستر بہتر ساتھیوں کو راہِ حق میں قربان نہ کرتے لیکن آپ نے خود اور اپنے اعزہ و اقارب کو اس شہادت کے مرتبہ سے فیضیاب کیا اس لیے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلفائے ثلاثہ کے ساتھ نہ لڑنا اس وجہ سے نہ تھا جو شیعوں نے گھڑی ہے بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپ ان خلفاء کی خلافت کو حق سمجھتے تھے اس لیے کہ حق کے خلاف آواز نہ بلند کرنا شانِ علی کے خلاف ہے بلکہ آپ تو ان خلفاء کو اپنے بہترین اور قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے کیا کوئی اپنے دشمن کو مفید مشورے دیا کرتا ہے اور اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتا ہے اور ان کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہے؟

بہانہ پنجم:

حلیۃ الابرار | عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ

(ره) قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَمِّهِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ لَهُ مَا بَالُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُقَاتِلْ فُلَانَ وَ فُلَانَ وَ فُلَانَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاٰيَةٍ فِيْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ " لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا " قَالَ قُلْتُ وَمَا يَعْنِيْ بِتَزَايُلِهِمْ قَالَ وِدَائِعُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ اَصْلَابِ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ وَكَذَالِكَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَنْ يَظْهَرَ اَبَدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وِدَائِعُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا خَرَجَتْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ ظَهَرَ اَعْدَاءُ اللهِ فَقَتَلَهُمْ -

۱- حلیۃ الابرار جلد اول ص ۱۹ باب التاسع و الثلاثون

۲- کتاب علل الشرائع مصنفہ شیخ صدوق ص ۱۴۷ مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ: ابن بابویہ سے روایت ہے کہ ہمیں حفص نے محمد بن مسروق سے بیان کیا کہ حسن ابن محمد عامر اپنے چچا ابن عمیر سے (ان روایات میں سے جو وہ ابی عبداللہ امام جعفر سے روایت کرتا ہے) بیان کرتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں فلاں یعنی ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کے ساتھ لڑائی کیوں نہ کی اس کی کیا وجہ تھی؟ تو حضرت امام جعفر نے جواباً فرمایا کہ اس کی وجہ قرآن کی یہ آیت تھی "لو تزیلوا لعذبنا الخ" (یعنی اگر مسلمان الگ ہو جائیں تو ہم کفار کو سخت عذاب دیں گے) راوی

کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا۔ اس آیت میں "الگ ہونے" کا کیا مطلب ہے، تو امام جعفر نے اس کا یہ معنی بتایا کہ اس سے مراد کافروں کی پشتوں میں جو مومنوں کی روحیں امانت رکھی گئی ہیں، (وہ ہیں) (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی پشت میں اگر مومن روحیں نہ ہوتیں تو آپ یقیناً اپنے دشمنوں سے لڑتے) اسی طرح امام قائم بھی اس وقت تک ظاہر نہ ہوں گے جب تک اللہ تعالی نے جو یہ روحیں ودیعت رکھی ہیں سب کی سب نہ نکل آئیں گی۔ اور جب یہ روحیں نکل آئیں گی تو پھر امام قائم ظاہر ہوں گے اور تمام کفار کو تہ تیغ کردیں گے۔

تردید بہانہ پنجم :

دیگر بہانوں کی طرح یہ بہانہ بھی بالکل بے بنیاد اور جھوٹ کا پلندہ ہے کیوں کہ اس میں ذکر یہ کیا گیا ہے کہ جب تک مومنین کی تمام ارواح کفار کی پشتوں سے نہ نکل آئیں گی اس وقت تک امام قائم کا ظہور نہیں ہوگا۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ کفار کے قتل ہو جانے سے پھر ان روحوں کا آنا ختم ہو جائے گا لہٰذا وہ روحیں نکلیں گی اور امام قائم ان کی مدد کے ساتھ کفار سے جنگ لڑیں گے۔

اس بہانہ کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ امام قائم کے ظہور تک کافروں کی پشت میں مومنوں کی ارواح رہیں گی۔ لہٰذا اس سے قبل کفار کے خلاف جہاد نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حقیقت سے ہر شخص آگاہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا زمانہ امام قائم کے ظہور سے بہت پہلے کا زمانہ تھا۔ صدیوں کا فاصلہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس سے بھی پہلے کے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے جو باطل کے خلاف جنگ لڑی اور جہاد کیا وہ باطل تھا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ باطل کی خاطر لڑے اور جان دے گئے تو ایسی موت کو شہادت کہنا کس طرح درست ہوگا یعنی اپنی ان بہانہ سازیوں سے شیعوں نے "شہادت امام حسین" کا بھی انکار کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت امام حسین برحق تھی اور آپ کی ذات نے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر

سب کچھ قربان کیا اور اس کے مقابلہ میں شیعوں کا جنگ نہ کرنے کا بہانہ محض افسانہ ہے اور من گھڑت بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بہانہ ششم :

حلیۃ الابرار | حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّمَانِيُّ قَالَ سَئَلْتُ عَلِيَّ ابْنَ مُوسَى الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ اَخْبِرْنِيْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ لِمَ لَمْ يُجَاهِدْ اَعْدَاءَهُ خَمْسَ عِشْرِيْنَ سَنَةً بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ جَاهَدَ فِيْ اَيَّامِ وِلَايَتِهِ فَقَالَ لِاَنَّهُ اقْتَدٰى بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَرْكِ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشَرَ سَنَةً بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَبِالْمَدِيْنَةِ تِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَذَالِكَ لِقِلَّةِ اَعْوَانِهِ عَلَيْهِمْ كَذَالِكَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَرَكَ مُجَاهِدَةَ اَعْدَائِهِ لِقِلَّةِ اَعْوَانِهِ عَلَيْهِمْ فَلَمَّا لَمْ تَبْطُلْ نُبُوَّةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ تَرْكِهِ الْجِهَادَ ثَلَاثَ عَشَرَ سَنَةً وَتِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا كَذَالِكَ لَمْ تَبْطُلْ اِمَامَةُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَعَ تَرْكِهِ الْجِهَادَ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ سَنَةً اِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ لَهُمَا مِنَ الْجِهَادِ وَاحِدًا۔

(۱) حلیۃ الابرار جلد ۱ ص ۳۴۰ باب التاسع والعشرون

۲۱ - بالفاظ مختلفہ ارشاد القلوب مصنفہ حسن ابن محمد دیلمی مطبوعہ بیروت جلد دوم ص ۳۹۵ تذکرہ علۃ قعودہ عن القتال)

ترجمہ : راوی "الہیثم" کہتا ہے کہ میں نے علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے آپ مجھے یہ بتلائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پچیس سال تک متواتر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کے خلاف جہاد کیوں نہیں کیا ؟ اور جب اپنی ولایت کا زمانہ آیا تو جہاد کیا تو امام رضا نے اس کا جواب دیا کہ جس طرح مکہ میں رہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے اعلانِ نبوت کے بعد تیرہ سال تک اور مدینہ میں رہتے ہوئے انیس ماہ تک بوجہ قلتِ اعوان جہاد نہ کیا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بوجہ تھوڑے ہونے معاونین کے اپنے مخالفین کے ساتھ جہاد نہ کیا تو جس طرح تیرہ سال اور انیس ماہ جہاد نہ کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت باطل نہیں ہوئی تھی ۔ اسی طرح پچیس سال اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد نہ کرنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت باطل نہیں ہوئی کیوں کہ دونوں کے جہاد کرنے کی علت ایک ہی ہے ۔

تردید بہانہ ششم :

گزشتہ بہانوں کی طرح اس بہانہ میں بھی صداقت نام تک کی نہیں ۔ اس بہانہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاونین کی قلت کی بنا پر خلفائے ثلاثہ سے جہاد نہ کیا اور یہ بہانہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے باطل ہے کیوں کہ "نہج البلاغہ" کے حوالہ سے ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ مذکور ہوا کہ آپ نے فرمایا میں دو آدمیوں کے ساتھ

ضرور جنگ کروں گا۔ ایک مدعی خلافت کے خلاف جو خلافت کا اہل نہ ہو اور دوسرا اس شخص کے خلاف جو اپنے اوپر واجب حکم کو منع کرتا ہو۔ (نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص۴۹۰ مطبع یوسفی دہلی) اس کے علاوہ اسی کتاب میں ایک اور مقام پر موجود ہے:

نہج البلاغہ | وَاللّٰہِ لَوْ تَظَاھَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِیْ لَمَا وَلَّیْتُ عَنْھَا وَلَوْ اَمْکَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِھَا لَسَارَعْتُ اِلَیْھَا۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۴۵ ص ۴۱۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید چھوٹا سائز)

ترجمہ: قسم خدا کی اگر تمام عرب بھی مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو میں کبھی پشت نہ دکھاؤں گا جب تک بھی مجھے ان کی گردنیں اتارنے سے فرصت ممکن ہو۔

(نیرنگِ فصاحت ترجمہ نہج البلاغہ ص ۲۳۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرنا کہ قلتِ معاونین کی بنا پر آپ نے خلفائے ثلاثہ کے ساتھ جنگ نہ کی۔ اس الزام میں کوئی حقیقت نہیں اور سراسر جھوٹ ہے۔ جس شخص کے مقابل پورا عرب آجائے تو ان کی گردنیں اتارنے میں سستی نہ دکھائے۔ اس سے ایسی بات کب صادر ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ممد و معاون ڈھونڈتا پھرے تو ان تمام باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلافتِ ابوبکر، عمر اور عثمان کے خلاف جہاد نہ کرنا اس خلافت کو "خلافتِ حقہ" سمجھنے کی وجہ سے تھا۔ آپ ان کو خلفائے راشدین سمجھتے تھے اور ان کی معیت کو غنیمت گردانتے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

احقاق الحق | اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَیْہِ فَعَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

(احقاق الحق مصنفہ نور اللہ ص ۱۶)

ترجمہ: وہ دونوں (ابوبکر صدیق و عمر فاروق) عادل اور انصاف کرنے والے امام تھے

جب تک زندہ ہے۔ حق پر ہے اور دونوں کی موت بھی حق پر ہی ہوئی۔ اللہ کی ان دونوں پر تا قیامت رحمتیں نازل ہوں۔

بہانہ ہفتم :

حلیۃ الابرار | عَنْ فُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوْ لِاَبِيْ عَبْدِ اللهِ (ع)، حِيْنَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِمَنْ كَانَ الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِهٖ فَقَالَ لَنَا اَهْلِ الْبَيْتِ قُلْتُ فَكَيْفَ صَارَ فِيْ غَيْرِكُمْ قَالَ اِنَّكَ قَدْ سَئَلْتَ فَافْهَمِ الْجَوَابَ - اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا عَلِمَ اَنْ يُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ (۱)، وَ تُنْكَحَ الْفُرُوْجُ الْحَرَامُ وَ يُحْكَمَ بِغَيْرِ مَآ اَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَرَادَ اَنْ يَلِيَ ذَالِكَ غَيْرُنَا -

(حلیۃ الابرار جلد اول ص ۴۲۲ باب التاسع والعشرون)

ترجمہ: فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے امام باقر یا امام جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو آپ کے بعد ولایت کس کا حق تھا؟ کہنے لگے ہم اہلِ بیت کا حق تھا۔ میں نے پھر پوچھا تو یہ حق تمہارے غیر لوگوں میں کیوں کر چلا گیا، کہنے لگے۔ تو سوال کر ہی بیٹھا ہے تو پھر اس کا جواب بھی سن لے۔ اللہ تعالیٰ نے جب جان لیا کہ زمین میں فساد ہو گا اور حرام شرمگاہوں میں وطی کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ ہونے لگے گا تو اللہ نے اسے (امر ولایت کو) ہمارے غیروں میں رکھنا چاہا (جو انہیں مل گیا)۔

تردید بہانہ ہفتم :

یہ بہانہ مسلک شیعہ کے لیے زہرِ قاتل سے کم نہیں کیوں کہ اس میں سید ہاشم بحرانی شیعی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امرِ "خلافت بلافصل" کو ابتداء میں اہلِ بیت کا حق بنایا تھا مگر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زمین میں برائی پھیل جائے گی۔ اس میں بدکاریاں ہوں گی۔ قرآن کی علی الاعلان مخالفت ہو گی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں اہلِ بیت کی خلافت کو نامناسب سمجھتے ہوئے اسے غیروں کے حوالہ کر دیا۔

اس بہانہ سے دو اہم امر صراحۃً ثابت ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :

۱۔ شیعہ عقائد میں اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) جاہل ثابت کیا گیا ہے۔ جہالت تو معمولی بات ہے ان لوگوں نے تو عقیدۂ "بداء" کو حق جاننا اور اسے تمام اعمال سے افضل ہونا بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کی بحث "شیعہ حضرات کی گستاخیوں" کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد "خلافت بلافصل" اہلبیت کے لیے مناسب ہی نہ تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی کو خلافت عطا فرمائی۔

تنبیہ :

سید ہاشم بحرانی اور شیخ صدوق نے جب یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد "خلافت بلافصل" اللہ تعالیٰ کے علم میں اہلِ بیت کے لیے نامناسب تھی اسی لیے وہ غیروں کو دے دی گئی۔ یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "خلیفہ بلافصل" بنا دیا گیا۔ ناظرین کرام! آپ ذرا غور فرمائیں کہ شیعہ لوگوں کا "غصب خلافت" کا واویلا کس قدر غلط

اور بے معنی ہے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس اللہ نے حضرت علی کے لیے "خلافت بلا فصل" کا اعلان کروایا تھا۔ وہی اللہ حالات کے مطابق خلفائے ثلاثہ کو خلافت سے نواز رہا ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حالات اس قدر دگرگوں تھے جن کا مقابلہ خلفائے ثلاثہ ہی کر سکتے تھے۔ اسی لیے حضرت علی نے خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے

نہج البلاغہ

لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ فَلَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ وَخَلَّفَ الْفِتْنَةَ ذَهَبَ نَقِیَّ الثَّوْبِ قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰی اِلَی اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَ اتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۲۸ ص ۳۵۰ مطبوعہ جدید بیروت چھوٹا سائز)

اس خطبہ کا فارسی ترجمہ و شرح فیض الاسلام شیعی نے ان الفاظ کے ساتھ کیا۔

فیض الاسلام

خدا شہر ہائے فلاں (عمر بن الخطاب) را برکت دہد و نگاہدارد کہ کجی را راست نمود د گمراہان را براہ آورد) و بیماری را معالجہ کرد (مردم شہر ہائے را بدین، اسلام گرداند) و سنت را برپا داشت (احکام پیغمبر را اجرا نمود) و تباہ کاری را پشت سر انداخت (در زمانِ او فتنہ روند اد) پاک جامہ و کم عیب از دنیا رفت نکوئی خلافت را دریافت و از شر آن پیشی گرفت (تا بود امر خلافت منظم بود و اختلالی در آں راہ نیافت) طاعتی خدا را بجا آوردہ از نافرمانی او پرہیز کردہ حقش را ادا نمودہ۔

(فیض الاسلام شرح نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۱۹ ص ۲۱، طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہروں کو برکت دے اور انہیں محفوظ رکھے وہ عمر جس نے کجی کو دور کیا۔ گمراہوں کو ہدایت دی، بیماری کا علاج کیا۔

شہر کے رہنے والوں کو مسلمان کیا ۔ سنت کو قائم کیا ۔ احکام پیغمبر کو جاری کیا ۔ فتنہ اور فساد کے امور کو پسِ پشت ڈال دیا ۔ ان کے دورِ خلافت میں فتنہ نہ اٹھا ۔ پاکدامن اور کم عیب ہو کر دنیا سے گیا ۔ خلافت کی خوبیوں کو پایا اور اس کی شر سے پہلے چلا گیا ۔ امرِ خلافت کو منظم طور پر چلایا ۔ اس میں کوئی خرابی نہ آنے دی ۔ اللہ کی بندگی بجا لایا ۔ اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کیا اس کے حق کو ادا کیا ۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اور خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلام کی تصویر یوں کھینچی ہے ۔

نہج البلاغہ | وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَلَامٍ لَهُ وَ وَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَ اسْتَقَامَ حَتَّى ضَرَبَ الدِّينُ بِجِرَانِهِ ۔

(نہج البلاغہ فرمودہ نمبر ۴۵۹)

امام علیہ السلام در سخنی (درباره عمر بن خطاب) فرموده است ۔ و (بعد از ابوبکر) فرماں روا شد بر مردم فرمانده ی (عمر بمقامِ خلافت نشست) پس (امرِ خلافت را) برپا داشت و ایستادگی نمود (بر همه تسلط یافت) تا آنکه دین قرار گرفت ، دہم چنانکہ شتر ہنگام استراحت پیش گردنِ خود را بر زمین نہاد اشاره بانکہ اسلام پس از فتنہ و ہیاہوی بسیار ازاو تمکین نموده زیر بارش رفتند)

(شرح نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۱۳۰۰ مطبع تہران طبع جدید)

ترجمہ : امام علی رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے کلام میں کہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں پر ایک ایسا حاکم مسندِ خلافت پر متمکن ہوا ۔ جس نے امرِ خلافت کو قائم کیا اور ثابت قدمی دکھائی یعنی تمام پر تسلط حاصل کیا حتیٰ کہ دین مضبوط ہو گیا جیسا کہ اونٹ استراحت کے لیے اپنی گردن زمین پر رکھ

دیتا ہے اور اطمینان سے زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ اسی طرح مضبوطی کے ساتھ دینِ اسلام زمین پر متمکن ہو گیا گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اہلِ اسلام کئی سارے فتنوں اور یورشوں کے بعد سکون پذیر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زیرِ احسان ہو گئے

حاصل کلام :

حضرت علی نے ان دو خطبوں میں واضح فرما دیا کہ حضور کے انتقال کے بعد اسلام فتنوں کی آماجگاہ بن گیا لیکن حضرت عمر کی دور اندیشی اور تدبیر نے ان کو تہس نہس کر دیا اور دینِ اسلام کی بنیادیں مضبوط کر دیں۔ اللہ ان کے شہروں کو برکت عطا فرمائے۔ حضرت علی کے ان خطبوں کو پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص مذکورہ بہانہ کی رٹ لگائے تو اس سے بڑھ کر کون ہٹ دھرم ہو گا اور حضرت علی کا اس سے بڑھ کر کون نافرمان ہو گا۔

باب دوم

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اول میں بیعت مکرہ یعنی جبراً بیعت کی حقیقت بیان کی جائے گی اور فصل دوم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوت اور شان بیان کی جائے گی۔

ان دونوں فصلوں کے پڑھنے کے بعد قارئین کرام پر واضح ہو جائے گا کہ بیعت مکرہ ایک من گھڑت افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

فصل اوّل

بیعت مکرہ (جبراً بیعت) کی حقیقت

من جملہ اور عقائد باطلہ کے شیعہ حضرات کا ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رضامندی کے ساتھ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی بلکہ جبراً اور مجبوراً تھی۔ دراصل انہیں "خلیفہ بلافصل" ثابت کرنے کے جوش نے اس طرف سے اندھا کر دیا کہ مجبوری کی بیعت ثابت کرتے کرتے انہوں نے حضرت علی اور ان کے اہلِ بیت کی کس قدر توہین کی۔ ان کو یہ بھی نہ سوجھی کہ ان افسانوں کے پڑھنے کے بعد پڑھنے والا شیعہ مذہب پہ کس قدر ماتم کرے گا۔

لہٰذا ہم نے ان افسانوں کو ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کی ہے تاکہ وہ خود اندازہ کر سکیں کہ شیعہ مذہب کیسا عجیب و غریب مذہب ہے۔ دعویٰ حبِ علی اور حبِ اہلِ بیت لیکن عقیدہ اس کے بالکل خلاف۔

اس ضمن میں کتب شیعہ سے چند روایات ملاحظہ ہوں:

روایت اوّل :

قَالَ سَلْمَانُ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ حَمَلَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ
عَلٰى حِمَارٍ وَّ اَخَذَ بِيَدَيْ اِبْنَيْهِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ
فَلَمْ يَدَعْ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ لَا
مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ وَ ذَكَّرَ حَقَّهٗ وَ دَعَاهُ
اِلٰى نُصْرَتِهٖ فَمَا اسْتَجَابَ لَهٗ مِنْ جَمِيْعِهِمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ
وَّ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُّصْبِحُوْا مُحَلِّقِيْنَ
رُءُوْسَهُمْ مَعَ سِلَاحِهِمْ عَلٰى اَنْ يُّبَايِعُوْا عَلَى
الْمَوْتِ فَاَصْبَحَ وَ لَمْ يُوَافِقْهُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اِلَّا
اَرْبَعَةٌ فَقُلْتُ لِسَلْمَانَ مَنِ الْاَرْبَعَةُ ؟ قَالَ اَنَا وَ
اَبُوْ ذَرٍّ وَ مِقْدَادٌ وَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ ثُمَّ عَاوَدَهُمْ
لَيْلًا فَنَاشَدَهُمْ فَقَالُوْا نُصَبِّحُكَ بُكْرَةً فَمَا اَتٰى
اَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُنَا فَلَمَّا رَاٰى عَلِيٌّ غَدْرَهُمْ وَ
قِلَّةَ وَفَائِهِمْ لَزِمَ بَيْتَهٗ وَ اَقْبَلَ عَلَى الْقُرْاٰنِ
يُؤَلِّفُهٗ وَ يَجْمَعُهٗ فَلَمْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ حَتّٰى
جَمَعَهٗ وَ كَانَ فِي الصُّحُفِ وَ الْاَسْيَارِ وَ الرِّقَاعِ
فَلَمَّا جَمَعَهٗ كُلَّهٗ وَ كَتَبَهٗ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ وَ تَاْوِيْلِهٖ
وَ النَّاسِخِ وَ الْمَنْسُوْخِ بَعَثَ اِلَيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ اَنِ
اخْرُجْ فَبَايِعْ فَبَعَثَ اِلَيْهِ عَلِيٌّ اِنِّيْ مَشْغُوْلٌ وَ قَدْ
اٰلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ يَمِيْنًا اَلَّا اَرْتَدِيْ بِرِدَاءٍ اِلَّا

لِلصَّلٰوةِ حَتّٰى اُؤَلِّفَ الْقُرْاٰنَ فَاَجْمَعَهٗ فَجَمَعَهٗ فِيْ ثَوْبٍ وَ خَتَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ وَ هُمْ مُجْتَمِعُوْنَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ لَمْ اَزَلْ مُنْذُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَشْغُوْلاً بِغُسْلِهٖ ثُمَّ بِالْقُرْاٰنِ حَتّٰى جَمَعْتُهٗ كُلَّهٗ فِيْ هٰذَا الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمْ يُنْزِلِ اللّٰهُ تَعَالٰى اٰيَةً مِّنْهُ اِلاَّ وَ قَدْ جَمَعْتُهَا وَ لَيْسَتْ مِنْهُ اٰيَةٌ اِلاَّ وَ قَدْ اَقْرَاَنِيْهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ عَلَّمَنِيْ تَاْوِيْلَهَا فَقَالَ لَهُمْ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ كَمَا اُنْزِلَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لاَ حَاجَةَ لَنَا اِلَيْكَ وَ لاَ اِلٰى قُرْاٰنِكَ عِنْدَنَا قُرْاٰنٌ جَمَعَهٗ وَ كَتَبَهٗ عُثْمَانُ فَقَالَ لَنْ تَرَدَّهٗ بَعْدَ الْيَوْمِ وَ لاَ يَرَاهُ اَحَدٌ حَتّٰى يَظْهَرَ وَلَدِى الْمَهْدِيْ وَ فِيْ ذَالِكَ الْقُرْاٰنِ زِيَادَاتٌ كَثِيْرَةٌ وَ هُوَ خَالٍ عَنِ التَّحْرِيْفِ -

فَسَبَقُوْهُ اِلَيْهِ فَتَنَاوَلَ بَعْضَ سُيُوْفِهِمْ فَكَثَرُوْا عَلَيْهِ فَضَبَطُوْهُ وَ اَلْقَوْا فِيْ عُنُقِهٖ حَبْلاً اَسْوَدَ ثُمَّ نَادٰى قَبْلَ اَنْ يُّبَايِعَ وَ الْحَبْلُ فِيْ عُنُقِهٖ يَابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ثُمَّ تَنَاوَلَ يَدَ اَبِيْ بَكْرٍ فَبَايَعَهٗ -

۱ - نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب ۱۱ ۲ - انوار نعمانیہ ص ۴۴۳ طبع قدیم، طبع جدید جلد اوّل ص ۱۰۲

۳ - احتجاج طبرسی ص ۵۳ طبع قدیم طبع جدید ص ۱۰۷، بروایت سلیم بن قیس ہلالی فی

طلب علی علیہ السلام لبیعۃ ابی بکر)

نوٹ: مذکورہ روایت بہت طویل ہے جو نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب ۱۱ انوار نعمانیہ ص ۹۴ اور احتجاج ص ۵۰ پر مسطور ہے ہم نے اختصاراً ذکر کر دی ہے۔

ترجمہ: حضرت سلمان نے کہا کہ جب رات ہوئی تو حضرت علی نے جنابہ فاطمہ کو گدھے پر سوار کیا اور اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کے ہاتھ پکڑے۔ پھر آپ نے مہاجرین اور انصار کے ایک ایک گھر میں جا کر انہیں اپنا حق بتایا اور مدد کے لیے پکارا۔ ان میں سے چالیس مردوں کے بغیر کسی نے بات نہ مانی۔ انہیں حضرت علی نے فرمایا کہ صبح تم سب کے سب سر منڈوا کر مسلح ہو کر آنا اور مرنے پر بیعت کرنا تو صبح ان میں سے صرف چار رہ گئے۔ میں نے سلمان سے پوچھا وہ چار کون کون تھے۔ کہنے لگے میں (سلمان) ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام۔ دوبارہ رات کو حضرت علی مہاجرین و انصار کے گھروں میں گئے۔ انہیں قسم دلائی جس پر انہوں نے صبح سویرے آنے کو کہا لیکن صبح کو وہی چار جو پہلے تھے آئے جب حضرت علیؓ نے ان کی بے وفائی اور بدعہدی دیکھی۔ آپ نے گھر میں ہی ٹھہرنے کی ٹھانی اور قرآن پاک کی تالیف و جمع کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ اس وقت تک گھر سے نہ نکلے جب تک قرآن جمع نہ کر لیا۔ قرآن صحیفوں، تسموں اور پارچہ جات پر جمع کیا تھا۔ پھر جب آپ نے مکمل جمع کر لیا اور اسے نازل شدہ ترتیب پر لکھا اور تاویل و ناسخ اور منسوخ ظاہر کر دیے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آ کر میری بیعت کرو تو اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا کہ میں فارغ نہیں ہوں اور میں نے قسم اٹھائی ہے کہ نماز کے بغیر کسی کام کے لیے چادر نہ اوڑھوں گا اور یہ حالت اس وقت تک ہو گی جب تک قرآن

جمع نہ کر لوں تو آپ نے اسے جمع کیا اور اس کپڑے پر مہر لگا دی جس پر وہ قرآن جمع کیا تھا۔ پھر باہر لوگوں کے پاس تشریف لائے لوگ اس وقت مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع تھے تو مجمع میں پہنچنے کے وقت حضرت علی نے بلند آواز سے یہ کلمات کہے "لوگو! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کے غسل دینے اور اس کے بعد جمع قرآن میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ میں نے قرآن جمع کر لیا ہے اور وہ مکمل اس کپڑے میں موجود ہے۔ اللہ کی ہر نازل کردہ آیت کو میں نے اس میں جمع کر دیا ہے اور اس کی ایک ایک آیت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی آپ نے مجھے اس کی تاویل بتائی تو حضرت علی نے فرمایا یہ اللہ کی کتاب اسی طرح ہے جس طرح اس نے نازل فرمائی حضرت عمر بن الخطاب نے کہا ہمیں نہ تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے قرآن پڑھنے کی۔ ہمارے پاس قرآن مکمل جمع شدہ موجود ہے جسے حضرت عثمان نے جمع بھی کیا اور کتابت بھی کی۔ یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا اچھا آج کے بعد تم اسے نہیں دیکھو گے اور میرے بیٹے مہدی کے ظہور تک یہ واپس نہیں آئے گا۔ اس قرآن میں (جو حضرت علی نے جمع کیا) زیادہ آیات تھیں اور تغیر و تبدل سے بالکل خالی تھا۔

(یہ سن کر) لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھپٹے تو آپ نے ان میں سے کسی کی تلوار کو پکڑ لیا۔ لوگ بیک وقت ان پر ٹوٹ پڑے انہیں قابو کر لیا اور سیاہ رسی ان کے گلے میں انہوں نے ڈال دی۔ پھر حضرت علی نے بیعت کرنے سے قبل بلند آواز سے کہا اور رسی ان کی گردن میں تھی "اے میری ماں جائے بے شک لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر دیں" یہ کہہ کر ہاتھ بڑھائے اور ابو بکر کی بیعت کر لی۔

روایت دوم :

جلاءالعیون

پس عمر ترسید کہ مردم از خلافت ابوبکر برگردند باز گشت کہ یا علی بیعت کن۔ و اگر نہ گردنت رامی زنم۔ حضرت فرمود کہ اے فرزند صہاک دورغ میگوئی بخدا سوگند کہ قدرت نہ داری پس خالد بن ولید برجست وشمشیر از غلاف کشید۔ وگفت بخدا سوگند کہ اگر بیعت نکنی گردنت رامیزنم حضرت امیرالمومنین گریبان اورا گرفت حرکتی داد و بدور انداخت شمشیر از دستش افتاد۔ ہر چند سعی کردند کہ حضرت دستِ بیعت دراز کند نکرد۔ پس دستِ آنحضرت را گرفتند وابوبکر دستِ نحس خودرا دراز کرد و بدست حضرت رسانید۔

(جلاءالعیون جلد اوّل ص ۲۱۶ مطبوعہ تہران طبع جدید ستم ہائے واردہ بر اہل بیت)

ترجمہ : حضرت عمر کو خطرہ لاحق ہوا کہ لوگ ابوبکر کی بیعت سے پھر جائیں گے۔ دوبارہ کہا اے علی ! بیعت کرو ورنہ قتل کر دوں گا۔ حضرت علی نے کہا اے صہاک کے بچے ! جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ کی قسم ! تجھے اتنی ہمت نہیں تو خالد بن ولید فوراً اُٹھے اور تلوار نیام سے نکال کر کہا اللہ کی قسم ! اگر بیعت نہ کرو گے تو گردن اڑا دوں گا۔ حضرت علی نے خالد کا گریبان پکڑ کر ہلایا اور اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ تلوار ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ بہت کوشش کی کہ حضرت علی بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائیں لیکن کامیابی نہ ہوئی تو لوگوں نے زبردستی حضرت علی کا ہاتھ پکڑا۔ ابوبکر نے اپنا منحوس ہاتھ لمبا کیا اور حضرت علی کے ہاتھ تک پہنچا کر بیعت کر لی۔

روایت سوم :

مجالس المؤمنین | وبعد از مدتے کہ حضرت امیر وسائر بنی ہاشم از روئی اکراہ با ابی بکر بظاہر بیعت کردند۔ و دست بر دستِ او زدند۔ خالد و برادرانش بمتابعت ایشاں بیعت کردند۔

(مجالس المؤمنین جلد اوّل مطبوعہ تہران ص ۲۲۴)

ترجمہ : ایک مدت بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام بنی ہاشم نے بادلِ نخواستہ ظاہری طور پر ابوبکر کی بیعت کی اور اپنے ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ پر رکھے۔ خالد اور ان کے بھائیوں نے بنی ہاشم کی متابعت میں ابوبکر کی بیعت کی۔

روایت چہارم :

حق الیقین | روایت کردہ است کہ چوں ابوبکر علی علیہ السلام را از برائے بیعت طلبید وقبول نکرد عمر آمدہ و آتشی آوردہ کہ خانہ را بسوزانند۔ حضرت فاطمہ در درِ خانہ یا او ملاقات کرد وگفت اے پسرِ خطاب! خانہ را برمن میسوزانی گفت آری وایں قوی تر است۔ در آنچہ پدر تو آوردہ است پس علی آمد و بیعت کرد

(حق الیقین مطبوعہ تہران باب پنجم ص ۱۱۵)

ترجمہ : روایت آئی ہے کہ جب ابوبکر نے حضرت علی کو بیعت کے لیے طلب کیا اور انہوں نے قبول نہ کی تو عمر آئے اور اپنے ساتھ علی کے گھر کو جلانے کے لیے آگ لائے۔ دروازے پر حضرت فاطمہ سے ملاقات ہو گئی اور کہنے لگیں اے خطاب کے بچے! میرے گھر کو تو جلا دے گا۔ عمر نے کہا ضرور اور یہ سزا قوی ترین ہے اس دین میں جسے تیرا باپ لایا ہے۔ پس

حضرت علی آئے اور بیعت کر لی

روایت پنجم :

حق الیقین

از عدی بن حاتم روایت کردہ است کہ گفت بر ہیچکس آنقدر رحم نہ کردم کہ بر علی کردم در وقتیکہ گریبانش را کشیدند ۔ و بنزد ابوبکر آوردند و ابوبکر با او گفت بیعت کن ۔ علی علیہ السلام گفت ۔ اگر نکنم چہ خواہی کرد ۔ گفت سر ترا برمیدارم پس علی (ع) سر بسوئے آسمان بلند کرد ۔ و گفت ۔ خداوندا گواہ باش پس دست راستش را نکشود و بلند نہ کرد ۔ و باین بیعت راضی شدند ۔

(حق الیقین باب پنجم ص ۱۱۵ در طعن بر غاصبین خلافت)

ترجمہ : عدی بن حاتم سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے کسی شخص پر اتنا رحم نہ آیا جس قدر حضرت علی پر اس وقت آیا جب آپ کے گریبان کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے لوگ ابوبکر کے پاس انہیں لائے ۔ ابوبکر نے ان سے بیعت کرنے کو کہا ۔ حضرت علی نے کہا اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے ۔ کہا تمہارا سر قلم کر دوں گا ۔ پس حضرت علی نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ! گواہ ہو جا ۔ پھر آپ نے بیعت اس طرح کی کہ نہ تو اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا ، اور نہ ہی بیعت کے لیے اسے اٹھایا ۔ لوگ اسی قسم کی بیعت کرنے سے راضی ہو گئے ۔

روایت ششم :

تہذیب المتین

ابوبکر بالائے منبر خاموش بیٹھے تھے اور زبان سے کچھ نہ کہتے تھے ۔ عمر نے ان کو کہا کیا منبر کے اوپر چپکا بیٹھا ہے ۔ علی زیر زمین بیٹھا بیعت نہیں کرتا اور

تمرد کرتا ہے مجھ کو حکم دے کہ اس کی گردن جدا کر دوں۔ اس وقت امام حسن اور امام حسین اپنے پدرِ بزرگوار کے پاس کھڑے تھے، یہ کلمہ عمر سے سُن کر روئے اور چلائے اور روبروضۂ رسولِ خدا کرکے فریاد کرنے لگے، یا جداہ! یا رسول اللہ! ہم کو دیکھو کہ کیسے بے یار و مددگار ہیں۔ حضرت امیرالمؤمنین نے اپنے نورِ چشموں کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ گریا مت کرو کہ بہ تحقیق ان کو یہ قدرت نہیں کہ تمہارے باپ کو قتل کریں۔ یا ایسا خیال بھی دل میں لا سکیں۔ اس وقت ام سلمہ زوجہ رسول خدا اور ام ایمن مربیۂ آنحضرت اپنے حجروں سے نکل کر چلائیں کہ اے ابوبکر و عمر اے اصحاب پیغمبر خوب تم نے کینہ ہائے دیرینہ ظاہر کیے اور جلد آنحضرت کے اہلِ بیت سے بدلے لیے۔ عمر نے کہا: دونوں کو مسجد سے نکال دو کہ ہم کو عورتوں کی باتوں سے سروکار نہیں پس عمر بدیں خیال کہ امر بیعت میں خلل و خرابی پڑے بے تاب تھے اور شدت و حدت میں تا بمقدور کمی نہ کرتے تھے۔ خالد ولید نے بھی تلوار میان سے نکال لی تھی لیکن ابوبکر نے دیکھا کہ حضرت امیر کسی نوعِ بیعت پر رضامند نہیں ہوئے۔ لاجرم اپنی جگہ سے اُٹھے اور آپ کے قریب آکر اپنا ہاتھ آنحضرت کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ گویا بیعت ہو گئی۔

(تہذیب المتین فی تاریخ امیرالمؤمنین جلد اول ص ۲۷۶

مطبوعہ یوسفی)

روایت ہفتم:

تہذیب المتین بروایتے عباس بن عبد المطلب کو معلوم ہوا کہ علی علیہ السلام تلواروں کے نیچے بیٹھے ہیں وہ روتے ہوئے آئے اور غل مچاتے تھے۔ لوگو! میرے برادر زادے

سے ہاتھ اٹھاؤ اور رفق و مدارا کرو اس کے ساتھ میں اس سے بیعت کرادوں گا پس انہوں نے حضرت کا ہاتھ پکڑ کر خلیفہ اوّل کے ہاتھ سے مس کر دیا اور وہ اس پر رضا مند ہو گئے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین نے بیعت نہیں کی رہتا وقتیکہ دھواں آنحضرت کے گھر سے بلند نہیں ہوا۔

(تہذیب المؤمنین فی تاریخ امیرالمؤمنین جلد اوّل ص ۴۶)

روایت ہشتم:

احتجاج طبرسی | فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكُتُبُ عَلٰى أُسَامَةَ اِنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا رَاٰى اِجْتِمَاعَ الْخَلْقِ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ اِنْطَلَقَ اِلٰى عَلِىِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ لَهٗ عَلِىٌّ هٰذَا مَا تَرٰى قَالَ اُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهٗ فَقَالَ نَعَمْ يَا اُسَامَةُ فَقَالَ طَائِعًا اَوْكَارِهًا فَقَالَ بَلْ كَارِهًا قَالَ فَانْطَلَقَ اُسَامَةُ فَدَخَلَ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ وَ قَالَ لَهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ فَرَدَّ عَلَيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ وَ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ۔

(احتجاج طبرسی ص ۷۰ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم ص ۱۱۵ طبع جدید جلد ۱ مطبوعہ قم)

ترجمہ: جب حضرت اسامہ کو خطوط پہنچے تو بمعہ لشکر مدینہ میں واپس آ گئے پھر جب ابوبکر کے پاس لوگوں کا اجتماع دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا یہ وہی کچھ ہے جو کچھ

ہے جو کچھ تو دیکھ آیا ہے۔ اسامہ نے کہا کیا آپ نے ابوبکر کی بیعت کرلی ہے
کہا ہاں اے اسامہ۔ پوچھا اپنی خوشی یا مجبورًا۔ فرمایا نہیں بلکہ مجبورًا۔ حضرت اسامہ
پھر واپس ابوبکر کے پاس آئے اور "السلام علیک یا خلیفۃ المسلمین" کہا۔ ابوبکر
نے ان کے سلام کا جواب ان الفاظ سے دیا السلام علیک ایہا الامیر۔

روایت نہم :

احتجاج طبرسی فَقِيلَ لِلزُّبَيْرِ بَايِعْ فَاَبٰى فَوَثَبَ عَلَيْهِ عُمَرُ وَ خَالِدُ
ابْنُ الْوَلِيْدِ وَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِىْ اُنَاسٍ فَانْتَزَعُوْا
سَيْفَهٗ مِنْ يَدِهٖ فَضَرَبُوْا بِهِ الْاَرْضَ حَتّٰى كُسِرَ فَقَالَ
الزُّبَيْرُ وَ عُمَرُ عَلٰى صَدْرِهٖ يَابْنَ صُهَاكٍ اَمَا وَاللّٰهِ
لَوْ اَنَّ سَيْفِىْ فِىْ يَدِىْ لَحُدْتَ عَنِّىْ ثُمَّ بَايَعَ قَالَ
سَلْمَانُ ثُمَّ اَخَذُوْنِىْ فَوَجَؤُوْا عُنُقِىْ حَتّٰى تَرَكُوْهَا مِثْلَ
السِّلْعَةِ ثُمَّ فَتَلُوْا يَدِىْ فَبَايَعْتُ مُكْرَهًا ثُمَّ بَايَعَ
اَبُوْ ذَرٍّ وَ الْمِقْدَادُ مُكْرَهِيْنَ وَ مَا مِنَ الْاُمَّةِ
اَحَدٌ بَايَعَ مُكْرَهًا غَيْرُ عَلِىٍّ وَ اَرْبَعَتِنَا ۔

(احتجاج طبرسی نبر صفحہ ۴۵ طبع قدیم ص ۱۱۰ طبع جدید جلد ۱
مطبوعہ قم)

ترجمہ: حضرت زبیر کو بیعت کرنے کا کہا گیا۔ انہوں نے انکار کیا تو ان پر عمر، خالد بن
ولید اور مغیرہ بن شعبہ لوگوں کی موجودگی میں کود پڑے۔ ان کے ہاتھ سے ان کی
تلوار چھین کر زمین پر مار کر توڑ دی۔ پھر زبیر نے کہا جب کہ عمر ان کی چھاتی پر سوار
تھے۔ اے ابن صہاک! خدا کی قسم! اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو جھ تک

سزا پاتا۔ پھر انہوں نے بیعت کرلی۔ سلمان کہتے ہیں اس کے بعد انہوں نے مجھے آدبوچا اور میری گردن اس قدر دبائی کہ جیسے بے حس ہوگئی ہو۔ پھر میرے ہاتھ مروڑے تو میں نے مجبوراً بیعت کرلی اس کے بعد ابو ذر اور مقداد نے بھی مجبوراً بیعت کرلی۔ ان تمام لوگوں میں سے حضرت علی اور ہمارے چاروں کے سوا کسی نے مجبوراً بیعت نہ کی۔

روایت دہم :

احتجاج طبرسی

ثُمَّ نَادٰی قَبْلَ اَنْ یُبَایِعَ یَا اِبْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ثُمَّ تَنَاوَلَ یَدَ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعَهٗ۔

(احتجاج طبرسی ص ۵۲ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم ص ۱۱۰ طبع جدید جلد ۱ مطبوعہ قم)

ترجمہ : پھر بیعت کرنے سے قبل باواز بلند علی نے کہا "اے میری ماں جائے بیشک قوم نے مجھے بے بس کردیا ہے اور قریب تھا مجھے قتل کردیتے" پھر حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کرلی۔

روایت یازدہم :

حملہ حیدری

بدستِ عمر یک سرِ ریسماں — دوم در کفِ خالد پہلواں
فگندند در گردن شیر نر — کشیدند اورا بر بوبکر

(حملہ حیدری مطبوعہ تہران ص ۲۸۲)

ترجمہ : رسی کا ایک سرا عمر کے ہاتھ میں اور دوسرا خالد پہلوان کے ہاتھ میں تھا دونوں

اس کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا اس تشریح و تفسیر سے بھی معلوم ہوا کہ جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
تھے اور اللہ کے ہاں مغفور و مرحوم اور جنتی ہیں۔

صحابہ کرام کے کامل الایمان اور جنتی ہونے پر دلیل نمبر

آیت:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ
وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ
رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (پ ۹ - ع ۱۵)

ترجمہ:

کامل مومن تو صرف وہی ہیں۔ کہ خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ تو ان کے دل (اس کی ہیبت اور جلال سے) دہل جاتے ہیں۔ اور جب اُس کی آیتیں اُن پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو اُن کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔ اور وہ صرف اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ جو (باقاعدہ) نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ وہی لوگ حقیقی مومن ہیں انہی کے لیے ان کے پروردگار کے پاس درجے ہیں۔ اور بخشش ہے۔ اور آبرو کی روزی

وہ رسی حضرت علی شیر خدا کی گردن میں ڈال کر انہیں کھینچتے ہوئے ابو بکر کے پاس لے گئے۔

گیارہ روایات سے کیا ثابت ہوا؟

ذکر کردہ گیارہ روایات میں فرضی اور افسانوی واقعات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو ان سے جو امور ثابت ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (معاذ اللہ) نہایت بزدل تھے کیوں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سامنے مارا پیٹا گیا جس کی وجہ سے ان کا حمل بھی گر گیا تو یہ خاموش تماشائی بنے کھڑے رہے۔

۲۔ اتنے ڈرپوک واقع ہوئے کہ لوگوں نے ان کے گلے میں رسی ڈال کر باطل قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔

۳۔ آپ اتنے کمزور اور مظلوم تھے کہ عدی بن حاتم نے کہا کہ مجھے زندگی بھر اتنا کسی اور پر رحم نہیں آیا جتنا حضرت علی پر آیا۔ جب ان کے گلے میں رسی ڈال کر لوگ کھینچ رہے تھے۔

۴ حضرت علی (معاذ اللہ) اس قدر تقیہ باز اور حیلہ ساز تھے کہ جب انہیں لوگوں نے بیعت کے لیے کھینچا تو روضۂ رسول کے سامنے پہلے اپنی مظلومیت کی فریاد کی۔ اور پھر صدیق اکبر کے ہاتھ سے ہاتھ لگا دیا تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے کہ میں ابوبکر کی بیعت کر چکا ہوں لیکن آپ نے پورے ہاتھ پہ پورا ہاتھ نہیں رکھا تھا۔

۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافت کے اتنے حریص تھے کہ جس کی خاطر سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہما کو مہاجرین و انصار کے ایک ایک دروازے پر لے گئے۔ سیدہ فاطمہ گدھے پر سوار اور حسنین کریمین نے حضرت علی کی انگلیاں پکڑی ہوئی تھیں۔

مقصد یہ تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر مجھے خلیفہ بنالیں گے اور میری معاونت کریں گے۔

۶۔ انہیں سرکش جانور کی طرح دو نکیلیں ڈال کر ابوبکر صدیق کے پاس لایا گیا۔

۷۔ حضرت علی نے غصہ کھا کر اپنا جمع شدہ قرآن گم کر دیا، اب ظہورِ امام مہدی تک کسی کو وہ قرآن دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔

خلاصہ:

مذکورہ سات امور کو اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے "بیعت کے قبل اپنے بارے میں فضا ہموار کرنے کے لیے انتہائی ممکن ذرائع استعمال کیے حتیٰ کہ بنتِ رسول کو در بدر پھرایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو نہایت ذلت اور رسوائی سے تقیہ کرتے ہوئے بیعت کر لی" جو حضرت علی کے حق میں انتہا درجہ کی گستاخی اور توہین ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مقامِ غور:

لیکن بیعتِ مکرہ کے ثابت کرنے میں ان شیعہ حضرات نے جن من گھڑت افسانوں اور واقعاتِ باطلہ کا سہارا لیا اگر ان میں غور کیا جائے تو انتہائی درجہ کے گستاخ، بے باک اور ناہنجار یہ لوگ ثابت ہوتے ہیں کیوں کہ اس سے بڑا اور بہتان کیا ہوگا کہ "بنتِ رسول" نے "خلافتِ علی" کے لیے در بدر بھیک مانگی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معصوم بچوں کو اپنی غرض کی خاطر در بدر پھرایا۔ پھر بھرے مجمع میں بے عزتی بھی کروائی۔ کیا یہ سب باتیں "حبِ علی و اہلبیت" کے ضمن میں آتی ہیں؟ پھر اس پہ مزید یہ کہ موجود قرآن اصل اور مکمل نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اصلی قرآن گم کر دیا تھا۔ کیا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" کی آیت اسی مضمون کو بیان کرتی ہے؟ گویا اس وقت سے امام مہدی کے

ظہور تک لوگوں کو قرآن اصلی دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ کیا یہی ان کا دین وایمان ہے ؛

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان سمجھنا ہو تو کتب اہلِ سنت کو دیکھیں۔ بروزِ قیامت جب خاتونِ جنت میدانِ حشر میں تشریف لائیں گی تو رب العزت انبیاء کرام سمیت تمام انسانوں کو فرمائے گا " لوگو! اپنے چہرے دوسری طرف پھیر لو کیوں کہ میرے محبوب کی لختِ جگر اور نورِ نظر تشریف لا رہی ہیں سے

بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جب بارگاہِ رسالت سے " اسد اللہ " کا لقب ملا جن کی شان قوت ضرب المثل ہو سے

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار

اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں ارشاد فرمائیں :

اگر سارا عرب بھی میرے مقابلہ میں آجائے تو میں ان کی گردنیں اتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۵۴ ص ۱۰۸ ، مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۱۹۱ تذکرہ سادات مع النبی)

تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ جیسی شخصیت کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا جائے اور آپ سراپا مظلومیت کی تصویر بن جائیں۔ یہاں تک کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو منتیں کرنی پڑیں کہ لوگو میرے بھتیجے کو چھوڑ دو۔ میں ان سے بیعت کروا لوں گا۔ وغیرہ وغیرہ من الهذیانات۔

یہ اور اس قسم کی دوسری گستاخیوں نے ان سے قرآن چھینا اور ایمان اٹھایا۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ اے " مدعیانِ حبِ اہلِ بیت " توبہ کر لو اور اس قسم کے توہین آمیز واقعات اور افسانہ جات سے توبہ کر لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر امام حسین

نے سارا کنبہ قربان کرادیا اور خود بھی جام شہادت نوش فرمالیا لیکن باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا تو اسی طرح اگر ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم باطل پر ہوتے تو "اسداللہ الغالب" کو جھکنے پر کون مجبور کر سکتا تھا۔ آپ بھی باطل کے خلاف تلوار اٹھاتے خود شہید ہو جاتے خاندان کو قربان کرا دیتے لیکن باطل کی حمایت و تائید نہ کرتے۔ خدا نے آپ کو بے پناہ قوت و شجاعت سے نوازا تھا "مجمع الفضائل" صفحہ ۱۶۱ پر درج ہے۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ جس طرح بھی تلوار اٹھائیں تو ملک الموت اسی طرف بھاگتا رہتا ہے"

مذکورہ صفحہ پر یہ بھی مذکور ہے:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہر وقت جبریل اور میکائیل علیہ السلام بطور مددگار و معاون رہتے ہیں"

کم از کم اپنی ان روایات کو ہی شیعہ لوگ پڑھ لیتے تو بھی کافی تھا۔ لہذا گزارش ہے کہ "بیعت مکرہ" کے عقیدہ باطلہ سے تمہیں توبہ کر لینی چاہیے اور نظر انصاف سے کام لینا چاہیے

"الیس منکم رجل رشید"

فصل دوم

قوت علی اور شان علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ کے بیان میں

شیعہ کی تضاد بیانی خود انہی کی زبانی:

جیسا کہ آپ پچھلے اوراق میں ان کی کتب کے حوالہ جات پڑھ چکے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے "خلافت بلافصل" کے استحقاق سے دست برداری مجبوراً کی اور زبردستی آپ سے . .

بیعت لی گئی ورنہ آپ بیعت کرنے کے لیے ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اسی کیفیت کو شیعہ حضرات کے ہاں "تقیہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو ان حوالہ جات کے بعد میں نے یہ مناسب سمجھا کہ خود ان کی کتب سے چند ایسے واقعات درج کیے جائیں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قوت و شجاعت کا ذکر ہو اور شانِ علی کرم اللہ وجہہ معلوم ہو تاکہ ایسے قوی اور شجاع شخص پر تقیہ کا حربہ استعمال کرنا معلوم ہو جائے کہ اس کی "اسداللہ الغالب" کے ساتھ کیا مناسبت تھی۔ نیز ان لوگوں کی زبانی انہی کی تضاد بیانی کھل کر سامنے آجائے۔ وباللہ التوفیق

قوتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

واقعہ ۱: عمر فاروق جب بھی حضرت علی کو دیکھتے بے ہوش ہو جاتے

حیات القلوب | واز ابو وائلہ روایت کردہ است کہ گفت کہ روزے با عمر بن الخطاب برائے میرفت ناگاہ اضطرابے دراو یافتم۔ و صدائے از سینہ او شنیدم مانند کسیکہ از ترس مدہوش شود۔ گفتم چہ شد ترا ای عمر۔ گفت مگر نمی بینی شیر بیشہ شجاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندۂ طاغیاں و باغیاں را و زنندہ بدو شمشیر و علمدار صاحب تدبیر را چوں نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم گفت اے عمر ایں علی ابن ابی طالب ہست گفت نزدیک من بیا تو شجاعت از شمہ و دلیری و بسالت او برائے تو بیان کنم بدانکہ حضرت رسول در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریزیم و ہر کہ از ما بگریزد گمراہ باشد و ہر کہ کشتہ شود شہید باشد و پیغمبر ضامن بہشت باشد برائے او۔ چوں بجنگ ایستادیم۔ ناگاہ دیدیم کہ صد نفر از شجاعان و صنادید قریش رو بما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران خورد اشتند۔ پس ما را از جائے خود کندند۔ و ہمہ گریختیم در آنجا علی را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلہ موراں حملہ کند۔ بر مشرکاں حملہ میکرد

واز ایشاں پرواہ نمی کرد۔ چوں مارا دید کہ میگریزیم۔ گفت قبیح وپارہ پارہ دبرید وخاک آلودہ باد روہائی شما کجا میگریزید بسوئے جہنم می شتابید۔ چوں دید کہ ما برنمیگردیم بر ما حملہ کرد۔ وشمشیر پہنے دردست داشت۔ کہ مرگ ازاں می چکید وگفت بیعت کردید وبیعت راشکستید۔ واللہ کہ شما سزاوار ترید بکشتہ شدن از آنہا کہ من میکشیم۔ چوں بدیدہائش نظر کردم۔ مانند دو کاسئہ روغن زیت کہ آتش درآں افروختہ باشد مید رخشید ومانند دو قدح پر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود من جزم کردم کہ ہمہ مارا بیک حملہ ہلاک خواہد کرد۔ پس من از سائر گریختگاں بنزدیک اور فتم وگفتم اے ابوالحسن! بخدا ترا سوگند میدہم کہ دست از ما برداری۔ زیرا کہ عرب کارشان اینست کہ گاہ میگریزند وگاہ حملہ می کنند۔ وچوں حملہ میکنند۔ ننگ گریختن را برطرف می کنند۔ گویا از روئے من شرم کرد۔ ودست از ما برداشت وبر کافراں حملہ کرد وتا ایں ساعت ترس اواز دل من بدر نرفتہ است وہر گاہ کہ اورامی بینم چنیں ہراساں میشوم برگشتیم۔

(حیات القلوب جلد دوم ص ۶۶۱ مطبوعہ نولکشور باب سی و
دوم دربیان جنگِ احد)

ترجمہ: علی بن ابراہیم ابو وائلہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک راستہ پر میں جارہا تھا کہ میں نے عمر بن خطاب کو پریشان ہوتے دیکھا اور ان کے سینہ سے ڈرے ہوئے بے ہوش آدمی کی طرح آواز اُٹھ رہی تھی۔ میں نے پوچھا اے عمر کیا ہوا کہنے لگے بہادری کے جنگل کے شیر، سخاوت وشجاعت کی کان، سرکش اور باغیوں کو مار ڈالنے والے، دو تلواروں کو بیک وقت چلانے والے صاحب علم

اور تدبیر کے ماہر کو تم نہیں دیکھ رہے ہے۔ جب میں نے دیکھا تو مجھے علی بن ابی طالب نظر آئے۔ میں نے کہا اے عمر! یہ تو علی بن ابی طالب ہیں۔ کہنے لگے۔ ذرا قریب آؤ تاکہ تمہیں ان کی شجاعت کی تھوڑی سی جھلکی دکھاؤں اور قوت و بہادری کا ایک منظر بیان کروں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب غزوۂ احد کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات کی بیعت لی تھی کہ جو تم میں سے میدان چھوڑ کر بھاگے گا گمراہ ہوگا اور جو کام آگیا وہ شہید ہوگیا اور میں پیغمبر اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں گا۔ جب ہم جنگ کے لیے تیار ہوئے تو اچانک ہم نے قریشی نوجوانوں اور سرداروں کے سو گروہ دیکھے جن میں سے ہر ایک گروہ کے اندر سو یا اس سے زیادہ آدمی ہوں گے وہ ہماری طرف بڑھے۔ انہوں نے ہمیں اکھیڑ دیا اور ہم سب بھاگ نکلے۔ اس وقت میں نے "علی" کو دیکھا کہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح جو چیونٹیوں کے گھروندوں پر حملہ کرتا ہے مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ جب ہمیں بھاگتے ہوئے دیکھا کہنے لگے تمہارے چہرے ٹکڑے ٹکڑے اور بدصورت ہو جائیں کدھر بھاگے جا رہے ہو۔ کیا جہنم میں اتنی جلدی داخل ہونے کے لیے دوڑ رہے ہو جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم واپس نہیں لوٹیں گے تو مشرکین کی بجائے ہم پر برس پڑے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے کہ جس سے موت ٹپک رہی تھی اور کہا تم نے رسول خدا سے بیعت کی اور پھر اسے توڑ بھی دیا۔ خدا کی قسم! تم قتل کیے جانے کے مستحق ہو۔ میں نے جب ان کی آنکھوں کو دیکھا تو یوں لگیں جیسے زیتون کے تیل سے دو چراغ روشن ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ ایک ہی حملہ میں ہمارا خاتمہ کر دیں گے۔ میں ان تمام بھاگنے والوں میں سے ان کے نزدیک

آیا اور کہا اے ابوالحسن! میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہم سے اپنا ہاتھ اٹھالیں اور ہمیں قتل نہ کریں کیوں کہ عرب لوگوں کا طریقہ ہے کہ کبھی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی پلٹ کر حملہ کر دیتے ہیں لیکن جب حملہ آور ہوتے ہیں تو بھاگنے کا عیب دھو ڈالتے ہیں۔ یہ سن کر میری وجہ سے شرم کرتے ہوئے حضرت علی نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور ہماری بجائے کافروں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت تک بھی حضرت علی کا رعب میرے دل سے نہیں نکلا اور جب بھی وہ مجھے نظر آتے ہیں۔ پریشان اور ڈرتے ہوئے میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں۔

واقعہ ۲: حضرت علی نے خالد بن ولید کو دو انگلیوں سے اٹھا کر زمین پر پھینک دیا

تہذیب المتین

صبح ہوئی تو حضرت نماز کے لیے مسجد تشریف لائے اور براہِ تقیہ ابوبکر کے پیچھے بہ نیت فرادیٰ نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے خالد شمشیر بستہ آپ کے پہلو میں کھڑا ابوبکر کے سلام کا منتظر تھا لیکن ابوبکر تشہد کے واسطے بیٹھے تو ان کو تردد ہوا۔ چوں کہ سطوتِ حیدر کرار سے واقف تھے۔ فتنہ سے ڈرے اور دریائے فکر میں غوطہ زن ہو گئے۔ زبان سے بار بار تشہد کو کہتے تھے اور سلام نہیں پھیرتے تھے تا اینکہ ماموبین کو گمان ہوا کہ نماز میں سہو ہوا اور ادھر قریب تھا کہ آفتاب نکل آئے۔ لاجرم خالد سے کہا "لَا تَفْعَلْ مَا اَمَرْتُکَ یَا خَالِدُ" اے خالد جو کچھ میں نے تجھے حکم دیا تھا نہ کرنا۔ یہ کہہ کر سلام پھیرا۔ امیر المؤمنین نے خالد سے پوچھا کیا امر کیا تھا تجھ کو۔ کہا تمہارے قتل کو کہا تھا۔ فرمایا کیا تو ایسا کرتا۔ اس نے کہا اگر قبل سلام ممانعت نہ کرتا تو البتہ یہ امر واقع ہوتا۔ حضرت کو غیظ آیا اور بزورِ یداللّٰہی

اس کو پکڑ کر زمین پر پٹکا اور انگشتِ نر اور انگشت درمیانی سے اس کی گردن کو دبایا اور ایک نعرۂ حیدری مارا کہ قریب تھا کہ جان اس کے بدن سے نکل جائے کپڑے نجاست میں آلودہ ہو گئے۔ ہاتھ پیر ہلاتا تھا مگر حرف زبان سے نہ نکلتا تھا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ یہ تیری نحس رائے کا نتیجہ ہے۔ مجھ کو پہلے سے معلوم تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پس جو کوئی آگے جاتا کہ پنجۂ شیرِ خدا سے اس روباہ کو نجات دے حضرت بہ نگاہِ تند قہر آلود اس کی طرف دیکھتے وہ خوف کھا کر الٹے پاؤں پھر جاتا۔ ابوبکر نے عباس بن عبدالمطلب عمِ محترم اس جناب کو بلوایا۔ انہوں نے قبر و صاحبِ قبر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حسنین اور ان کی مادرِ گرامی کی قسمیں دیں۔ اس وقت غصہ فرو ہوا اور اس کو رہا کیا۔ عباس نے پیشانیٔ نورانی کو بوسہ دیا اور امتنان ظاہر کیا۔

(تہذیب المتین جلد اوّل مطبوعہ یوسفی دہلی ص ۳۲۹)

واقعہ ۳: حضرت علی نے خالد بن ولید کے گلے میں لوہے کا کڑا ڈالا جو کسی سے نہ کھل سکا

تہذیب المتین

مروی ہے کہ اس روز سے ابن ولید عنید کو آپ کے ساتھ سخت عداوت ہو گئی اور وہ اس تاک میں رہنے لگا کہ موقع ملے تو اس فضیحت اور رسوائی کا اس جناب سے بدلہ لے۔ حتیٰ کہ ایک روز پیش گاہِ خلافت سے کسی مہم پر مقرر ہو کر مع لشکر و سامان اس طرف کو جا رہا تھا کہ راستہ میں حضرت امیر کبیر کو اپنے کسی مزرعہ میں کھڑا دیکھا۔ خالد کثرتِ سلاح سے گویا غرق دریائے آہن تھا اور انبوہِ سپاہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حضرت خالی ہاتھ یکہ و تنہا کھڑے ہوئے تھے لاجرم اس کی رگِ جلادت جنبش میں آئی اور قدم آگے بڑھایا

اور قریب پہنچ کر گرز اٹھایا کہ آنحضرت پر لگائے۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے چھین لیا اور اس کو بھی زمین پر کھینچ لیا۔ پس اس گرز کو موڑ کر بطور طوق اس کی گردن میں ڈال دیا۔ بروایتے حضرت نے خود خالد کو اس حال میں دیکھ کر کہا: اے پسر ولید کیا اس روز جو کچھ ابوبکر نے تجھے امر کیا تھا تو عمل میں لاتا۔ کہا ہاں۔ اگر اس کی رائے نہ بدلتی تو میں تمہارا سر قلم کیے بغیر نہ رہتا۔ حضرت کو غیظ آیا اور اچھل کر خالد کی گردن پکڑ لی اور نیچے اتار لیا اور فرمایا اے پسر لخنار (زن خفتہ نہ کردہ) تیری یہ مجال کہ میرے ساتھ اس طرح پیش آئے اور کشاں کشاں آیا۔ حارث بن کلاہ کے پاس لے گئے تمام لشکر کھڑا دیکھ رہا تھا اور رعب وجلال آنحضرت سے کسی کو مجال دم مارنے کی نہ تھی اور حال ان کا یہ تھا کہ گویا ملک الموت نے مسلط ہو کر ان کی روح کو نکال کر ان کے کفِ دست پر رکھ دیا ہے۔ پس آپ نے قطب آسیائے (چکی کی درمیانی کلی) کہ ایک موٹی آہنی سلاخ تھی نکال لی اور اس کو خالد کی گردن میں اس طرح لپیٹ دیا جیسے کوئی چمڑے کے تسمے کو لپیٹا ہے پس خالد جس مہم کو جاتا تھا اسے بھول گیا اور وہ طوق گردن میں پہنے ابوبکر کے پاس آکر حال بیان کیا۔ خلافت مآب نے آہنگرانِ مدینہ کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ہنسلی اس کی گردن سے دور کر دیں۔ سب نے کہا بغیر اس کے کہ اس کو آگ میں دیں علیحدگی ممکن نہیں۔ لاجرم خالد چند روز اس خواری میں سراسیمہ و درنگوں رہا۔ جو اس کو دیکھتا مضحکہ کرتا حتیٰ کہ امیر المومنین اپنے مزرعہ سے تشریف لائے ابوبکر خالد کو حضرت کی خدمت میں لے گئے اور زبان شفاعت و عذر خواہی کھولی۔ اور عفو تقصیر کی درخواست کی۔ سید اوصیاء نے فرمایا کہ اس بدبخت نے شکوہِ لشکر اپنے ساتھ دیکھا تو مغرور ہوا اور چاہا کہ مجھ پر غلبہ پائے۔ جرأت

اور جسارت کی اور اس حال کو پہنچا۔ جملہ صحابہ نے حضرت سے معذرت کی اور قسمیں صاحب قبر (رسول اللہ) کی دیں۔ آپ نے خالد کو نزدیک بلایا اور اس لوہے سے تھوڑا تھوڑا توڑتے تھے اور اس کے آگے ڈالتے تھے تاآنکہ تمام کو توڑ ڈالا اور اس کو رہائی بخشی۔ سب لوگ شکریہ وصی رسول میں رطب اللسان اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور سانحہ عجیب پر متعجب ہوئے۔

تھذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین مطبوعہ یوسفی دہلی جلد اوّل ص ۳۳۱ - ۳۳۲)

نوٹ: یہ دونوں واقعات اس غالی اور متعصب شیعہ کی کتاب سے نقل کیے گئے جس نے اپنی کتاب کے سرورق پر یہ عبارت لکھی ہے "کیوں کہ یہ کتاب عقائد شیعہ کے مطابق لکھی گئی ہے لہذا اس کو کوئی سُنّی نہ خریدے اور نہ ہی اس کا مطالعہ کرے۔"

واقعہ ۱۴: خیبر کے روز حضرت علی کی تلوار کو اگر اسرافیل و میکائیل نہ روکتے تو زمین زیر و زبر ہو جاتی

سید نعمت اللہ جزائری نے "انوارِ نعمانیہ" میں لکھا ہے:

انوارِ نعمانیہ رَوَى الْبَرْسِيُّ فِي كِتَابِهٖ لَمَّا وَصَفَ وَقْعَةَ خَيْبَرَ وَاَنَّ الْفَتْحَ فِيْهَا كَانَ عَلٰى يَدِ عَلِيٍّ اَنَّ جِبْرِيْلَ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مُسْتَبْشِرًا بَعْدَ قَتْلِ مَرْحَبٍ فَسَاَلَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَنِ اسْتِبْشَارِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَلِيًّا لَمَّا رَفَعَ السَّيْفَ لِيَضْرِبَ بِهٖ مَرْحَبًا اَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِسْرَافِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اَنْ يَقْبِضَا عَضُدَهٗ فِي الْهَوَاءِ حَتّٰى لَا يَضْرِبَ بِكُلِّ قُوَّتِهٖ وَمَعَ هٰذَا

قِسْمَهُ نِصْفَيْنِ وَكَذَا مَا عَلَيْهِ مِنَ الْحَدِيْدِ وَ
كَذَا فَرَسَهُ وَ وَصَلَ السَّيْفُ إِلٰى طَبَقَاتِ الْأَرْضِ
فَقَالَ لِيَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَا جِبْرَئِيْلُ بَادِرْ إِلٰى تَحْتَ
الْأَرْضِ وَ امْنَعْ سَيْفَ عَلِيٍّ عَنِ الْوُصُوْلِ ثَوْرَ الْأَرْضِ
حَتّٰى لَا تَنْقَلِبَ الْأَرْضُ فَمَضَيْتُ فَأَمْسَكْتُهُ فَكَانَ
عَلٰى جَنَاحِيَ أَثْقَلَ مِنْ مَدَائِنِ قَوْمِ لُوْطٍ وَ هِيَ سَبْعُ
مَدَائِنَ قَلَعْتُهَا مِنَ الْأَرْضِ السَّابِعَةِ وَ رَفَعْتُهَا فَوْقَ
رِيْشَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ جَنَاحِيَ إِلٰى قُرْبِ السَّمَآءِ وَ
بَقِيْتُ مُنْتَظِرًا لِأَمْرٍ إِلٰى وَقْتِ السَّحَرِ حَتّٰى أَمَرَنِيَ
اللّٰهُ بِقَلْبِهَا ۔ فَمَا وَجَدْتُ لَهَا ثِقْلًا كَثِقْلِ سَيْفِ
عَلِيٍّ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ لِمَ لَا قَلَبْتَهَا مِنْ سَاعَةٍ رَفَعْتَهَا
فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيْهِمْ شَيْخٌ
كَافِرٌ نَائِمٌ عَلٰى قَفَاهُ وَ شَيْبَتُهُ إِلَى السَّمَآءِ فَاسْتَحَى
اللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ فَلَمَّا أَنْ كَانَ وَقْتُ
السَّحَرِ إِنْقَلَبَ ذَالِكَ الشَّائِبُ فَأَمَرَنِيْ بِعَذَابِهَا
وَ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ أَيْضًا لَمَّا فُتِحَ الْحِصْنُ وَأُسِرُوْا
نِسَائَهُمْ فَكَانَتْ فِيْهِمْ صَفِيَّةُ بِنْتُ مَلِكِ الْحِصْنِ
فَأَتَتِ النَّبِيَّ وَ فِيْ وَجْهِهَا أَثَرُ شَجَّةٍ فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ
(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ) عَنْهَا فَقَالَتْ إِنَّ عَلِيًّا
لَمَّا أَتَى الْحِصْنَ وَ تَعَسَّرَ عَلَيْهِ أَخَذَهُ حَتّٰى إِلٰى
بُرْجٍ مِنْ بُرُوْجِهِ فَهَزَّهُ فَاهْتَزَّ الْحِصْنُ كُلُّهُ